

مجموعہ تصانیف

علامہ محمد اسماعیل نقشبندی

فاتح نجدیت، دیوبندیت، شیعیت و عیسائیت



مرتبہ: محمد نعیم اللہ خاں قادری

بی ایچ ای بی ایڈ
ایم اے اسلامیات

ناشر: فیضانِ مدینہ پبلی کیشنز

جامع مسجد عمر روڈ کامونکے ضلع گوجرانوالہ فون : 0435-814266

تھی۔ جس سے عہدہ برآ ہونا دشوار تھا اور در صورت خردن
فساد ذات البین کے مسلمانوں کا خون رائیگاں بھی جاتا۔ یزید
محبوبیت و اہلیت کا یہاں کوئی سوال نہ تھا۔ پس صحابہ کی اہلیت
کی بیعت کو خلیفہ کے کردار کی خوبی پر محمول کیا جانا تاریخ کی
ہے نہ کہ تاریخ کی ریسرچ۔ اس سے بھی یہ واضح ہو جاتا ہے
یزید کا فسق کھلنے کے بعد صحابہ میں نقص بیعت کا مسئلہ بطور
شرعی، شرعی حیثیت سے سامنے آیا جس پر اجتہادی شان
غور کیا گیا کہ آیا یہ بیعت باقی رکھی جائے یا نہیں؟ اُسے عذر
محمول کرنا اور پھر اسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر محفوظ
دینا تاریخ نہیں خود ساختگی ہے۔ اور وہ بھی تاریخ کی ریسرچ کے
جسکے معتبر مورخین خود ہی اُسے رد بھی کر رہے ہیں۔ جیسا کہ عبارت
سے واضح ہے۔ اب جبکہ صحابہ کی اکثریت نے یزید کی نااہلیت
کے باوجود باہمی خونریزی کے خوف سے اور فتنہ نزار و جدال
خطرہ کی وجہ سے اس کا ساتھ نہ چھوڑا تو اسی سے یہ بھی واضح
کہ عملاً ان کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہ ہونا حضرت ممدوح
کے اقدام کو بغاوت سمجھے یا معاذ اللہ ان میں صلاحیت و اصلاح
نہ پائے جانے کی بنا پر نہ تھا۔ بلکہ باوجود ان کے کمال اہلیت

مقام کے اسی آثار فتنہ و کثرۃ قتل کے خطرہ کی بنا پر تھا۔
لئے نہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اکثریت کا خلاف کر کے کسی
ہ کے مرتکب نہ تھے اور نہ صحابہ کی اکثریت ان کا خلاف کر کے کسی
ہ کی مرتکب ہوئی جبکہ دونوں طرف اجتہاد کام کر رہا تھا۔
(شہید کربلا اور یزید صفحہ ۸۲ تا صفحہ ۸۸)
مصنف قاری محمد طیب دیوبندی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا امر و حکم
میں کے ساتھ قائم رہے گا۔ یہاں تک کہ پہلا وہ شخص جو اسے تباہ
کے گا بنی امیہ میں سے ہوگا جسے یزید کہا جائے گا۔
(البدایۃ والنہایۃ ص ۱۱۱)

واقعہ حرہ

چنانچہ قاری محمد طیب صاحب دیوبندی شہید کربلا اور یزید
اب میں لکھتے ہیں۔ چنانچہ واقعہ حرہ کے موقع پر جبکہ یزید نے
سلم بن عقبہ کو بھیج کر مدینہ کو تین دن کیلئے مباح کر دیا جس سے
اس ظالم و فاسق کے ہاتھ پر کتنے ہی صحابہ اور ابناء صحابہ قتل
ہوئے۔ عورتوں کی بے حرمتی ہوئی اور یزید نے اپنے ان جابرانہ اور

بلا شریک غیر سے نفوذ کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا کہ اس کا ملک
پامیدار ہو گیا اور قوت ایسی مستحکم ہو گئی کہ وہ کیسا بھی حکم دے
کوئی چون و چرا کرنے والا نہیں ہے تو اس کے ان جذبات و افعال
کا نتیجہ ظاہر کرتے ہوئے حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

اور بلاشبہ یزید نے شدید ترین غلطی کی جو مسلم بن عقبہ سے کہ
کہ وہ مدینہ کو تین دن تک مباح اقدام قرار دے دے۔ یہ مجرمانہ
غلطی تھی جس کے ساتھ یہ اور اضافہ ہوا کہ ایک بڑی تعداد صحابہ اور
اہل بیت کی قتل ہو گئی اور یہ پہلے ہی آچکا ہے کہ اس نے حضرت
حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو عبید اللہ بن زیاد کے ہاتھ
سے قتل کرایا نیز (مدینہ) کے ان تین دنوں میں بڑے بڑے عظیم مفت
نایاں ہوئے جس کو نہ بیان کیا جاسکتا ہے اور نہ ان کی کوئی کیفیت
بھی بتلائی جاسکتی ہے۔

انہیں اللہ ہی جانتا ہے۔ یزید نے تو مسلم بن عقبہ کو مدینہ بھیج کر
یہ چاہا تھا کہ اس کا ملک مضبوط ہو جائے اور اس کی حکومت دیر پا
ہو جس میں کوئی شریک و ہمیم نہ ہو لیکن خدا نے اسے اس کے مقصود
کے خلاف مرادی اور جو چاہتا تھا وہ نہ ہونے دیا۔ اسے اسی طرح
پچھاڑا جس طرح اس نے جابروں کو پچھاڑا ہے اور قضا کے پتوں

اسے پکڑا اور ظالم بستیوں کے لیے تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی
تنت ہوتی ہے۔ اس کی گرفت بے انتہا الم انگیز اور شدید ہوتی
ہے۔ (البدایۃ ص ۲۲۲ جلد ۸)

کیوں جناب میں نے بھی تو حافظ ابن کثیر کی دو روایتیں ہدایت
الہیہ جلد ۸ سے نقل کی ہیں۔ آپ ان کو کیوں ہضم کر گئے؟
نکہ اس میں یزید کے ظلم و تشدد کی داستان موجود تھی اور واقعہ
کا بیان تھا۔ اس لئے آپ نے یزید کے اس ظلم عظیم پر پردہ
لنے کے لئے یہ روایتیں نقل نہیں کیں۔ کیا یہی انصاف ہے؟
ان حادثہ کر بلا کا حقیقی پس منظر ہے؟ یا حادثہ کر بلا کا غلط پس منظر
ہے؟ حافظ ابن کثیر جب بکواس اعتماد ہے اور اپنی کتاب میں بھی
ہدایت والہیہ کی متعدد روایتیں آپ نقل کر چکے ہیں۔ پھر کیا
اب ہے کہ جو روایتیں یزید کے فسق و فجور اور ظلم و تشدد کی
شہادت دے رہی ہیں ان کو نقل کیوں نہیں کرتے؟ یہی تو آپ
کی خیانت ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی جذب القلوب میں فرماتے
س۔ حضرت امام حسین علی مقام رضی اللہ عنہ کی شہادت کے
سب سے شیعہ اور قبیح جو واقعہ یزید پلید بن معاویہ کے زمانے

میں رونما ہوا واقعہ حرہ ہے اس کو حرہ واقعہ اور حرہ زہرہ بھی کہتے ہیں۔ جس زمانہ میں مدینہ طیبہ آبادی و رونق میں مرتبہ کمال تک پہنچا ہوا تھا۔ بقیہ صحابہ اور انصار و مہاجرین و علماء کبار تابعین سے مالا مال تھا۔ یزید نے مسلم بن عقبہ کو شامیوں کے لشکر عظیم کے ساتھ اہل مدینہ سے لڑنے کیلئے بھیجا۔ یزید نے حکم دیا کہ اگر وہ لوگ میری اطاعت کر لیں تو فیہا در نہ جنگ کرو۔ فتح کے بعد تین دن تک مدینہ مہارے لئے مباح ہے۔ مسلم بن عقبہ آیا۔ مقام حرہ پر پڑاؤ ڈالا۔ اہل مدینہ تاب مقابلہ نہ دیکھ کر خندق کھود محصور ہو گئے۔ یزیدی مدینہ میں گھس آئے۔ پہلے پہل حرم نبوی کے پناہ گزینوں نے بڑی شد و مد کے ساتھ مدافعت کی۔ مگر تابہ کے عبداللہ بن مطیع رئیس قریش مع اپنے سات فرندوں کے شہید ہو گئے۔ آخر میں شامی درندے اُس حرم پاک میں گھس پڑے۔ نہایت بے دردی کے ساتھ قتل عام کیا۔ ایک ہزار سات سو مہاجرین و انصار صحابہ کرام اور کبار علمائے تابعین کو سات سو حفاظ کو اور دو ہزار ان کے علاوہ عوام الناس کو ذبح کیا۔ نہ بچے بوڑھے نہ مرد نہ عورتیں، مال و متاع جو کچھ ملا سب لوٹا۔ ہزاروں دو شیرگان حرم مصطفیٰ کی عصمت دری

کی۔ مسجد نبوی میں گھوڑے دوڑائے۔ روضۂ جنت میں گھوڑے باندھے۔ گھوڑوں کی لید و پیشاب سے اُسے ناپاک کیا۔ تین دن تک اہل مدینہ کو یہ جبرائت نہ ہو سکی کہ مسجد نبوی میں جا کر نماز و اذان ادا کرے اور نہ ان یزیدی درندوں کو اس کی توفیق ہو سکی۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی ریش مبارک نوح لی گئی۔ قریب ہے کہ آسمان ٹوٹ پڑے۔ زمین پھٹ پڑے۔ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ جان ان کی پچی جس نے ان الفاظ میں یزید کی بیعت کی۔

مدینہ تین دن لوٹنے کے بعد یزید کی بیعت کی دعوت دی گئی۔ کہ یہ لوگ یزید کے غلام ہیں۔ اللہ عز و جل کی اطاعت و معصیت میں ہیں۔ ان درندوں کے ظلم و ستم سے مرعوب ہو کر سب نے یہ بیعت کر لی۔ ایک قریشی نے نہیں کی تو اسے قتل کر دیا گیا۔ سعید بن مسیب کو کبار تابعین اور قراء سبعہ میں ہیں پکڑا۔ ان سے یزید کی بیعت لینی چاہی۔ انہوں نے فرمایا حضرت ابوبکر و عمر کی سیرت پر بیعت کرتا ہوں۔ ابن عقبہ نے حکم دیا کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔ ایک شخص کھڑا ہوا اس نے ان کے جنوں کی گواہی دی جب کہیں جا کر ان کی جان پچی۔ پھر یزید کے حکم کے بموجب

یزیدی لشکر مکہ معظمہ پر حملہ آور ہوا۔ اس ارض پاک جس کے جنگلی جانور کو اٹھا کر اس کی جگہ سایہ میں نہیں بیٹھ سکتے محاصرہ کر لیا۔ آتش بازی کر کے کعبۃ اللہ کے پردہ اور چھت کو جلا دیا۔ اسی چھت میں اس دُنبہ کے سینک بھی تیرک کے طور پر محفوظ تھے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں قربانی کیا تھا۔ وہ بھی جل گئے۔ اسی اثناء میں ان سارے مظالم کے بانی مبنی یزید کو اپنے کفر و کد تک پہنچنے کا وقت آگیا اور وہ ٹھکانے لگ گیا۔

(دکربلا کا مسافر ص ۱۵۴ مصنف علامہ مشتاق احمد نظامی)

حضرت علامہ مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب سوانح کربلا میں تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا وجود مبارک یزید کی بے فنا مدگیوں کے لئے ایک زبردست محنت تھا۔ وہ جانتا تھا کہ آپ کے زمانہ مبارک میں اس کو بے مہاری کا موقع میسر نہ آئے گا۔ اور اس کی کسی کجروی اور گمراہی پر حضرت امام صبر نہ فرمائیں گے اس کو نظر آتا تھا کہ امام جیسے دیندار کا تازیانہ لغزیر ہر وقت اس کے سر پر گھوم رہا ہے۔ اسی وجہ سے وہ بھی زیادہ حضرت امام کی جان کا دشمن تھا اور اسی لئے حضرت امام کی شہادت اس کے لئے

باعث مسرت ہوئی۔ حضرت امام کا سایہ اٹھنا تھا یزید کھل کھلا اور انواع و اقسام کے معاصی کی گرم بازاری ہو گئی۔ زنا، لواطت، حرام کاری، بھائی بہن کا بیاہ، سود، شراب دھڑلے سے رائج ہوئے، نمازوں کی پابندی اٹھ گئی۔ تہجد و سرکشی انتہا کو پہنچی، شیطنت نے یہاں تک زور کیا کہ مسلم بن عقبہ کو بارہ ہزار یا بیس ہزار کا لشکر کراں دے کر مدینہ طیبہ کی چڑھائی کے لئے بھیجا یہ ۶۳ھ کا واقعہ ہے۔ اس نامراد لشکر نے مدینہ طیبہ میں وہ طوفان برپا کیا کہ العظمت اللہ قتل و غارت اور طرح طرح کے مظالم مہمائیگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کئے۔ وہاں کے ساکنین کے گھر لوٹ لئے۔ سات سو صحابہ کو شہید کیا اور دوسرے عام باشندے ملا کر دس ہزار سے زیادہ کو شہید کیا۔ لڑکوں کو قید کر لیا۔ ایسی ہی بدتمیزیوں کیں کہ جن کا ذکر کرنا ناگوار ہے۔ مسجد نبوی شریف کے ستونوں میں گھوڑے باندھے۔ تین دن تک مسجد شریف میں لوگ نماز سے مشرف نہ ہوئے۔ صرف حضرت سعید ابن مسیب رضی اللہ عنہ مجنون بن کر وہاں حاضر رہے۔ حضرت عبداللہ ابن حنظلہ ابن عسیل نے فرمایا کہ یزیدیوں کے ناشائستہ حرکات اس حد پر پہنچے ہیں۔ کہ ہمیں اندیشہ ہونے لگا کہ ان کی بدکاریوں کی وجہ سے کہیں آسمان

سے پھرتے برسوں۔ پھر یہ لشکر منارات اثر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں امیر لشکر مرگیا اور دوسرا شخص اس کا قائم مقام کیا گیا مکہ معظمہ پہنچ کر ان بے دینوں نے منجیق سے سنگ باری کی۔ منجیق پتھر پھینکنے کا آلہ ہوتا ہے جس سے پتھر پھینک کر مارا جاتا ہے۔ اس کی زد بڑی زبردست اور دور کی مار ہوتی ہے اس سنگ باری سے حرم شریف کا صحن مبارک پتھروں سے بھر گیا۔ اور مسجد حرام کے ستون ٹوٹ پڑے۔ اور کعبہ مقدسہ کے غلاف شریف اور چھت کو ان بے دینوں نے جلادیا۔ اسی چھت میں دُنبہ کے سینک بھی تبرک کے طور پر محفوظ تھے جو سیدنا حضرت اسماعیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے فدیہ میں قربانی کیا گیا تھا وہ بھی جل گئے۔ کعبہ مقدسہ کئی روز بے لباس رہا اور وہاں کے باشندے سخت مصیبت میں مبتلا رہے۔ آخر کار یزید پلید کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک فرمایا اور وہ بد نصیب تین برس سات مہینے تخت حکومت پر شیطنت کر کے ۱۵ ربيع الاول ۶۰ھ کو جس روز اس پلید کے حکم سے کعبہ معظمہ کی بے حرمتی ہوئی تھی شہر حص ملک شام میں اُنٹالیس ۳۹ برس کی عمر میں ہلاک ہوا۔ ہنوز قتال جاری تھی کہ یزید ناپاک کی ہلاکت کی خبر پہنچی۔ حضرت ابن زبیر نے ندا فرمائی

کہ اے اہل شام تمہارا طاغوت ہلاک ہو گیا۔ یہ سن کر وہ لوگ ذلیل و خوار ہوئے اور لوگ ان پر ٹوٹ پڑے۔ اور وہ گروہ ناحق پر مژدہ فائب خاسر ہوا۔ اہل مکہ کو ان کے شر سے نجات ملی۔ اہل حجاز بن و عراق و خراسان نے حضرت عبداللہ بن زبیر کے دست مبارک پر بیعت کی۔ اور اہل مصر و شام نے معویہ بن یزید کے ہاتھ پر ربيع الاول ۶۰ھ میں بیعت کی۔ یہ معویہ اگرچہ یزید پلید کی اولاد سے تھا۔ مگر آدمی نیک اور صالح تھا۔ باپ کے ناپاک افعال کو بُرا جانتا تھا۔ عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے وقت سے تادمِ مرگ بیمار ہی رہا اور کسی کام کی طرف اس نے نظر نہ ڈالی اور چالیس روز یا دو تین ماہ کی حکومت کے بعد اکیس سال کی عمر میں مر گیا۔ آخر وقت میں اس سے کہا گیا کہ کسی کو خلیفہ کرے۔ اس کا جواب اس نے یہ دیا کہ میں نے خلافت میں کوئی حلاوت نہیں پائی۔ تو میں اس تلخی میں کسی دوسرے کو کیوں مبتلا کروں۔ معویہ بن یزید کے انتقال کے بعد اہل مصر و شام نے بھی عبداللہ بن زبیر کی بیعت کی۔ پھر مروان بن حکم نے خروج کیا اور اس کو شام و مصر پر قبضہ حاصل ہو گیا۔ ۶۵ھ میں اس کا انتقال ہوا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا عبدالملک اس کا قائم مقام ہوا۔ عبدالملک کے عہد

مختار بن عبید ثقفی نے عمر بن سعد کو بلایا۔ ابن سعد کا بیٹا حفص حاضر ہوا۔ مختار نے دریافت کیا۔ تیرا باپ کہاں ہے کہنے لگا وہ خلوت نشین ہو گیا ہے۔ گھر سے باہر نہیں نکلتا۔ اس پر مختار نے کہا کہ اب وہ سے کی حکومت کہاں ہے جس کی چاہت میں فرزند رسول سے بے وفائی کی تھی۔ اب کیوں اس سے دست بردار ہو کر گھر میں بیٹھا ہے۔ حضرت امام کے شہادت کے روز کیوں خانہ نشین نہ ہوا؟ اس کے بعد مختار نے ابن سعد اور اس کے بیٹے اور شمر ناپاک کی گردن مارنے کا حکم دیا اور ان سب کے سر کٹوا کر حضرت محمد بن حنفیہ برادر حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دیئے اور شمر کی لاش کو گھوڑوں کے سموں سے روند دیا۔ جس سے اس کے سینہ اور پسلی کی ہڈیاں چکنا چور ہو گئیں۔ شمر حضرت امام کے قاتلوں میں سے ہے اور ابن سعد اس لشکر کا قافلہ سالار و کماندار تھا جس نے حضرت امام پر مظالم کے طوفان توڑے آج ان ظالمان تم شعار و مغروران نابکار کے مرتق سے جدا کر کے دشت بدشت بھراٹے جا رہے ہیں۔ اور دنیا میں کوئی ان کی بیکی پر افسوس کرنے والا نہیں۔ ہر شخص ملامت کرتا ہے اور نظر حقارت سے دیکھتا ہے اور ان کی اس ذلت و رسوائی کی موت پر خوش ہوتا

مسلمانوں نے مختار کے اس کارندے پر اظہار فرح کیا اور اس کو دشمنانِ امام سے بدلہ لینے پر مبارک باد دی۔

اے ابن سعد بے کی حکومت تو کیا ملی ظلم و جفا کی جلد ہی تجھ کو سزا ملی
اے شمر نابکار شہیدوں کے خون کی کیسی سزا تجھے ابھی اے نامزاعی
اے تشنگانِ خون جو انانِ اہل بیت دیکھا کہ تم کو ظلم کی کیسی سزا ملی
سوائے خلق ہو گئے برباد ہو گئے مردود و! تم کو ذلت ہر دوسرا ملی

اس کے بعد مختار نے ایک حکم عام دیا کہ کربلا میں جو جو شخص عمر بن سعد کا شریک تھا وہ جہاں پایا جائے مار ڈالا جائے۔ یہ حکم سن کر کوفہ کے جفا شعار سورما بصرہ بھاگنا شروع ہو گئے۔ مختار کے لشکر نے ان کا تعاقب کیا جس کو جہاں پایا ختم کر دیا۔ لاشیں جلا ڈالیں کھربوٹ لئے۔ خولی بن یزید وہ نصیبت ہے جس نے حضرت امام علیہ السلام کا سر مبارک تن اقدس سے جدا کیا تھا۔ یہ روسیہ بھی گرفتار کر کے مختار کے پاس لایا گیا۔ مختار نے پہلے اس کے چاروں ہاتھ پاؤں کٹوائے پھر سولی چڑھایا آخر آگ میں جھونک دیا۔ اسی طرح لشکر ابن سعد کے تمام اشرار کو طرح طرح کے عذابوں کے ساتھ ہلاک کیا۔ چھ ہزار کوئی جو حضرت امام کے قتل میں شریک تھے انکو مختار نے طرح طرح کے عذابوں کے ساتھ ہلاک کر دیا۔
کیوں جناب صدیقی صاحب اگر آپ اس وقت دہاں موجود ہوتے تو شاید مختار کے سامنے سفارش کر کے قاتلانِ اہل بیت کو بچا لیتے۔ تو

آج آپ کو تیرہ سو سال کے بعد داویلا مچانے کی ضرورت نہ پڑتی اور نہ ایسی بے ہودہ کتاب لکھ کر لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے اب آپ کے ابن زیاد کی ہلاکت کا قصہ شروع ہوتا ہے۔ ٹھہریئے وہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ شاید آپ کو اس پر بھی رحم آجائے۔

عبداللہ ابن زیاد یزید کی طرف سے کوفہ کا والی (گورنر) کیا گیا اسی بد بھاد کے حکم سے حضرت امام اور آپ کے اہل بیت کو یہ تمام ایذا پہنچائی گئیں۔ یہی ابن زیاد موصل میں تیس ہزار فوج کے ساتھ اترا۔ مختار نے ابراہیم بن مالک اشتر کو اس کے مقابلے کے لئے ایک فوج کر بھیجا۔ موصل سے پندرہ کوس کے فاصلہ پر دریائے فرات کے کنارے دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ اور صبح سے شام تک خوب جنگ رہی جب دن ختم ہونے والا تھا اور آفتاب قریب غروب تھا۔ اس وقت ابراہیم کی فوج غالب آئی۔ ابن زیاد کو شکست ہوئی اس کے ہمراہی بھاگے۔ ابراہیم نے حکم دیا کہ فوج مخالفین میں سے جو ہاتھ آئے اس کو زندہ نہ چھوڑا جائے۔ چنانچہ بہت سے ہلاک کئے گئے۔ اسی ہنگام میں ابن زیاد بھی فرات کے کنارے محرم کی دسویں تاریخ ۶۸۶ء میں مارا گیا اور اس کا سر کاٹ کر ابراہیم کے پاس بھیجا گیا۔ ابراہیم نے مختار کے پاس کوفہ میں بھجوا دیا۔ مختار نے دارالامارت کوفہ کو آراستہ کیا۔ اور

اہل کوفہ کو جمع کر کے ابن زیاد کا سر ناپاک اسی جگہ رکھوایا جس جگہ اس نے در حکومت بندہ دنیا نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مبارک رکھا تھا۔ مختار نے اہل کوفہ کو خطاب کر کے کہا۔ اے اہل کوفہ دیکھ لو کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون ناحق نے اس زیاد کو نہ چھوڑا۔ آج اس نامراد کا سر اس ذلت و رسوائی کے ساتھ یہاں رکھا ہوا ہے۔ چھ سال ہوئے ہیں وہی تاریخ ہے وہی سال ہے۔ خداوند عالم نے اس مغرور فرعون خصال کو ایسی ذلت و رسوائی کے ساتھ ہلاک کیا۔ اسی کوفہ اور اسی دارالامارت میں اس دین کے قتل و ہلاک پر جشن منایا جا رہا ہے۔

ترمذی شریف کی صحیح حدیث میں ہے کہ جس وقت ابن زیاد اہل کوفہ کے سرداروں کے سر مختار کے سامنے لا کر رکھے گئے تو ایک بڑا سانپ نمودار ہوا۔ اس کی ہیبت سے لوگ ڈر گئے وہ تمام مردوں پر پورا جب عبداللہ ابن زیاد کے سر کے پاس پہنچا تو اس کے نکتے میں ٹپس گیا اور حقوڑی دیر ٹھہر کر اس کے منہ سے نکلا اور اس طرح ان بار سانپ اس کے سر کے اندر داخل ہوا اور غائب ہو گیا۔

(سوانح کربلا ص ۱۲۶)

کیوں جناب صدیقی صاحب ملاحظہ فرمایا اپنے دوست ابن زیاد

کا حال؟ کوفے کے مختار کے دربار میں اگر آپ بھی تشریف لے جاتے تو شاید اپنے دوست کے سر کا حال دیکھ کر آپ کو بھی رحم آجاتا۔ آپ اس کی کچھ مدد ہی کرتے۔ کم از کم اس سانپ کو ہی مار دیتے ملاحظہ فرمائیے حافظ ابن کثیر کا بیان۔

یہی واقعہ حافظ ابن کثیر نے بھی ترمذی کی روایت سے ذکر کیا ہے جس میں ابن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سروں کا مسجد میں رجم میں رکھا جانا اور سانپ کا بار بار آنا اور لوگوں کا اسے غائب ہو کر آتے دیکھ کر چلانا کہ وہ آیا وہ آیا۔ اور اس کا سارے سروں میں سے صرف ابن زیاد ہی کے سر کو منتخب کر کے اس کے منقحوں کو گھسنا اور منہ سے نکلنا منہ میں گھسنا اور منقحوں سے نکلنا اور دوش بار ایسا ہی ہونا بالاقضی نقل کیا ہے جو البدایہ والنہایہ کے صراحہ پر مذکور ہے۔ جسے ترمذی نے حسن صحیح کہا یہ درحقیقت چاہ کُندہ را چاہ در پیش کی کھلی ہوئی مثال ہے۔ یعنی اگر اس نے حسین کے سر کی بے حرمتی اپنی چھڑی سے کی تو خدا تعالیٰ نے اس کے سر کی بے حرمتی ال جانور کے ذریعے کرائی جو بلفض حدیث قبروں میں معذنین پر مسلط کیا جاتا ہے۔ بندوں کی بے حرمتی سے خدا کا کسی کی بے حرمتی فرمانا کہیں زیادہ اشد ہے۔ (شہید کربلا اور یزید ص ۱۳۳ مصنفہ قاری محمد طیب دیوبندی)

کیوں جناب والا! یہ روایت بھی تو حافظ ابن کثیر ترمذی تشریف سے نقل کر رہے ہیں۔ ان جیسی روایتوں سے کیوں آنکھ بند کر لیتے ہیں؟ البدایہ والنہایہ میں سے جو روایت آپ کا منشا پورا کر سکے وہ تو آپ کے ہاتھ سے مل کر لیتے ہیں اور جو روایت آپ کے خلیفہ یزید پلیدی یا ابن زیاد بد نہاد دینہ کے ظلم و تشدد فسق و فجور کو ظاہر کرے اس سے آنکھ بند کر کے سے چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ کون سی دیانت داری ہے؟ یہی تو آپ کے نبی باطن کا ثبوت ہے۔

بہر حال حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو طشت میں ابن زیاد کے سامنے لائے جانے اور ابن زیاد کے اس کی بے حرمتی کرنے اور اپنے اندرونی خبیث کو نمایاں کرنے کی یہ تفصیلات جن محدثین کبار بخاری دار طبرانی ابن حجر عسقلانی بدر دین عینی نے محدثانہ طریق سے پیش کیا۔ انس بن مالک اور زید بن ارقم جیسے جلیل القدر صحابہ سے روایت کیا۔ تو کیا یہ حضرت حسین کے سر کو تن سے جدا کئے جانے کے کھلے لئے دلائل نہیں ہیں اور ان کے مقابلہ میں کیا چند تاریخی ٹکڑے اور وہ بھی متشرقین یورپ کی اعانت سے اور ان سے اخذ کردہ اقتباسات کسی بھی وقعت و اہمیت دینے کے مستحق ہیں؟ (شہید کربلا اور یزید ص ۱۳۳) اب ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمائیے اور انصاف کیجئے۔

اسی لئے یزید حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر دیکھ کر اولاً خوش ہوا جو اس کے دل کی کیفیت تھی کہ جس رقیب سے ملک کے زوال کا اندیشہ تھا وہ ختم ہو گیا۔ لیکن پھر فوراً ہی اس خوشی پر نادم ہوا۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ جب ابن زیاد نے حسین کو مع ان کے ساتھیوں کے قتل کر دیا اور ان کے سر یزید کے پاس بھیجے تو وہ اس قتل سے خوش ہوا اور اس کی وجہ سے ابن زیاد کا رتبہ اس کے یہاں بلند ہو گیا مگر اس خوشی پر غصہ بڑی دیر بھی نہ گزری تھی کہ نادم ہوا۔

(البدایہ ص ۲۳۷)

یہ فوری ندامت اسی قاتل حسین ابن مرجانہ کو برا بھلا کہنے اور اس پر لعنت کرنے کی صورت میں ظاہر ہوئی جس کی وجہ اس نے خود ہی ظاہر کر دی۔ ابن مرجانہ نے وہ نہ ہونے دیا (جو حسین چاہتے تھے کہ یا انہیں آزاد چھوڑ دیا جائے جہاں چاہیں چلے جائیں یا انہیں سرحد کی طرف جانے دیا جائے کہ جہاد میں زندگی بسر کریں یا انہیں یزید کے پاس جانے دیا جائے کہ وہ خود اس سے معاملہ طے کریں) بلکہ گھیر لیا کہ انہیں مقتول ہونے پر مجبور کر دیا اور قتل کر دیا۔ اس سے ابن مرجانہ نے مجھے مسلمانوں کے دلوں میں مبغوض بنا دیا اور مسلمانوں کے دلوں میں میری طرف سے عداوت کا بیج بو دیا۔ جس سے ہر نیک بندہ مجھ سے

عداوت رکھے گا جبکہ حسین کو میرا قتل کر ڈالنا لوگوں کے دلوں پر شک اور بھاری گزریے گا۔ مجھے اس کجخت ابن مرجانہ سے کیا واسطہ۔ خدا اس کا بُرا کرے اور اس پر خدا کا غضب نازل ہو۔ (البدایہ ص ۲۳۸)

کیا امام عالی مقام اور اہلبیت اطہار پر پانی بند نہیں کیا گیا؟

صفحہ ۲ پر لکھتے ہیں۔ کذاب راویوں اور جھوٹ تراشوں نے حضرت عمر بن سعد کے کردار کو سب سے بھیانک گھناؤنا اور قابل اعتراض بتایا ہے۔ مگر چونکہ ان کی حضرت امام سے رشتہ داری، محبت اور گہرا تعلق تسلیم شدہ حقیقت ہے۔ اس لئے ایک طرف حضرت امام سے مقابلہ میں ان کی گریز پائی اور کراہت کا اظہار کر دیا گیا ہے مگر دوسری طرف معمولی صوبہ داری اور حقیر سے منصب کی خاطر اُن سے وہ وہ ظلم کرائے جاتے ہیں کہ الامان والحفیظ۔

پھر دوسرے ورق پر لکھتے ہیں۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ جو شخص کسی کی موت پر رو رو کر بے حال اور ہلکان ہو رہا ہو وہ اس کی نقش کو گھوڑوں سے روند ڈالے یا ان کے خیمے جلانے اور پانی بند کرنے کا حکم دے۔ واقعات کا افسانوی انداز فقط زیب داستان کے لئے ہے۔

ناظرین کرام دیکھا آپ نے تمام فقہاء محدثین متکلمین اور محقق
ارباب تاریخ نے اپنی اپنی کتابوں میں عمر بن سعد کے ظلم و تشدد اور
پانی بند کرنے کی داستان کو لکھا ہے مگر اس ظالم مولوی کے قلم
سے کوئی بھی نہیں بچ سکا۔ سب کو ہی کذاب لکھ لکھ کر اپنا نامہ
اعمال سیاہ کر رہا ہے۔ اسی لئے میں نے اس کتاب میں وہابی اور
دیوبندی حضرات کے حوالے بھی دیئے ہیں کیونکہ مصنف کتاب خود
غیر مقلد ہے۔ اب بھی سب سے پہلے دیوبندی اکابر کا حوالہ پیش
کرتا ہوں۔ دیوبندی حضرات کے حکیم الامت جمال الاولیاء کتاب
میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن حصین نے آپ کو جنگ کے وقت اور پانی
رودک دینے کے وقت آواز دی تھی کہ اے حسین کیا تم پانی کو نہیں دیکھتے
کہ گویا وہ آسمان کا بیج ہے (کہ اس تک رسائی نہیں ہو سکتی) خدا
کی قسم تم اس میں سے ایک قطرہ نہ چکھ سکو گے اور پیاس سے مر جاؤ
گے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے دعا کی اے اللہ اس کو پیاس
سے مار ڈالیئے۔ تو یہ خبیث ایسا ہو گیا کہ پانی پیتا تھا مگر سیراب
نہ ہوتا تھا یہاں تک کہ پیاس سے مر گیا اور یہ حضرت حسین رضی اللہ
کی کرامت تھی۔ اسی کرامت کو ابو محمد مصلح صاحب نے اپنی کتاب
شہید کربلا میں نقل کیا ہے لکھتے ہیں عبداللہ ابی حصین یزیدی

اب کے ایک سردار نے حضرت امام حسین کو پکار کر کہا حسین دیکھتے
ہو پانی کیسا میٹھا ہے لیکن تمہیں ایک قطرہ بھی نصیب نہ ہوگا۔
یہاں تک کہ تم پیاس کے مارے مر جاؤ گے۔ ایک راوی چشم دید کہتا
ہے۔ خدا کی قسم میں نے عبداللہ بن ابی حصین کو اس حال میں دیکھا
کہ وہ پانی پیتے پیتے تھک جاتا تھا مگر پیاس کسی طرح نہ بھگتی تھی۔
اسی حال میں مر گیا۔

حضرت علامہ صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ
علیہ اپنی کتاب سوانح کربلا میں لکھتے ہیں۔ فرات کا بے حساب پانی ان
سیاہ باطنوں نے خاندان رسالت پر بند کر دیا تھا۔ اہل بیت کے چھوٹے
بھوٹے خورد سال فاطمی چمن کے نو نہال خشک لب تشہ دہان تھے۔
ان بچے ایک ایک قطرہ کے لئے تڑپ رہے تھے۔ نور کی تصویریں
پیاس کی شدت میں دم توڑ رہی تھیں۔ بیماروں کے لیے دریا کا کنارہ
یابان بنا ہوا تھا۔ اہل رسول کو لب آب پانی میسر نہ آتا تھا سر چشمہ تبسم
سے نازیں پڑھنی پڑتی تھیں۔ اسی طرح بے آب و دانہ تین دن گذر
لئے۔ چھوٹے چھوٹے بچے اور بیاباں سب بھوک و پیاس سے بیتاب
و ناؤاں ہو گئے۔ اس معرکہ ظلم و ستم میں اگر رستم بھی ہوتا تو اس کے
دھلے پست ہو جاتے اور سر نیاز جھکا دیتا۔ مگر فرزند رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)

کو مصائب کا ہجوم جگہ سے نہ ہٹا سکا اور ان کے عزم و استقلال
میں فرق نہ آیا (سوانح کربلا ص ۱۰۲)

حضرت امام کے چھوٹے فرزند علی اصغر ہوا بھی کمن ہیں شیر نوا
ہیں۔ پیاس سے بیتاب ہیں۔ شدت تشنگی سے تڑپ رہے ہیں ماں
خشک ہو گیا ہے۔ پانی کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ والدہ نے حضرت
امام سے عرض کیا اس نفیسی جان کی بے تابی دیکھی نہیں جاتی اس
گود میں لے جائیے اور اس کا حال ظالمین سنگ دل کو دکھائیے اس
تو رحم آئے گا اس کو تو چند قطرے دے دیں گے۔ یہ نہ جنگ کرنے
کے لائق ہے اس سے کیا عداوت ہے۔ حضرت امام نے اس چھوٹے
نور نظر کو سینہ سے لگا کر سپاہ دشمن کے سامنے پہنچے اور فرمایا کہ میں
تمام کنبہ تو تمہاری بے رحمی اور جو رد جفا کے نذر کر چکا اور اب
اگر آتش بغض و عناد جوش پر ہے تو اس کے لئے میں ہوں۔ یہ شہر
بچے پیاس سے دم توڑ رہا ہے اس کی بے تابی دیکھو اور کچھ شربت بھی
رحم کا ہو تو اس کا حلق تر کرنے کو ایک گھونٹ پانی دے دو۔ جفاکار
سنگدل پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا اور ان کو ذرا رحم نہ آیا۔ بجائے پانی کے
ایک بد بخت نے بیمار ابو علی اصغر کا حلق پھیدتا ہوا امام کے بازو
میں بیٹھ گیا۔ امام نے وہ تیر کھینچا بچے نے تڑپ کر جان دے دی

بِاللّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ (سوانح کربلا ص ۱۲۴)

کیوں جناب صدیقی صاحب اب بھی ظالموں کی حمایت میں اپنا
علم چلاؤ گے۔ اب تو ظلم کی حد ہو گئی۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ اس
یزیدی بے رحم فوج کا سالار کون تھا؟ یقیناً اس فوج کا سالار عمر بن
سعد تھا۔ جیسا آپ نے بھی اسی کتاب کے صفحہ ۷۳ پر لکھا ہے۔ کہ آخر
ابن سعد آیا فوج کو ہدایت کی۔ اس نے کہا دیکھو عورتوں کے خیمہ میں ہرگز
کوئی نہ جاوے اور اس بیمار لڑکے سے کوئی تعرض نہ کرے اور جس نے
ان کا کچھ سامان لوٹا ہو واپس کر دے۔

اب ثابت ہو گیا کہ اس قدر ظلم و ستم کرنے والی فوج کا افسر عمر بن
سعد تھا۔ اور عمر بن سعد کے حکم سے ہی ہنر فرات پر پانچ صد فوجیوں
کا پہرا لگا دیا گیا تھا تاکہ اہل بیت میں سے کسی کو پانی نہ مل سکے۔
چنانچہ ابو محمد مصلیح (شہید کربلا قرآن کی روشنی میں) کتاب میں لکھتے ہیں۔
اسی اثنا میں ابن زیاد کے پاس یزید کا ایک خط آیا۔ جس کے متعلق
اس نے حضرت امام کو لکھا۔ اے حسین تمہارے متعلق مجھے یزید نے لکھا
ہے کہ میں تمہیں یزید کی بیعت پر راضی کروں۔ اور اگر یہ نہ ہو سکے تو
تمہیں قتل کر ڈالوں اور سر یزید کے پاس بھیج دوں۔ لہذا میں تمہیں
نصیحت کرتا ہوں کہ تم یزید کی بیعت قبول کر لو۔ یہ شکل دیگر لڑنے مرنے

پر تیار ہو جاؤ۔ اس خط کا حضرت امام عالی مقام نہیں بلکہ آپ کے غلامان غلام میں سے کسی باغیرت ایمان دار پر بھی کیا کوئی اچھا اثر ہو سکتا ہے؟ کیا صلح و صفائی اس جذبہ کے تحت ممکن تھی؟ اور کیا حضرت امام کے اعتراض اور مطالبہ کا اس میں کوئی جواب ہے؟ نہیں بلکہ باطل پر جسے رہنے پر اصرار ہے۔ طاقت پر گھنڈ ہے اور قوت کا مظاہرہ ہے۔ امام عالی مقام نے فرمایا کہ میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں قاصد نے واپس ہو کر حضرت امام کے غیظ و غضب کا حال بیان کیا۔ تو ابن زیاد کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اب اس نے اپنے احکامات کے تحت آپ اور آپ کے رفقاء پر پانی بھی بند کر دیا۔ چنانچہ عمرو سعد کی سپہ سالاری میں عمرو بن الحجاج پانچ سو سواروں کا افسر بنا کر فرات کے کنارے خاص کر اسی غرض کے لئے متعین کیا گیا کہ حضرت امام اور ان کے ساتھیوں کو پانی کا ایک قطرہ بھی نہ پہنچ سکے۔

(تہذیب کر بلا قرآن کی روشنی میں ص ۱۲۶)

کیوں جناب اب بھی پانی کا بند کرنا تسلیم کرو گے یا نہیں؟ یا اپنی عادت کے موافق سب راویوں کو کذاب لکھ کر اپنا نامہ اعمال سیاہ کرتے چلے جاؤ گے؟ خدا سے ڈرو خواہ مخواہ یزید اور یزیدیوں کی محبت میں جھوٹ لکھ لکھ کر اپنی عافیت خراب نہ کرو اور جو لکھ چکے ہو اس

تو بہ نامہ شائع کرو۔ کیونکہ بزرگان دین کے علاوہ آپ جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی کذاب لکھ چکے ہیں جیسے اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اب صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں بے ادبی کرنے والے کا حکم سنئے یا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو برا نہ کہو۔ پس اگر ثابت ہو کہ ایک تم میں سے خروچ کرے۔ راہ خدا میں ماسد کوہ احد کے سونامہ پہنچے تو اب اس کا مد ایک ان کے کو اور نہ ادھے مد کو۔ اور ملاحظہ فرمائیے۔

فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ جس وقت کہ دیکھو تم ان لوگوں کو کہ برا کہتے ہیں میرے اصحاب کو پس کہو کہ لعنت خدا کی ہو تمہارے اس فعل بد پر۔ اب فیصلہ تم کو کہ یہ خدا کی لعنت کا حکم کس پر جاری فرمایا جا رہا ہے۔ کیا تم بھی اس حکم کی زد میں آ سکتے ہو یا نہیں؟ یونکہ تم نے تو جلیل القدر صحابہ کو کذاب لکھ کر سخت بے ادبی کی ہے اور امام حسین رضی اللہ عنہ پر نکتہ چینی بھی کی ہے۔

اب ایک مشہور حدیث شریف بخاری شریف سے نقل کرتا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان سے کسی شخص نے محرم کی بابت پوچھا کہ وہ مکھی کو قتل کر دے تو کیسا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اہل عراق مکھی کے قتل کا مثلہ پوچھتے ہیں حالانکہ

انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے بیٹے کو قتل کر دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دونوں میرے دنیا کے بھول ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ اگر حضرت امام کا کوثر جانا خطا ہوتا اور امام برحق پر خروج ہوتا تو ان کا قتل کیا جانا حتی تھا تو اس پر ابن عمر رضی اللہ عنہما عواقبوں پر تصریح نہ کرتے بلکہ انہیں داد دیتے کہ تم نے اچھا کیا۔ اسی سے معلوم ہو گیا کہ یزید پلید باطل پر تھا اور امام عالم مقام کا اس کی بیعت سے انکار کرنا حتی تھا اور امام کی شہادت خون ناحق تھی۔

اب ایک حوالہ خدام الدین لاہور ۲۰ جولائی ۱۹۷۳ء ص ۱۳۷ سے نقل کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی گستاخیوں کا رد کرتے ہوئے لکھے ہیں۔ اور امام حسین کے لئے نازیبا کلمات خبیث باطن کا پتہ دے رہے ہیں اور ایک بات یہ بھی ہے کہ امام حسین طاغوتی طاقتوں کے خلاف نبرد آزما ہوئے اور ظالم حاکموں کے خلاف جہاد کرتے ہوئے جان دے دی۔ اس کے برعکس پنجابی بنی سامراجی آقاؤں کا حاشیہ بردار تھا۔ اس نے جہاد کی تیغ محض اس لئے کی۔ کہ سامراج کے خلاف اٹھنے والی تحریکوں کو دبایا جائے۔ ظاہر ہے کہ جو سامراج کی اطاعت کے رنگ میں رنگین ہو وہ اسوہ حسین رضی اللہ عنہ کو تو کسی طرح نہیں اپنا سکتا۔ وہ اپنا غصہ اور دل کی بھڑاس کچھڑا اچھا کر ہی نکال سکتا

ایسے جابر اور فاسق بادشاہ کی عادت بد کی تغیر کے دو طریقے تھے اب فعل سے ایک قول سے۔ دیگر صحابہ کرام نے قول سے کیا۔ امام عاتقاً نے فعل سے کیا۔ فعل سے کرنا افضل تھا تو اسے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ثانیان شان افضل پر عمل کرنا تھا وہی انہوں نے کیا۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ یزید کے جو حالات امام عالی مقام کے علم میں تھے۔ اس کے پیش نظر نہ اس کی خلافت درست تھی اور نہ فرمان رسول کے پیش نظر امام کو خاموش رہنا ممکن تھا۔ تو امام عالی مقام نے جو کچھ کیا وہ سب حق کیا یزیدیوں نے امام کے خلاف جو کچھ کیا وہ سب ظلم وعدوان تھا۔ آئیے اب حدیث کرمیہ سے امام عالی مقام کا حق پر ہونا ثابت کریں۔ حدیث اول مشکوٰۃ شریف حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ سر اقدس اور ریش مبارک گرد آلود ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا بات ہے۔ ارشاد فرمایا ابھی حسین کے مقتل میں تشریف فرما تھا۔ حدیث دوم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں میں نے ایک دن خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا دوپہر کے وقت زلف مبارک منتشر چہرہ الزہر پر گرد ہے۔ دست مبارک میں ایک شیشی ہے جس میں خون ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ خدا ہوں یہ کیلئے؟ ارشاد فرمایا یہ حسین اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے جسے آج جمع کرتا رہا ہوں۔ ابن عباس کہتے ہیں میں نے یہ وقت خیال میں رکھا حضرت حسین اسی وقت شہید ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مقتل میں تشریف لانا خون کے قطر دل کا جمع فرمانا اس بات کی دلیل ہے اور اصحاب امام کا ہر قطر خون حمایت حق و باطل میں بہا ہے۔ لہذا اثابت

ہوا کہ امام عالی مقام حق پر تھے اور یزید اور یزیدی باطل پر تھے۔ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب میں فرماتے ہیں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ جو تمام اولیاء کے سرتاج اور قبلہ اہل بلا اور قیبلہ دشت کربلا۔ اہل طریقت آپ کے درستی حال پر متفق ہیں کہ آپ امر حق میں نہ کے تابع تھے۔ جب امر حق مفقود ہوا تو آپ نے تلوار کھینچی اور جب تک جان عزیز کو خدا کے نام پر قربان نہ کر لیا۔ آپ کو اس وقت تک چین نہ آیا۔ حضور اقدس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانیاں آپ ذات مقدس میں پائی جاتی تھیں اور وہ نشانیاں آپ ہی کے ساتھ تھیں۔ (ظہر المظلوم ص ۱۱)

اس سے بھی ثابت ہوا کہ حضرت امام عالی مقام مظلوم شہید حق پر تھے اور یزید پلید اور تمام یزیدی باطل پر تھے اور اس دور کے تمام یزیدی علماء باطل پرست ہیں۔

بخاری شریف میں ہے ایک بار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو گود میں اٹھالیا تھا اور فرما رہے تھے میرے ماں باپ تم پر قربان تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہو، علی رضی اللہ عنہ کے مشابہ نہیں ہو تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے ہنس رہے تھے۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم ص ۴۱)

اور اسی جگہ بخاری شریف میں ایک حدیث اور بھی موجود ہے۔
جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی آپ کے اہل بیت (کی خدمت اور محبت میں) ہے۔ کیوں جانا۔ آپ بھی صدیقی کہلاتے ہیں؟ جو یزید کی محبت میں اس درجہ خود رفته ہیں کہ بخاری شریف کی حدیث اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اہل بیت کے ساتھ بھی آپ کو نظر نہیں آتی۔ حالانکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خود فرما رہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی اہل بیت کی خدمت اور محبت میں ہے نہ کہ یزید کی محبت میں۔ اگر آپ واقعی صدیقی ہیں تو آپ پر لازم ہے کہ آپ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چل کر اپنے صدیقی ہونے کا ثبوت پیش کریں۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ پر نکتہ چینی سے باز آجائیں۔ خیر اسی میں ہے۔ کیونکہ حضرت امام عالی مقام جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ اور یہ ٹکٹ آپ کو آپ کے نانا پاک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل چکا ہوا ہے جس کو کوئی یزیدی چھین نہیں سکتا۔ لیکن آپ کے پاس کوئی جنتی ہونے کی سند نہیں۔ جب آپ کو اپنے جنتی یا دوزخی ہونے کا علم ہی نہیں، تو آپ کو جنتی نوجوانوں کے سردار پر نکتہ چینی کرنے کا کیا حق پہنچتا ہے؟ اور یہ بھی یاد رکھو کہ جو جنتی نوجوانوں کے سردار ہوں وہ خلیفہ برحق کے باغی نہیں ہو سکتے۔ اور اگر خلیفہ برحق کے باغی ہوں تو وہ جنتی نہیں

ہو سکتے ہیں جہاں جنت کے جوانوں کے سردار ہوں۔ اور اسی سے
 یہ بھی ثابت ہو گیا کہ یزید پلید خلیفہ برحق نہ تھا اور نہ اس کی خلافت
 درست تھی۔ کیونکہ جنت کے جوانوں کے سردار نے اس کی بیعت
 نہیں کی۔ اس لئے کہ وہ فاسق و فاجر تھا۔ اگر آپ بھی اپنی نجات چاہتے
 ہیں تو فاسق و فاجر ظالم شرابی کی حمایت سے باز آجائیں۔ اور اہل بیت
 اطہار کی محبت اختیار کریں اور امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ
 نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص شان سے بھی گریز کریں۔ کہیں ایسا
 نہ ہو کہ گستاخان اہل بیت کی ہنرست میں آپ کا نام بھی دج ہو جائے۔
 اب ذرا مولوی حسن محمد نوکھڑی کی مزاج پرسی کی ضرورت ہے کیونکہ
 نوکھڑی صاحب اپنی کتاب سیدنا حسین اور امیر یزید میں لکھتے ہیں کہ
 سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو
 شہید کیا جاتا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ باغیوں کا مقابلہ کر سکتے تھے
 مگر آپ نے ایسا نہ کیا۔ ہم پھر بھی سیدنا علی المرتضیٰ کو خلیفہ برحق مانتے
 ہیں۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سیدنا ظہر رضی اللہ عنہ سیدنا زبیر
 دونوں عشرہ مبشرہ سے ہیں کو شہید کرتے ہیں مگر پھر بھی خلیفہ برحق ہیں
 سیدنا علی المرتضیٰ نے تقریباً ایک لاکھ صحابہ و تابعین کا خون بہایا مگر
 پھر آپ کی خلافت و حقانیت میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا۔ سیدنا علی رضی اللہ

ت میں کفار کا ایک ایجن بھی فتح نہیں ہوا۔ آپ کی خلافت کا سارا
 مصحابہ و تابعین کے کشت خون میں صرف ہوا۔ تاہم آپ کی خلافت
 درست تھی اور امارت امارت تھی حق کی خلافت اور حق کی امارت تھی۔
 فیوں اور غیر حنفیوں کو بس بے چارہ یزید ہی ماتھ آیا۔
 جو چاہا منہ سے کھول کر کہہ دیا جو چاہا قلم سے لکھ دیا۔ مکھی
 تھی مارنا اس گروہ کا شیوہ بن گیا۔ حقائق کو پس پشت ڈال دیا۔
 ہر مرد پاروائیوں کو اپنا مذہب بنالیا۔ (سیدنا حسین اور یزید ص ۴۴)
 ناظرین کرام غور فرمائیے نوکھڑی صاحب کی اس تحریر کو بار بار
 پڑھیے اور نوکھڑی صاحب کے علم کی داد دیجئے۔ لیکن آپ کو پھر بھی
 یزید نہیں آسکتی کہ مصنف کتاب کیا فرما رہے ہیں؟ یہ تو عجیب قسم کا
 قیاس ہے کہ خلیفہ برحق اور خون ناحق؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کہ
 خلیفہ برحق بھی ہو اور خون ناحق کا حکم بھی کرے؟ اگر آپ مولا علی
 رضی اللہ عنہ کو واقعی خلیفہ برحق مانتے ہیں۔ تو خلیفہ برحق کا کوئی حکم
 در کوئی کام کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف
 نہیں ہو سکتا۔ تو پھر آپ کو کیا حق حاصل ہے؟ کہ خلیفہ برحق پر
 کشت خون ناحق کا الزام لگائیں اور آپ پر نکتہ چینی کریں اور یہ جو
 خلیفہ برحق پر الزام تراشی نکتہ چینی اور کشت و خون وغیرہ کا آپ نے

بہتان لگایا ہے۔ اس کا آپ کے پاس کیا ثبوت ہے؟ کوئی اسمانی
 آپ کے پاس آ رہی ہے؟ یہ ظلم عظیم ہے۔ جو کہ خلیفہ برحق حضرت
 مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کی شان میں سخت بے ادبی اور گستاخی ہے
 شاید یہ مصنف کتاب خارجی ہے۔ نوکھروی صاحب کیا آپ جانتے ہیں
 کہ مولا علی حیدر کرام شیر خدا رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی کون ہیں۔ اگر نہیں
 جانتے تو اب جان لو۔ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کے داماد ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیٹی حضرت
 فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے سر تاج ہیں۔ حسین کریمین رضی اللہ عنہما کے
 والد ماجد ہیں اور نوکھروی بد نصیب کو کیا علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے مولا علی رضی اللہ عنہ کی شان میں کیا ارشاد فرمایا؟ مشکوٰۃ
 شریف میں ہے۔ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ علی
 رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور علی رضی اللہ عنہ دوست
 اور ناصر ہر مومن کا ہے اور ایک حدیث میں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا جو شخص کہ میں اس کا دوست ہوں پس علی دوست اس کا ہے
 یعنی جس کو میں دوست رکھتا ہوں پس علی رضی اللہ عنہ دوست رکھتا
 ہے اس کو۔ اور ایک حدیث میں ہے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
 نے۔ نہیں دوست رکھتا علی رضی اللہ عنہ کو منافق اور نہیں دشمن رکھتا

ان کو مومن یعنی مومن کامل۔ اور طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے
 روایت کی ہے کہ جو شخص میرے اصحاب کو بُرا کہے گا اس پر اللہ اور فرشتوں
 اور سب لوگوں کی لعنت ہے اور طبرانی کی ایک روایت میں آیا۔ حضرت
 علی رضی اللہ عنہ سے کہ جو انبیاء کرام کو بُرا کہے اس کو قتل کیا جائے اور
 جو میرے اصحاب کو بُرا کہے اس کو دُوسے لگائے جائیں۔

(شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری)

نوکھروی صاحب آپ اپنے آپ کو دیکھیں کہ آپ کون ہیں؟ آپ کی
 شخصیت کیا ہے؟ وہ تو شہنشاہ ولایت ہیں۔ وہ تو شیر خدا ہیں۔ وہ
 تو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں ان کو تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت
 کا ٹکٹ مل چکا ہے۔ وہ تو خیر القرون میں ہیں۔ آپ تو ثمر القرون میں
 سارے تیرہ سو سال بعد پیدا ہوئے ہیں۔ آپ کو تو اپنے جنتی دوزخی ہونے
 ہونے کا کوئی علم نہیں ہے۔ ان کے دست مبارک میں تو جنت کا ٹکٹ
 موجود ہے جس کو کوئی بزمی نہیں چھین سکتا۔ پھر آپ ایسی ذابت
 مقدس پر نکتہ چینی کر کے کیوں اپنی عاقبت کو خراب کر رہے ہو؟ جبکہ
 آپ خود مولا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو برحق مان چکے ہو۔ اگر آپ کو
 خلیفہ برحق مان کر بھی آپ نے بہتان تراشی نکتہ چینی کرنی ہے جیسے
 کر چکے ہو تو پھر آپ کو خلیفہ برحق کیوں مانتے ہو؟ ایسا عقیدہ تو منافقانہ

ہے۔ جس سے سوائے ذلت و رسوائی کے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اس سے باز رہنا چاہیے۔ آپ کی خیرا ہی میں ہے۔ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے بے شمار فضائل حدیثوں میں موجود ہیں۔ یہ تو صرف چند حدیثیں نقل کی گئی ہیں کہ شاید آپ کے ہوش و حواس درست ہو جائیں، اور اس خارجی عقیدہ سے باز آجائیں۔

اور یہ جو صفحہ ۴۱ پر آپ نے لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل نے یزید کو صحابہ میں درج کیا ہے۔ یہ تو امام صاحب پر سراسر بہتانِ عظیم ہے۔ اگر آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے تو پیش کرو۔ یہ تو آپ کی جہالت کا بین ثبوت ہے۔ اگر آپ اپنی جہالت کی وجہ سے صحابی کی شرطِ اول کو نہیں جانتے تو امام صاحب پر یہ بہتان کیوں لگاتے ہو۔ امام صاحب تو خوب جانتے ہیں کہ صحابی وہ ہوتا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو ایمانی حالت میں اپنی سر کی آنکھوں سے دیکھے اور ایمان پر ہی اس کا خاتمہ ہو۔ اور یزید بلیہ ۱۵ سال جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ۲۵ھ میں پیدا ہوا تھا۔ تو صحابی کیسے بن گیا؟ یہ سب یزید بلیہ کی محبت کا آپ پر غلبہ ہے جس کی وجہ سے آپ بزرگانِ دین پر طرح طرح کے بہتان لگا کر اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں۔ خدا آپ کو ہدایت کرے۔

صفحہ ۳۲ پر آپ لکھتے ہیں۔ اب عمرو بن سعد سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امام عالی مقام نے اس کے سامنے تین شرائط پیش کیں کہ ان میں سے کسی ایک بات کو منظور کر لو۔

- ۱۔ مجھے سرحدات کی طرف نکل جانے دو کہ وہاں جا کر جہاد کروں۔
 - ۲۔ مجھے موقعہ دو کہ میں براہِ راست یزید کے پاس پہنچ جاؤں۔
 - ۳۔ مجھے واپس مکہ جانے دو تاکہ باقی زندگی عبادت میں گزار دوں۔
- ابن زیاد ظالم نے لکھا کہ ہمیں یہ تجویز منظور نہیں۔ بس بات ایک ہی ہے کہ وہ میری بیعت کریں۔ ابن سعد نے یہی بات سیدنا حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچا دی۔ آپ نے فرمایا ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس پر آپس میں لڑائی چھڑ گئی۔ (البدایہ والنہایہ ص ۱۱ جلد ۸)

نو کھر دی صاحب آپ کے اسی حوالہ سے ثابت ہو گیا کہ امام عالی مقام کسی حالت میں یزید کی بیعت کرنا نہیں چاہتے تھے اس لئے کہ وہ فاسق و فاجر تھا۔ جیسے میں اس سے پہلے صدیقی صاحب کی کتاب حادثہ کربلا کا حقیقی پس منظر کے رد میں لکھ چکا ہوں اور مستند کتابوں کے حوالے دے چکا ہوں تو آپ کو یہ لکھنے کا کیا فائدہ ہوا؟ کہ مجھے یزید کے پاس لے چلو تاکہ آپ اس کے ہاتھ پر بیعت کر لیں؟ فاسق کی بیعت ہی نہ کرنے

کے لئے امام عالی مقام نے سارے کا سارا کتبہ خدا کی راہ میں قربان کر دیا اور خود بھی شہید ہو گئے۔ اگر یزید کی بیعت کرنا ہی مقصود ہوتی۔ تو یزید کے نائب کے ہاتھ پر بھی ہو سکتی تھی۔ یزید کے پاس جانے کی کیا ضرورت تھی؟ مگر یزید کی محبت میں مرنے والوں کو اس راز کا علم کیسے ہو سکتا ہے؟

اب ایک اور بات کا جواب دیجئے اس کو آپ نے صفحہ ۳۷ پر لکھا ہے کہ یزید نے ایک مرتبہ اور کہا۔ ابن مرجانہ پر خدا کی لعنت واللہ اگر میں حسین کے ساتھ ہوتا اور وہ میرے سامنے اپنی شرائط پیش کرتے تو میں اسے ضرور منظور کر لیتا۔ میں ان کی جان ہر ممکن ذریعہ سے بچاتا اگرچہ ایسا کرنے میں خود میرے کسی بیٹے کی جان چلی جاتی۔ لیکن خدا کو وہی منظور ہونا تھا جو ہو چکا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یزید نے ابن زیاد کو لعنت طامت تو کی۔ مگر اس کو سزا بھی کوئی نہ دی؟ یزید اس ظالم قاتل کو کوئی سزا بھی تو دیتا، معزول کر دیتا یا کم از کم اس سے باز پرس ہی کرتا۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

یزید نے ابن زیاد پر لعنت تو کی اور اسے برا بھلا بھی کہتا رہا اس پر آئندہ کیا ہوگا (اور میرا کیا بنے گا) لیکن نہ تو اس ناپاک حرکت پر اسے معزول کیا۔ نہ بعد میں اسے کچھ کہا اور نہ ہی کسی کو بھیج دیا کہ وہی اس کی

طرف سے جا کر اس کا یہ شرمناک عیب اسے جتلائے اور قائل کرے۔
(البدایہ والنہایہ ص ۲۰۳)

کیوں جناب نوکھردی صاحب یہ بھی تو حافظ ابن کثیر ہی کی روایت ہے۔ ایسی روایتوں کو نقل کیوں نہیں کرتے؟ آپ تو مولا علی بشیر خدا رضی اللہ عنہ پر اعتراض کر چکے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا جاتا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ باغیوں کا مقابلہ کر سکتے تھے۔ مگر آپ نے ایسا نہ کیا۔ کیا یہی اعتراض یزید پر نہیں ہو سکتا تھا؟ کیوں نہ امام عالی مقام اور آپ کے ساتھیوں کے خون کا بدلہ لیا گیا؟ کیا یزید میں یہ طاقت نہ تھی؟ مگر یہ سارا کام ہی یزید کے حکم سے ہوا تھا تو قاتلوں کو سزا کیوں دی جاتی؟ ابن زیاد کو بصرہ سے بلا کر یزید نے ہی کوفہ کا گورنر مقرر کیا تھا اور نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا تھا جبکہ ابن زیاد کو کوفہ کا گورنر ہی اسی کام کے لئے مقرر کیا گیا تھا تو ابن مرجانہ کو سزا کیسے ملتی؟ ابن زیاد نے جو کچھ کیا یزید پلید کے حکم سے کیا۔ تاریخ کی بے شمار کتابیں یزید کے ظلم و ستم کی اب تک شہادت دے رہی ہیں۔ اور پھر تنقوڑ سے ہی عرصے بعد مختار نے امام عالی مقام کے قاتلوں کو چن چن کر قتل کیا اور طرح طرح کی سزائیں دے کر ان سب کو جہنم واصل کیا مگر یزید کسی قاتل کو سزا نہ دے سکا اور یہ اس بات کی تین دلیل ہے۔

کہ امام عالی مقام اور اہل بیت اطہار کا اصل قاتل یزید ہی تھا اور اسی کے حکم سے یہ ظلم عظیم ہوا۔ جس کو میں نے اسی کتاب میں مستند حوالوں سے ثابت کر دیا ہے۔ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ بھی پیش کر چکا ہوں۔ جب لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ معرکہ کربلا کے وقت حق تعالیٰ کس طرف تھا تو آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ میزان عدل پر تھا۔ آخر کار یزید کے ظلم و تشدد پر امام حسین رضی اللہ عنہ کا صبر غالب آیا۔ (بستان المحدثین ص ۳۵۱)

اصل میں حقیقت یہ ہے کہ امام عالی مقام حسین رضی اللہ عنہ کا یزید اور یزیدیوں کے مقابلہ پر کھڑا ہونا نہ طلب خلافت کے لئے تھا نہ حصول جاہ و اقتدار کے لئے۔ بلکہ مظلوموں کو ظالموں کے پنجوں سے رہائی دلانے کے لئے تھا۔ چنانچہ فتاویٰ عزیزی میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کا یزید کے خلاف کھڑا ہونا دعوائے خلافت راشدہ کی بنا پر نہ تھا۔ جو تیس سال گزرنے پر ختم ہو چکی تھی بلکہ رعایا کو ایک ظالم (یزید) کے ہاتھ سے چھڑانے کی بنا پر اور ظالم کے مقابلہ میں مظلوم کی اعانت و اجابت (دین) میں سے ہے۔ (فتاویٰ عزیزی ص ۲۱)

۷۔ قتل حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

حضرت مفتی احمد یار خاں صاحب شان حبیب الرحمن کتاب میں
تحریر فرماتے ہیں :-

حضرت امام حسین اس لئے سید الشہداء ہیں کہ از آدم تا این دم
کسی نے ان جیسی مصیبتیں نہ اٹھائیں۔ کربلا کے میدان میں غازی بھی تھے
پر دیسی مسافر بھی اور مہاجر بھی تین دن کے متواتر روزہ دار بھی بچوں اور
گھریلو کو راہ الہی میں لٹانے والے بھی۔ انوکھے غازی بھی کہ عین نماز میں
شہید ہوئے۔ چونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ حسن و حسین جو انان جنت
کے سردار ہیں اور چلبے ہیں یہ کہ سردار میں سارے ماتحتوں سے زیادہ کمال
ہوں۔ اس سے پہلے بظاہر حضرت حسین نہ مہاجر تھے نہ مجاہد نہ غازی
اگر اسی حالت میں ان کے سر پر سرداری کا عمامہ باندھ دیا جاتا تو ممکن
تھا کہ کوئی جنتی سمجھتا کہ ہمارے سردار میں فلاں کمال نہیں۔ مرضی الہی تھی
کہ ایک کربلا میں یہ سارے منازل طے کر لئے جائیں۔ آپ کا ہر وصف
نرالا ہے۔ نہ آپ جیسا کوئی غازی گذرانہ روزہ دار نہ غازی اور نہ
ایسا جلوس کسی کا نکلا۔ سب لوگ نماز کے لئے یا وضو کریں یا تیمم مگر آپ

کی آخری نماز وہ تھی جس کیلئے نہ وضو تھا نہ تیمم۔ جب پانی پینے ہی کو نہ تھا تو وضو کا ہے سے کرتے اور رہا تیمم تو تیمم ہاتھ سے ہوتا ہے منہ اور کھائی پر ہوتا ہے اور خشک مٹی سے ہوتا ہے۔ مگر وہاں زخموں سے نہ چہرہ محفوظ تھا نہ کھائی اور جب ریت پر ہاتھ مارا تو وہ خون کچڑ بن گیا۔ اب بتاؤ تیمم کیسے کریں۔

۵۔ نہ مسجد میں نہ بیت اللہ کی دیواروں کے سایہ میں نماز عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سایہ میں

ایک حدیث پاک میں ہے کہ

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی مدینہ والوں سے مکرم و فریب کرے گا وہ نمک کی طرح گھل گھل کر ہلاک ہوگا، کیا یہ پیشگوئی یزید پر نہیں صادر آتی کہ حقوڑے ہی دلوں بعدِ حق درسل کی بیماری میں گھل گھل کر تباہ و ہلاک ہوا۔

۶۔ نہ زیاد کا وہ رستم رہا نہ یزید کی وہ رہی جفا جو رہا تو نام حسین کا جسے زندہ رکھتی ہے کربلا

اللہم صل علی سید محمد علی الہی صاحبہا بآرک وسلم

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ غیروں کی نظر میں!

مسٹر جیمس کارکن: (عیسائی) "دنیا میں رستم کا نام بہادری میں مشہور ہے۔ لیکن کوئی شخص ایسے گزرتے ہیں جن کے سامنے رستم کا نام لینے کے قابل نہیں۔ بہادری میں اول درجہ کا مرتبہ حسین بن علی کا ہے کیونکہ میدانِ کربلا میں ریت پر لڑائی اور کربلا کی حالت میں جس شخص نے ایسا کام کیا ہو اس کے سامنے رستم کا نام وہی شخص لے گا۔ جو تاریخ سے واقف نہیں۔"

مسٹر آرتھر این مشن - سی۔ آئی۔ اسی:-

"حسین میں صبر و استقلال، زور اخلاق کے وہ اعلیٰ جوہر اور کمالات موجود تھے۔ جو عام انسانوں میں نہیں پائے جاتے۔ اس لئے حسین کی ذات خود ایک معجزہ ہے۔ حسین کی بہادری اور شجاعت کی مثال شاید ہی دنیا کبھی پیش کر سکے۔ اقوامِ عالم کی تاریخ کبھی کوئی ایسا سورا پیش نہ کر سکی۔ جو ہزاروں سے یکجا و تنہا اڑا ہو۔ اور یہ رضا و رغبت لڑنے پر تیار ہو گیا ہو۔"

سر چارچ ٹلس (عیسائی):-

"کون ہے۔ جو امام حسین کی حق و صداقت کو بلند کرنے والی اس لڑائی کی توہین کے بغیر نہ سکے گا۔ دوسروں کے لئے جینے کا اصول اور کمزوروں دکھیاؤں کی امداد کو اپنا مقصد حیات بنانے کی بے نظیر مثال امام حسین کی بے لوث شخصیت سے زیادہ روشن اور کہیں نہیں مل سکتی۔ جنہوں نے اپنی تیز لپٹے محبوب ترین بیٹے کو اور ساتھیوں کی جان کی بازی لگا دی۔ لیکن ایک ظالم اور طاقتور بادشاہ کے سامنے سر جھکانے سے انکار کر دیا۔"

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حدیث قیصر (قسطنطنیہ) کا صحیح مفہوم

ام حرام سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت میں سب سے پہلے جو لوگ دریا میں جنگ کریں گے ان کے لئے جنت واجب ہے ام حرام کہتی ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں ان ہی میں ہوں۔ آپ نے فرمایا تم انہی میں ہو۔ ام حرام کہتی تھیں کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت میں سب سے پہلے جو لوگ قیصر (شاہ روم) کے پارتخت میں جنگ کریں گے وہ مغفور ہیں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں ان لوگوں میں ہوں فرمایا نہیں۔ (تجزیۃ البخاری مترجم ص ۵۲)

اس حدیث پاک کا صحیح مفہوم بیان کرنے کے لئے موجودہ دور کے جید علماء کرام کے ارشادات نقل کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

سب سے پہلے حضرت علامہ الحاج البوداؤد مولانا مفتی محمد صادق صاحب نڈلہ النالی کا بیان نقل کرتا ہوں۔ ملاحظہ ہو۔ "آج کل یزیدی خارجی ٹولہ جس کی ترجمانی دیوبندی دہائی مکتب فکر کر رہا ہے۔ اپنی تقاریر و کتب و رسائل میں بخاری شریف کی ایک روایت کی آڑ میں یزید کو قطعی جنتی ثابت کرنے کے لئے بہت ہاتھ پاؤں مار رہا ہے حالانکہ یہ ان کی غلط فہمی و مغالطہ ہے۔ زیر بحث حدیث کا مضمون یہ ہے میری امت کا جو پہلا لشکر دریا میں جہاد کریگا۔ (اوجہوا) اس نے اپنے لئے جنت واجب

کر لی۔ پھر فرمایا۔ میری امت کا جو پہلا لشکر مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر جہاد کریگا وہ مغفور لھم ہوگا۔ (اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے) (بخاری شریف ص ۴۱) اس حدیث کے دو حصے ہیں۔ اور یزیدی ٹولہ دوسرے حصہ سے یزید کو قطعی جنتی ثابت کرنا چاہتا ہے۔ قطع نظر اس سے کہ اس میں یزید کا نام ہے۔ نہ لفظ جنت مذکور ہے۔ مقام عجیب ہے۔ کہ یزید یزیدی نے فضائل اہل بیت، فضائل صحابہ، فضائل مدینہ فضائل مکہ و احکام شرعیہ پر مشتمل جن بے شمار احادیث کی صریح مخالفت و سنت کی خلاف ورزی کی ہے۔ حامیان یزید کو ان احادیث کا تو کوئی احترام و پاس نہیں۔ اور دفاتر احادیث میں ان کی نظر اگر پڑتی ہے۔ تو صرف اس ایک حدیث پر جس میں ان کے بقول ان کے ممدوح کا قطعی جنتی ہونا مذکور ہے۔

وائے نا انصافی :- و بددیہتی۔ بہر حال اب حدیث زیر بحث کے متعلق جوابات ملاحظہ فرمائیں۔ (۱) اول :- پیش نظر حدیث اہل سنت و جماعت کے مسلک کے مطابق نبی غیب دان کے علم غیب شریف کی ایک واضح دلیل ہے کہ آپ نے بعد میں ہونے والے واقعات کا مدتوں پہلے بیان فرما دیا۔ کیا مداحان یزید و منکرین علم غیب اس حدیث کی بنا پر علم غیب پر بھی ایمان لائیں گے؟

دوم :- حضرت مولانا موصوف نے ایک عظیم الشان نکتہ بیان فرما کر حدیث شریف کا صحیح مفہوم بیان فرما دیا۔ (سبحان اللہ) فرماتے ہیں۔ اگر مغفور لھم کے تمام شرکاء بھی پہلے لشکر کی طرح جنتی ہیں۔ تو پھر ان کے متعلق اوجہوا کیوں نہیں فرمایا۔ جب حضور نے پہلے لشکر کے متعلق اوجہوا اور دوسرے کے متعلق مغفور لھم فرما کر فرق

فرمایا۔ تو پھر کسی کو کیا حق پہنچتا ہے۔ کہ دوسرے لشکر کو قطعی جنتی قرار دے کہ مغفور لہم کا مفہوم بھی اوجہ واک کی طرح بیان کرے۔ یہ بھی آپ کے علم غیب کا مظاہرہ ہے۔ کہ بعض اقوال کی بنا پر جس دوسرے لشکر میں یزید تھا۔ اس کے متعلق صرف مغفور لہم فرمایا ہے پہلے لشکر کی طرح اوجہ واک نہیں فرمایا۔ کہ انہوں نے اپنے لئے جنت واجب کر لی ہے تاکہ کوئی یزید کے جنتی ہونے کی دلیل نہ پکڑے۔

مضموم ۱۔ امام ابن حجر عسقلانی، امام بدر الدین عینی اور امام احمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہم جیسے اکابر محدثین و شارحان بخاری میں سے کسی نے بھی اس حدیث سے یزید کا قطعی جنتی ہونا مراد نہیں لیا۔ بلکہ ابن مہلب کے اس قول کا تعقب ورد فرمایا ہے۔ کہ اس حدیث میں یزید کی منقبت ہے۔ اور یہ تصریح فرمائی ہے کہ مغفور لہم کا مصداق وہی ہوگا۔ جس میں شرط مغفرت موجود ہوگی۔ اور (یزید کی طرح) عموم میں کسی کا دخول اس کو لازم نہیں کہ وہ دلیل خاص سے خارج نہ ہو۔ کیا چودھویں صدی کے حامیان یزید طاعن مذکورہ محدثین و شارحان بخاری کی نسبت حدیث بخاری کو زیادہ سمجھتے ہیں؟ چھٹا ضمیمہ:۔ شارحین بخاری کے رد و تعقب کے علاوہ ابن مہلب کا قول خود نامکمل و تشنہ ہے۔ جب تک امام حسین رضی اللہ عنہ کی شخصیت واقعہ حرہ و کربلا کے بعد یزید کے متعلق ان کا پورا موقف سامنے نہ لایا جائے۔ اس وقت تک ان کا نامکمل قول بذات خود کوئی حجت نہیں۔ الغرض حدیث زیر بحث سے یزید کا قطعی جنتی ہونا قطعاً ثابت نہیں۔ یہ محض حامیان یزید کی غلط فہمی و غلط بیانی ہے۔ قطعی جنتی امام حسین ہے۔ جو جو انہیں جنت کا بھی سردار ہے۔ (رضی اللہ عنہ)

ناظرین حضرات یہ تھوڑا سا مضمون میں نے آپ کے اشتہار جو آپ نے حدیث قسطنطنیہ کے متعلق شائع کیا ہے۔ اور بہت سے دلائل سے ثابت کیا ہے۔ کہ یزید یزید کا قطعی جنتی ہونا اس حدیث شریف سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ یہ اشتہار هزاروں کی تعداد میں کئی بار چھپ کر پاکستان اور بیرون ممالک کے کئی شہروں میں تقسیم ہو چکا ہے۔ جو مکتبہ رفائے مصطفیٰ چوک دارالاسلام گوجرانوالہ سے مل سکتا ہے۔ متنگا کر ضرور برضو ملاحظہ فرمائیے۔

فتویٰ: یزید یزید پر لعنت کرنا جائز ہے۔

(مفتی غلام رسول صاحب۔ مدرس دارالعلوم نقشبندیہ علی پور سیداں شریف)
حدیث قسطنطنیہ

سائل نے جو حدیث قسطنطنیہ پیش کی ہے اس کو امام بخاری نے اپنی کتاب بخاری باب الجہاد فہم میں ذکر کیا ہے۔ اس حدیث کے راوی حضرت عباد بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لشکر رومیوں کے ساتھ جہاد کو گیا۔ وہ مغفور لہم ہے۔ یعنی ان کی مغفرت کی بشارت ہے۔ اس حدیث میں یزید کا لفظ نہ نہیں ہے۔ البتہ امام بدر الدین عینی شارح بخاری لکھتے ہیں کہ یہ لشکر قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھیجا تھا۔ اور امیر لشکر سفیان بن عوف تھے۔ یزید نہیں تھا۔ اور اس لشکر میں حضرت ابن عباس اور عبداللہ بن عمر وغیرہ تھے۔ ان اکابر صحابہ کا یزید کیسے سردار بن سکتا تھا۔

علامہ عینی کہتے ہیں۔ کہ میں کہتا ہوں کہ بہت ظاہر یہی ہے کہ یہ کبار صحابہ سفیان بن عوف کے ساتھ تھے۔ یزید بن معاویہ کے ساتھ نہیں تھے۔ اور نہ ہی یزید بن کاسپہ سالار تھا۔ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یزید اس لشکر میں موجود تھا تو یہ بھی یزید اس بشارت عظمیٰ (مغفور لہم) سے اس طرح خارج ہے۔ جیسے کہ وہ لوگ خارج ہیں۔ جو اس جنگ میں شامل ہوئے لیکن بعد میں انہوں نے اتنا دیکھا۔ لہذا یہ حدیث مقید ہے۔ بایں معنی کہ ان کے لئے مغفرت ہے۔ جو کہ ایمان پر فوت ہوئے۔ ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے سامنے کسی شخص نے یزید کو امیر المؤمنین کہا۔ تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اسے کوڑے لگوائے۔ اگر یزید مومن ہوتا تو اسے امیر المؤمنین کہنے میں کیا حرج تھا؟ جبکہ یزید اپنے وقت میں حاکم بھی تھا۔ گویا کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ یزید کو مومن نہیں سمجھتے تھے۔ اسی لئے مومن کا امیر کہنے سے اس کو کوڑے لگوائے۔ بہر صورت حدیث مقید ہے۔ جیسے کہ علامہ بدرالدین عینی اور حافظ ابن حجر عسقلانی اور دیگر محدثین نے ذکر کیا ہے۔ اور یزید مغفور لہم کی بشارت سے خارج ہے۔ اور یزید پر رحمت اور اس کی تکفیر جائز ہے۔

(مفتی) غلام رسول صاحب
دارالعلوم نعت شہید علی پور سیدان شریف

ناظرین حضرات! اب میں حدیث قسطنطنیہ کے متعلق دیوبندی حضرات کے حکیم الاسلام مولوی محمد طیب صاحب کا بیان نقل کرتا ہوں بلا حذر و احتیاط۔ یہ حدیث عام ہے۔ اندر بلاشبہ اس کا وعدہ مغفرت بھی جہاد قسطنطنیہ کے ہر شریک کے لئے عام ہے۔ جن میں یزید بھی داخل ہے مگر انہی قدرتی شرائط کے ساتھ جو طبعاً ایسے مواقع پر قواعد شرعیہ کے تحت ملحوظ ہوتی ہیں۔ مثلاً حدیث نبوی میں ارشاد ہے۔ "أمتی أمة مرحومة میری امت اُمت مرحومہ ہے۔ (جس کے تمام افراد کے لئے جو قیامت تک آنے والے ہیں۔ رحمت اور مغفرت موعود ہے) مگر اسی شرط کے ساتھ کہ وہ اُمت اجابت میں شامل رہیں مگر معاذ اللہ کوئی مرتد ہو کر امت دعوت میں چلا جائے۔ تو دوسری نصوص سے اس حدیث کی تخصیص ہو جائے گی۔ اور وہ فرد اس وعدہ سے خارج ہو جائے گا۔ اس سے اس حدیث کا یہ وعدہ قدرتی طور پر بشرطاً اجابت ہو گا۔ مطلقاً نہ ہو گا۔ اسی طرح یہاں بھی جہاد قسطنطنیہ کے سب شرکاء کے لئے وعدہ مغفرت عام ہے۔ مگر اسی طبعی شرط کے ساتھ کہ یہ لوگ انہی قلبی کیفیات و احوال اور باطنی نیات و جذبات پر باقی رہیں جن کے ساتھ انہوں نے اس وقت جہاد کیا تھا۔ لیکن بعد میں اگر کسی کے قلبی احوال بگڑ جائیں اور تقویٰ کے وہ مقامات باقی نہ رہیں۔ جو بوقت جہاد تھے۔ تو طبعاً وہ حکم مغفرت بھی اس خاص فرد کے حق میں باقی نہ رہے گا۔ مثال کے طور پر مسلم و بخاری ہی کی ایک روایت کو لے لیجئے۔ کہ آدمی اہل جنت کا عمل کرتے کرتے جنت سے اتنا قریب پہنچتا ہے کہ اس میں اور جنت میں بالشت بھر کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ مگر نوشتہ تقدیر

سامنے آجاتا ہے۔ اور وہ جہنم میں چلا جاتا ہے۔ اور ایسے ہی برعکس ظاہر ہے کہ یہ جنت و نار کی انجام کار تبدیلی احوال کی تبدیلی ہی پر دائر ہے۔ اندر میں موت اس شخص کی نیکی کرتے رہنے کے دور میں ہر شخص اسے یہی کہے گا کہ فلاں آدمی تو جنتی ہے۔ لیکن غور کیا جائے تو جنتی درحقیقت اس آدمی کو نہیں کہا تھا بلکہ اس کے احوال و اعمال کو کہا جاتا ہے۔ وہ جب بھی بدل کر جہنمی ہو جائیں گے جب ہی پہلا حکم بدل جائے گا۔ اور یہ شخص بھی جہنمی کہلانے لگے گا۔ ٹھیک اسی طرح جہاد قسطنطنیہ والی حدیث بشارۃ مغفرت کے عموم میں یزید بھی شامل تھا جس کے معنی یہ تھے۔ کہ اس کے اس وقت کے احوال و اعمال مقبول یا مضور تھے۔ جب وہ بدلے تو طبعاً وہ بشارت بھی اس کے حق میں باقی نہ رہی۔ اب اگر بدلے ہوئے حالات میں بھی کوئی پہلے ہی حکم کی رٹ لگائے جائے۔ تو یہ شریعت کے اصول و قوانین کا معارضہ ہے۔ پس جب یزید کا اچھا حال تھا۔ بشارت قائم تھی۔ جب بدل گیا۔ تو بشارت بھی اٹھ گئی۔ جہاد قسطنطنیہ کے وقت کے احوال و قیامات اور تھے۔ تو بشارت مغفرت دے دی گئی اور بعد کے حالات اور تھے۔ تو وہ بشارت باقی نہ رہی۔ جس کے یہ معنی ہوئے۔ کہ وہ تبشیر مغفرت پہلے ہی سے ان احوال کے ساتھ مشروط تھی۔ جو قضا معلق کی شان ہوتی ہے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ واقعات سے اقرب اس حدیث کی تشریح یہ ہے۔ کہ جہاد قسطنطنیہ سے یزید کی سابقہ سیأت کی مغفرت کر دی گئی۔ تو وہ مغفور لہم میں حقیقتاً داخل ہو گیا۔ لیکن بعد کی سیأت کی مغفرت کا اس میں کوئی وعدہ نہیں تھا۔ اس لئے اس نے اس کے فسق کا

حکم دوسرا ہو گا۔ اس صورت میں مغفور لہم کو ایسا ابدی حکم سمجھنا کہ یزید کے مرتے ہی تک کے تمام فسق و فجور کی مغفرت ہو گئی۔ یا وہ ہمیشہ کے لئے سیآت سے محفوظ اور معصوم بنا دیا گیا محض ذہنی افتراء ہے۔ حدیث کا مدلول نہیں۔ (شہید کربلا اور یزید صفحہ ۱۴۰-۱۴۱-۱۴۲-۱۴۵ مصنف قاری محمد طیب صاحب)
مہتمم دارالعلوم دیوبند۔

ناظرین حضرات میں نے یہ چند حوالے موجودہ دور کے جید علماء کے قلم سے لکھے ہوئے اس لئے نقل کئے ہیں کہ چونکہ موجودہ دور کے یزیدی ملاؤں نے بھی اسی دور میں یزید پلید کو اسی حدیث شریف سے قطع جتنی ثابت کرنے کے لئے بہت شور مچا رکھا ہے۔ اور اٹری جوتی کا نذر لگا رکھا ہے۔ اور یہ خیال نہیں کرتے کہ یزید پلید نے بعد میں کیسے کیسے ظلم و ستم کئے ہیں۔ جن کو نہ بیان کیا جاسکتا ہے۔ اور نہ ان کی کوئی کیفیت بھی بتلائی جاسکتی۔ جس کا تصور اس حال اسی کتاب میں پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

دوبند کی بند سی حضرات کے اکابر میں سے مفتی محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کا بیان میں نے اس لئے نقل کیا ہے۔ کہ یزید خارجی گروہ کی ترجمانی دیوبندی واپائی مکتب فکر کی کر رہا ہے۔ شاید اپنے مفتی کا یہ بیان پڑھ کر ہی یہ لوگ یزیدی خارجی گروہ کی حمایت سے باز آجائیں اور اپنے نامہ اعمال کو سیاہ نہ کریں۔

اللہم صل علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم

۷۸۶
۹۲

عقرب چهار بر منکر وسیلہ الہیہ

”قرآن مجید و حدیث شریف کی روشنی میں“

وسیلہ کاشفوت

از قلم

مولانا علامہ محمد اسماعیل نقشبندی
(رحمۃ اللہ علیہ)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ

الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ

وَعَلَىٰ أَهْلِ بَيْتِكَ يَا حَبِيبَ اللَّهِ

نجدی وہابی کے پمفلٹ کا دندان شکن جواب

نجدی وہابی حضرات نے ایک پمفلٹ شائع کیا ہے جس میں لکھا ہے کہ قرآن و حدیث میں بہت سی دعائوں کا ذکر ہے اور براہ راست ہے کسی واسطہ و وسیلہ کے بغیر انبیاء نے کسی ہستی کا واسطہ دیا نہ ان کے اصحاب نے۔ پھر حق محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) طفیل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صدقہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یا بحق فلان، طفیل فلان، صدقہ فلان کیسے اور کیونکر جائز ہوگا۔ جو کام اللہ کے نبیوں نے نہیں کیا۔ ان کے اصحاب نے نہیں کیا۔ بس میں خیر تو کیا ہوگا۔ اٹھا گناہ ہے۔ بلکہ اگر کسی کی وفات کے بعد اسے دعا میں سفارشی بنا کر پکارا جائے۔ جیسا کہ آج لوگ قبروں میں مدفون حضرات کو پکارتے ہیں۔ مثلاً یا داتا یا پیر و شکیں یا غوث یا بلال فرید یا عبد القادر جیلانی یا امام بڑی یا سلطان بابو۔ یا بلھے شاہ یا فلان یا فلان حتیٰ کہ یا علی اور یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یا رسول اللہ ہماری مدد فرمائیں اللہ ہماری سستا نہیں۔ آپ کی مدد نہیں کرتا۔ آپ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ تو یہ گناہ شرک کے زمرہ میں اگر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم کے عذاب کا سبب ہوگا۔ یہی تو کفار کلمہ کا عقیدہ تھا۔ جس کو اللہ نے قرآن میں اس طرح بیان کیا ہے ترجمہ:- یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ (مورۃ یونس آیت ۱۸)

ناظرین کرام: یہ کوئی محراب صاحب توحیدی ہیں۔ جو حافظ آباد روڈ گورنمنٹ کالج میں کسی مسجد کے خطیب ہیں۔ جو ہر قسم کے واسطے اور وسیلے کے منکر ہیں۔ حالانکہ توحیدی صاحب اپنی پیدائش سے لیکر اب تک اور اب سے لیکر اپنی موت تک بلکہ اپنی موت کے بعد بھی واسطے اور وسیلے کے محتاج ہیں۔ کیونکہ آپ ماں باپ اور والدی کے وسیلے سے پیدا ہوئے۔ اور ماں باپ کے وسیلے سے پرورش پائی۔ استادوں کے وسیلے سے تعلیم حاصل کی۔ اور مولوی صاحب بنے۔ اور بہت سے شاگردوں کو قرآن پاک پڑھا کر خود ان کا وسیلہ بنے۔ اور نہ جانے کب

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے خلاف ہی ان کا قلم چلتا ہے۔ اور بتوں کی ابتدا کو مسلمان حضرات پر چسپاں کر دیتے ہیں اور شرک و بدعت کے فتوے لگانا لوگوں کا کام ہے۔ حالانکہ خود بھی یہ لوگ غیر اللہ کی مدد کے قائل ہیں۔ دیکھو توحیدی صاحب نے خود بھی غیر اللہ کو اجرت دے کر پمفلٹ کی کتابت کروائی۔ خدا تعالیٰ سے براہ راست دعا مانگی کہ یا اللہ لکھا ہوا بھیج دے پھر اس کے بعد پریس والوں کے پاس گئے اور فرمایا اس کو چھاپ دیں میں تمہیں اجرت دیتا ہوں۔ خدا سے براہ راست دعا مانگی کہ یا اللہ تو یہ پمفلٹ چھپا ہوا بھیج دے۔ پھر اپنے شاگردوں کو حکم دیا کہ اس کو تقسیم کرو۔ غرضیکہ یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ شرک و بدعت کے فتوے لگانے والے اور مسلمانوں پر بتوں کی آیتیں چسپاں کرنے والے خود بھی شرک و بدعت کا مرض میں گرفتار ہیں اور کب تک گرفتار رہیں گے؟ یہ نہیں سوچتے کہ یہ عالم اسباب ہے۔ دیکھو جناب علیہ السلام جب آسمان سے دو فرشتوں کے کاغذوں پر ہاتھ رکھ کر تشریف لائیں گے۔ تو مسجد کے مینار پر کھڑے ہو کر امام صاحب کو فرمائیں گے کہ میری منگاؤ۔ امام مہدی رضی اللہ عنہ فرمائیں گے کہ آسمان سے آگئے ہو تو اسی طرح بیٹھے بھی آجاؤ۔ علیہ السلام فرمائیں گے کہ نہیں یہ عالم اسباب ہے۔ چنانچہ سیرٹھی لائی جائے گی تو حضرت علی علیہ السلام ٹھہر کے راستے سے نیچے تشریف لائیں گے۔ یہاں اس حدیث سے یہ بات اچھی طرح ثابت ہوگئی کہ یہ جہان عالم اسباب ہے۔ یہاں ہر کام اسباب کے ذریعہ طے پاتا ہے۔ توحیدی صاحب نے صفحہ ۳۳ پر سورۃ اعراف سے ایک آیت کریمہ کا چھوٹا سا ٹکڑا اکٹھا دیا ہے۔ اور زبردست یہ خیانت کی ہے کہ پوری آیت نہیں لکھی۔ حالانکہ اگر پوری آیت لکھتے تو رد روشن کی طرح ثابت ہو جاتا کہ یہ آیت بتوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ صرف اس قدر لکھ دیا ہے۔ ترجمہ، "جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تم ہی جیسے بندے ہیں"۔ اب میں پوری آیت کریمہ کا ترجمہ نقل کر کے ثابت کر دوں گا کہ یہ آیت بتوں کے حق میں نازل ہوئی تھی جس کو توحیدی صاحب نے مسلمانوں پر چسپاں

کر دیا ہے۔ ترجمہ: "بے شک وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری طرح بندے ہیں یعنی اللہ کے مملوک و مخلوق بندے تو انہیں پکارو۔ پھر وہ تمہیں جواب دیں۔ اگر تم سچے ہو"۔ پھر ساتھ دلی آیت میں فرمایا "کیا ان کے پاؤں ہیں۔ جن سے چلیں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے گرفت کریں؟ یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے دیکھیں یا ان کے کان ہیں وہ سنیں"۔ اس آیت کا شان نزول مد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بت پرستی کی مذمت کی تو بتوں کی عاجزی اور بے اختیاری کا بیان فرمایا۔ تو مشرکین نے دھمکا یا اور کہا کہ تیرے کو برا کہنے والے تباہ ہو جاتے ہیں اور مباد ہو جاتے ہیں۔ یہ بت انہیں ہلاک کر دیتے ہیں۔ اس پر آیت نازل ہوئی کہ بتوں میں کچھ قدرت سمجھتے ہو اور میری نعمان رسائی میں ان سے مدد لو۔ اور تم بھی جو کرو فریب کر سکتے ہو۔ میرے مقابلہ میں کرو۔ اور اس میں دیر نہ کرو۔ مجھے تمہاری اور تمہارے معبودوں کا کچھ پرواہ نہیں اور تم سب میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ یہ آیت سورۃ اعراف کی ۱۶۵ اور ۱۹۵ کا بیان ہے۔ جو ترجمہ اور معنی شان نزول بیان کیا گیا ہے۔ اب یہاں سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ بخدی وہابی لوگ بتوں کی آیتوں کو مسلمانوں پر چسپاں کرنے کے عادی ہیں۔ کیونکہ خداوند کی گنتیوں کے پاؤں اور ہاتھ انہیں کان وغیرہ کا بیان فرما کر ثابت کر دیا ہے کہ یہ آیتیں سب بتوں کے حق میں نازل ہوئی ہیں۔ جو توحیدی صاحب نے مسلمانوں پر لگا کر

اپنا نامہ اعمال سیاہ کر رہے ہیں۔ اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ اسی طرح آپ نے حدیث پاک کا بھی انکار کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ قحط کے وقت بارش کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی چھت کو کھولنے والی روایت صحیح نہیں کیونکہ اسکا راوی سعید بن زید اور امام کا شکار تھا۔ نیز اسکا ایک راوی بن الفضل آخری عمر میں حدیث میں اختلاط (گڈگڈ) کرنے لگا تھا۔ یہ حدیث ثریٰ تو مشکوٰۃ باب اکرامات میں موجود ہے جس کا انکار پرلے درجے کی جہالت ہے۔ ابواحمد زائس روایت

جو مشہور تابعی ہیں۔ ان کا نام اوس بن عبداللہ انزی ہے۔ کہ مدینہ منورہ میں سخت قحط
پڑ گیا۔ تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی۔ یعنی دعا قرائیں اور کچھ
تغیر بتادیں۔ پس فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا نے۔ کہ دیکھو نعم! حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی طرف
غور کرو۔ حضرت کی قبر سے ایک طاق بناؤ و طرف آسمان کے یہاں تک کہ نہ ہو درمیان
قبر کے اور درمیان آسمان کے چھت۔ پس کیا لوگوں نے جو کچھ فرمایا تھا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا
نے نہیں بوس گئے مینہ یہاں تک کہ پیدا ہوئی گھاس اور فریہ ہوئے اور یہاں تک کہ
پھول نکلیں کوکھیں انکی چرنے سے کثرت چرنی سے پس نام رکھا گیا۔ اس سال کسال فتق
(یعنی زانی کا) نقل کی مددی نے مشکوٰۃ شریف۔

توحیدی کا سفید جھوٹ لکھتے ہیں۔ آدم علیہ السلام کے متعلق
مشہور ہے کہ انہوں نے محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کا واسطہ دے کر اللہ سے دعا کی تھی یہ روایت جھوٹی ہے (معاذ اللہ) میں
کہتا ہوں کہ یہ توحیدی مولوی کا سفید جھوٹ ہے۔ یہ حدیث شریف دیوبندی حضرات کے
حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے نشر الطیب میں لکھی ہے۔ لکھتے ہیں۔ حضرت عمر بن
خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدم
(علیہ السلام) سے خطا کا ارتکاب ہو گیا تو انہوں نے جناب باری تعالیٰ نے عرض کیا کہ اے پروردگار
میں آپ سے بواسطہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درخواست کرتا ہوں کہ میری مغفرت ہی کر دیجئے
سو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا حالانکہ
میں نے ان کو پیدا بھی نہیں کیا۔ عرض کیا۔ اے رب میں نے اس طرح پہچانا کہ جب آپ
نے مجھ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔ اور اپنی شرف دی ہوئی روح میرے اندر چھوٹی تو میں نے
سر جو اٹھایا۔ تو عرش کے پایوں پر یہ لکھا ہوا دیکھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ سو
میں نے معلوم کر لیا۔ کہ آپ نے اپنے نام پاک کے ساتھ ایسے ہی شخص کے نام کو ملایا ہوگا۔
جو آپ کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہوگا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ اے آدم تم سچے
ہو۔ واقعی وہ میرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارے ہیں۔ اور جب تم نے ان کے

واسطہ سے مجھ سے درخواست کی ہے۔ تو میں نے تمہاری مغفرت کی۔ اور اگر محمد صلی اللہ
علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔ (نشر الطیب ص ۳۵ و ۳۶) یہ روایت شاہ احمد
سعید محدث دہلوی نے اپنی کتاب سعید البیان میں بھی نقل کی ہے۔ جو اس طرح ہے۔ جبکہ آدم
(علیہ السلام) بہشت سے نکلے گئے۔ دعا کی یاں معفون۔

سہ یارب گناہ بخش، پیغمبر کے واسطے

کہ رحم مجھ پر اس شہ کوثر کے واسطے

جناب الہی سے ارشاد ہوا کہ اے آدم۔ تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شفیع کیا واسطے
ایک گناہ لینے کے۔ اگر ہائے گناہان اہل آسمان و زمین کے حبیب میرے کو شفیع لانا۔
میں عفو کرتا۔ (سعید البیان ص ۹)

دراصل مولوی توحیدی صاحب علم دین نے بے خبری۔ جو ایسے پھٹلے خالچ کر کے
مخلوق پہلی کو گمراہ کرنے میں مصروف ہیں۔ خدا تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہدایت دے۔

مولوی توحیدی کی جہالت کا زبردست ثبوت

لکھتے ہیں۔ ہاں نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعا اصحاب کے لئے وسیلہ ضرورتی۔
اصحاب آپ سے بخشش کے لئے یا دیگر مشکلات میں دعا کی درخواست کرتے تھے تو آپ ان
کے لئے اللہ سے دعا کرتے تو اللہ ان کی مشکلات کو دور فرما دیتے۔ دیتے لفظ غلط
ہے۔ بلکہ دینا چاہیے تھا۔ (محمد اسماعیل) یہ آپ کی زندگی میں تھا۔ آپ کی وفات
کے بعد صحابہ کبھی بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر دعا کو انہیں نہیں گئے۔ وہ جانتے
تھے کہ فوت ہونے کے بعد انسان کا اس دنیا سے تعلق ٹوٹ جاتا ہے اور کسی کو اس جہان
کی کچھ خبر نہیں ہوتی۔ یہ بھی آپ کی ڈبل جہالت ہے۔ جو بات شرک ہوگی۔ اس کے حکم میں
زندہ اور مردہ انسان و جن و ملک و غیرہ تمام مخلوق الہی یکساں ہیں کہ غیر خدا کوئی بھی ہو۔
خدا کا شرک نہیں ہو سکتا۔ طلب دعا میں شرک ہو تو ہرگز یہ حکم فقط اموات کے لئے نہیں
نہ ہوگا۔ بلکہ تقیاً احیاء سے دعا کرانی بھی حلیم ہوگی۔ اور یہی آپ کی جہالت کا بڑا ثبوت

ہے پھر کس بل بوتے پر آپ توحیدی کہلاتے ہیں؟

پھر انبیاء و کرام علیہم السلام کے متعلق اپنے قلم سے لکھتے ہو کہ کسی کو اس جہان کی کچھ خبر نہیں ہوتی۔ کیا ان حدیثوں کا آب انکار کرتے ہیں؟ جن میں ارشاد ہوا کہ سب انبیاء و علیہم السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کی۔ اور جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج شریف کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ اس کے علاوہ دیگر حوالے پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) میرا یہ گمان ہے کہ میرے باپ کے منہ پر ڈالو۔ ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ پھر جب خوش سناٹے والا آیا۔ اس نے وہ گزرا حضرت یعقوب علیہ السلام کے منہ پر ڈالا۔ اسی وقت اس کی آنکھیں پھر آئیں۔ (سورۃ یوسف پ ۱۳) یعقوب علیہ السلام نابینا ہو گئے تھے۔ ان کی اس مصیبت کو یوسف علیہ السلام نے اپنی قمیض کے ذریعہ مدد فرمایا اور ان کی مشکلتاں کی۔ قمیض سے شفا دینا مافوق الاسباب مدد ہے۔

(۲) عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں اللہ کے حکم سے شفا دیتا ہوں۔ مادرزاد اندھوں کو اور کوڑھیوں کو اور مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔ (سورۃ آل عمران پ ۱)

انہما کوڑھی ہونا بلا ہے۔ جسے عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے دفع کر دیتے تھے لہذا اللہ کے پیارے فاضل البلاء ہوتے ہیں۔ یعنی مافوق الاسباب مشکلتاں فرماتے ہیں۔ (۳) جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم سے کہا کہ میں تمہارے رب کا قاصد ہوں۔

ایا ہوں تاکہ تمہیں متھرا بیٹا دوں (سورۃ آل عمران پ ۳) معلوم ہوا کہ حضرت جبرائیل اللہ کے حکم سے بیٹا بخشتے ہیں۔ اور بندوں کی حاجتیں پوری کرتے ہیں۔

(۴) اور جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں۔ تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں (سورۃ النساء پ ۵)

اس آیت نے بتایا کہ جو گناہوں کی بیماری میں پھنس جاوے۔ وہ حضور کے شفاخانہ

میں پہنچے وہاں شفا ملے گی۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فاضل البلاء ہیں۔ اور مافوق الاسباب گناہ بخشوا دیتے ہیں۔ شفاعت کیلئے مدینہ پاک میں حاضری ضروری نہیں۔ کسی لئے فی المذبح نہیں ضرور یا گیا۔ جہاں بھی ہو قلب سے اس بارگاہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ کیونکہ ہر دل ان کی جلوہ گاہ و ناز ہے۔

سنا ہے کہ رہتے ہیں آقا فقط مدینہ میں غلط ہے کہہ رہے ہیں وہ عاشقوں کے سینہ میں اور یہ حکم حاضری قیامت تک حیروں گنہگاروں کے لئے ہے۔ فقط زندگی کے زمانے سے خاص نہیں کیونکہ ادغام ہے۔

• ایک شخص حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد روضہ مبارک پر حاضر ہوا اور یہی آیت پڑھ کر عرض کرنے لگا کہ یا حبیب اللہ ہم نے یہ حکم سنا۔ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے اور اللہ سے بخشش چاہئے۔ آپ کے دروازے پر حاضر ہوا ہوا تو میرے گناہ کی بخشش میرے رب سے کروائیے۔ اس پر قبر شریف سے ندا آئی کہ تیری بخشش کی گئی ہے (شان حبیب الرحمن معترفہ حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ص ۳۶) اس واقعہ اور اس آیت سے چند مسائل بھی ثابت ہوئے۔

• خدا کے مقبولوں کو وسیلہ بنانا ذریعہ کامیابی ہے۔ • بزرگوں کی قبر پر حاجت روائی کے لئے جانا جائز ہے اور جاؤ گ میں داخل ہے۔ • بعد وفات کے مقبول بندوں کو یا اے کے ساتھ پکارنا جائز ہے۔ • اللہ کے مقبول بندے مدد فرماتے ہیں۔ اور ان کی دعا سے حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ چالیس ابدال شام میں رہتے ہیں۔ صبح کی برکت سے بارش ہوتی ہے۔ اور دشمنوں پر فتح حاصل کی جاتی ہے۔ اور شام والوں سے عذاب دور رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے بعد وفات بھی دفناتے ہیں

مشکوٰۃ شریف باب فی المعراج میں لکھا ہے کہ معراج شریف کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے ۵۰ نمازیں اللہ تعالیٰ فرض کیں۔ واپسی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ یا حبیب اللہ یہ نمازیں تو بہت ہیں کہ کرائی جائیں۔ اب بارگاہ رب العزت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مابین مکرار کی بار بار حاضری ہوتی رہی اور پانچ پانچ کم ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ پانچ وہ گئیں۔ ثابت ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد اس میں شامل ہے۔ کیونکہ جناب موسیٰ علیہ السلام نے ہی بار بار مشورہ دے کر پچاس نمازوں سے پانچ کر دوائے ہیں اور محبوب پاک کا بارگاہ خداوندی میں بار بار جانا اور پچاس نمازوں کی بجائے صرف پانچ کر دانا بھی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے زبردست امداد میں شامل ہے۔ اگر نجدی دہائی لوگ موسیٰ علیہ السلام کی اس امداد کے منکر ہیں۔ جو کئی سو سال پہلے وصال فرما چکے تھے۔ تو ان کو پچاس نمازیں ہی پڑھنی چاہئیں۔ جب ایک پڑھو تو دوسری تیری کیلئے تیار ہو جاؤ۔ غرضیکہ کوئی اور کام کرنے کا موقع ہی نہ ملے۔ مستورات کو روٹی ہانڈی پکانے کا وقت ہی نہ ملے۔ سب کے سب بھوکے مرو۔ اور جہنم کا راستہ اختیار کر دو کیونکہ بزرگوں کی امداد کا انکار قرآن و حدیث شریف کا انکار ہے۔

جنگ ۹۶۵ء میں بزرگوں کی امداد کا ثبوت بعد وفات شریف

لاہور کے حکیم نیرواسطی کا بیان :- ”جب پاکستان پر حملہ ہوا تو مؤذن رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے روضہ مبارک سے حتیٰ علی الجہاد حتیٰ علی الجہاد حتیٰ علی الجہاد کی دعا بلند ہوتے لگی۔ مدینہ منورہ میں دیر سے لاہور کی ایک نہایت محترم خاتون مقیم ہیں۔ جو بڑی علیحدہ اور زاہدہ ہیں۔ اور جن کی زندگی کے بیشتر لمحات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جالیوں کے سائے میں گزرتے ہیں۔ فرماتی تھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ۱۴ ستمبر کی رات کو نہایت ادا میں دیکھا گیا۔ (۱) ایک صاحب نے جرج نام غلام دستگیر ہے۔ دیکھا کہ مسجد نبوی موابہ شریف کا دروازہ کھلا۔ پانچ خوبصورت جوان اللہ سے نکلے جن کے سروں پر سفید پردے دکھائی دیئے وہ باب السلام کی طرف بڑھے اور گھوڑوں پر سوار ہو کر دروازہ ہونے لگے چلتے وقت ان سے پوچھا۔ تو فرمانے لگے کہ ہم پاکستان جا رہے ہیں۔

(۲) مدینہ سے ایک شام جب احرام باندھ کر مکہ معظمہ جانے لگا۔ تو راستے میں بدر کا میدان اور مغرب کی نماز کا وقت آگیا تھا۔ ایک بدو امامت کر رہا تھا۔ نماز پڑھ کر وہ پوچھنے لگا کہ تم پاکستان سے آئے ہو۔ میں نے کہا کہ ہاں۔ اس پر وہ مجھ سے پوچھنے لگا کہ ارے ابھی تمہیں فتح نہیں ہوئی۔ میں نے کہا۔ ابھی پوری فتح نہیں ہوئی۔ اس پر وہ جھڑک کر بولا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ بدر کے سپاہی یہاں بے اٹھ کر تمہاری مدد کیلئے پاکستان جاتیں اور تمہیں فتح نہ ہو۔ (قومی دلیر گو جبرائیل علیہ السلام)

مدینہ شریف سے ایک خط :- مولوی محمود حسن صاحب کے عہد پر مولیٰ محمد انعام دیوبندی نے مدینہ منورہ سے کراچی میں نور محمد صاحب کو خط لکھا۔ کہ جس

روز لاہور پر حملہ ہوا۔ اسی شب میں ایک دو حضرات نے خواب دیکھا کہ حرم شریف میں مجمع کثیر ہے۔ اور روضہ اقدس سے جناب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بہت غلغلہ میں تشریف فرما ہوئے۔ اور ایک بہت خوبصورت تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر بائیں اسلام تشریف لے گئے۔ بعض حضرات نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر جلدی گھوڑے پر کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ فرمایا پاکستان میں جہاد کرنے لئے اور ایک دم برق کی مانند ایک لمحہ میں کوہین تیز روانہ ہو گئے۔ پیچھے پیچھے حرم شریف سے ہی پانچ حضرات اور اس راستہ سے ایک موٹر میں سوار ہو کر ہوائی جہاز کی طرح پرواز کر گئے۔ اور ابھی بہت سے خطاب اس اثر میں اللہ کے نیک بندوں نے دیکھے

ہیں۔ دعا فرمائیے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ثابت قدم رکھے۔ اور بغیر جناب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فتح اور عزت عطا فرمائے۔ آمین۔

(روزنامہ امرت لاہور ۱۰ اکتوبر ۱۹۶۵ء بحوالہ رضائے مصطفیٰ اکوثر الزام ۲ جلدی اور خری) (۶) ایک نہایت معتبر شخص نے بیان کیا کہ ۵ ستمبر کو ایک شخص ایٹ آباد میں گھاس کاٹ رہا تھا کہ اس نے دو نوجوانوں کو گھوڑوں پر سوار پڑی تیری سے گذرتے دیکھا۔ تھوڑی دیر بعد جب گھاس کاٹ چکا تھا۔ اس نے ایک معمر سستی کو گھوڑے پر تیری سے گذرتے دیکھا۔ اس نے ان کو رکنے کا اشارہ کیا۔ اور گھوڑے کی راس پکڑ لی۔ اور پوچھا۔ آپ کون ہیں۔ انہوں نے جواب میں فرمایا۔ میں علی ہوں۔ سیالکوٹ پرنسپلستان حملہ کرنے والے اور میں وہاں جا رہا ہوں۔ پھر اس نے دریافت کیا کہ آپ سے پہلے جو دو نوجوان گئے تھے۔ وہ کون تھے۔ انہوں نے جواب دیا۔ حسن اور حسین تھے۔ گھاس نے جس کسی سے بھی یہ واقعہ بیان کیا۔ اس نے اس کا مذاق اڑایا اور بالآخر ۷ ستمبر کو سیالکوٹ پر ہمارے عیار اور نابکار دشمن نے حملہ کر دیا۔ دو فوجیوں کا بیان ہے کہ انہیں بزرگوں پر اعتماد نہیں تھا۔ لیکن انہوں نے اپنی آنکھوں سے سیالکوٹ کے محاذ پر ایک بزرگ کو گھوڑے پر سوار ہو کر لڑتے دیکھا اور ان کے صاف پر لکھا تھا۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اس قسم کے متعدد واقعات مشہور ہیں۔ (روزنامہ جنگ ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۶۵ء بحوالہ مذکورہ)

تقسیم اسلحہ "ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ وہ مجاہدین میں اسلحہ تقسیم کر رہے ہیں۔"

(روزنامہ کوہستان لاہور ۱۰ نومبر ۱۹۶۵ء بحوالہ تقریبی)

جنگی قیدیوں کا اعتراف

راولپنڈی ۱۰ اکتوبر نمائندہ جنگ :-

پاکستانی افواج نے یا رسول اللہ اور یا علی مدد کے نعرے لگاتے ہوئے بھارتی فوج کو بری طرح شکست دی۔ اس معرکہ میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے مجاہدین کے سروں پر موجود تھے۔ ۱۲ سو میل لمبے محاذ پر بزرگوں والے مجاہد۔ سفید لباس میں ایک بزرگ اور گھوڑے پر سوار ایک جڑی دیکھے گئے۔ چنڈہ کے نزدیک ایک نورانی خاندان کو مجاہدین کی امداد کرتے ہوئے۔ مجاہدین کے ساتھ یا رسول اللہ مدد کے نعرے لگاتے ہوئے دیکھا گیا۔ سرگودھا کے ہوائی اڈا پر ایک بزرگ اپنی جھولی میں ہم بیٹے ہوئے دیکھے گئے۔ لاہور۔ لغروال۔ چنڈہ اور سیالکوٹ میں اکثر خاندانوں کو شاہد دی گئی۔ اور بعض مقامات پر یا رسول اللہ یا علی مدد کے نعرے سنے گئے۔ سیالکوٹ شہر میں گولاباری سے پیشتر ایک بزرگ شہر کو خالی کرنے کی ہدایت کرتے رہے۔ اور باواز بلند کلام پاک پڑھتے رہے۔ مختلف محاذوں سے ان مجاہدین اور ایمان افروز معجزات کی اطلاعات ملتی رہی۔ ان معجزات اور میراثی قول واقعات کا اعتراف مسلمان نوجوانوں۔ مجاہدین، شہریوں کے علاوہ بھارت کے جنگی قیدیوں نے بھی کیا ہے۔

(روزنامہ جنگ کراچی ۱۲ اکتوبر ۱۹۶۵ء بحوالہ مذکورہ)

وہابی نجدی لوگ نعرہ یا رسول اللہ نعرہ یا علی کے منکر ہیں۔ مگر یہ تو تاریخی واقعات ہیں جو میرے پاس موجود ہیں۔ ان کو جھوٹ ثابت کرنا محال ہے۔

جہاں پاکستان میں محبوں خدا کی روحانی و عینی امداد کے متعلق شورش کشمیری کے رسالہ چٹان کا ایک مقالہ

"ستے تھے معجزوں کے زمانے گذر گئے" یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ اس جنگ میں تاثیر

ایزدی سرکار دو عالم کی پشت پناہی اور بزرگمان دین کی دعائیں شامل حال نہ ہوتیں تو شاید پاکستان

کو فتح مبین کی بجائے ناقابل شکست حالات سے درچار ہونا پڑتا۔ اکثر شیعہ ایسی باتیں مشاہدے میں آتی ہیں۔ جن کو بظاہر یقین نہیں آتا۔ کہ ایسا میں ہو سکتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسا ہوا ہے۔ باور کیجئے کہ اسلام اور صرف اسلام ہی ایک دفعہ پھر پاکستان کے مسلمانوں کی حفاظت اور عظمت و عظمت کے لئے ناقابل تسخیر قلعہ بن گیا اور یہ جگہ بھی اسلام کے روحانی قوت کا کرشمہ ثابت ہوئی۔ ان بے شمار مافوق الفطرت واقعات میں نہ تو مبالغہ آرائی کو کوئی دخل ہے اور نہ ہی زریب دہستان کے لئے یہ قلعہ کی گھنٹی ہے۔

پراسرار بزرگ :- ایک محاذ پر توپوں کے دہانے کھلے ہوئے تھے۔ بیسویں صدی کے بھارتی بیٹھے گولا بارڈ کر رہے تھے۔ پاکستانی مجاہد جوانی کا ردائی میں معروف تھے۔ کہ ایک سفید ریش بزرگ سادہ دیہاتی لباس میں عین مورچہ پر تشریف لے آئے اور توپچی کو گولا پھینکنے کے لئے نشانہ دہی کرنے لگے۔ آپ گھنٹ شہادت سے اشارہ کرتے کہ اس طرف گولا پھینکا جائے۔ چنانچہ ان کے کہنے کے مطابق توپ کا زوئیہ بول دیا جاتا۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ گولا ٹھیک ٹھیک نشانہ پر لگتا۔ جس کی وجہ سے دشمن کی صفوں میں زخموں کی پھیل جاتی بلکہ اس کے بھارتی ٹینک اور توپیں بھی ہر بار ہٹکارے ہو جاتیں۔ اور آخر کار بھارتی ٹینک پسپائی پر مجبور ہو جاتے۔ ایک دن۔ میجر کو خیال آیا یہ درویش کون ہیں۔ جو روزانہ محاذ پر پہنچائی کرتے ہیں۔ دوسرے دن صبح بزرگ موصوف کو خیمہ میں بلا گیا۔ اردو آفسر کا اشارہ پاتے ہی ایستادہ ہو گیا۔ سفید ریش بزرگ نے استفسار کیا گیا۔ آپ کون ہیں؟ اور کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ درویش بزرگ نے کچھ جواب نہ دیا۔ اور بیٹھے کا اشارہ کرتے ہوئے پانی طلب کیا۔ اردو می پانی لینے گیا۔ نو میجر کسی پر سیٹھنے کیلئے بڑھا۔ جو پہی توپہ دوسری طرف مبذول ہوئی۔ تو میجر نے دیکھا کہ وہ کرسی خالی ہو چکی ہے۔ جس پر بزرگ تشریف فرما تھے۔ میجر اور تمام لوگ حیران تھے کہ یہ کیا کرشمہ ہے۔ تلاش بسیار کے بعد بھی وہ بزرگ پھر اس محاذ پر نظر نہ آئے۔

(حوالہ مذکورہ)

شیخ خدا :- حکیم نیراسلی لاہور جنگ کے دنوں وطن عزیز سے باہر تھے۔ ان کا بیان ہے۔ کہ عموماً کرنے کے بعد جب زیارت بردھہ اظہر کیلئے یمن منورہ پہنچا۔ تو وہاں کے مشہور بزرگ حضرت مولانا عبدالغفور مہاجر مدنی نے دوران ملاقات فرمایا۔ کہ ایک رات حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے خواب میں ملاقات ہوئی۔ میں نے عرض کیا۔ آپ نجف شریف سے کیسے تشریف لے آئے۔ تو فرمایا۔ پاکستان پر کفار حملہ آور ہیں۔ اس لئے وہاں جہاد میں شرکت کے لئے جا رہا ہوں۔

میاں شیر محمد صاحب :- ایک عزیز دوست شرقپور سے روایت کرتے ہیں کہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خواب میں زیارت ہوئی تو آپ کا لباس گرو آؤد اود ہاتھ قدر سے میلے تھے۔ میں نے پوچھا۔ حضرت اس وقت کونسی کی معرفت ہے۔ تو آپ نے اشارہ فرمایا کہ محاذ پر جہاد جاری ہے۔ اود مجاہدین کی اعانت فرم رہے ہیں۔

حضرت داتا گنج بخش :- ایک صاحب تصور کے رہنے والے ہیں۔ اور ہر سہفتہ داتا گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضری دیا کرتے ہیں۔ وہ ایک دن حسب معمول مزار پر حاضر ہوئے تو کوشش بسیار کے باوجود صاحب مزار سے کوئی توجہ نہ مل سکی۔ اس پس و پیش کے عالم میں انہوں نے تین دن تک یہیں قیام کیا۔ آخری رات چند لمحات کے لئے زیارت ہوئی۔ تو حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ محاذ پر مصروف تھا۔ مگر کار و دعاں (صلی اللہ علیہ وسلم) کے فرمان کے مطابق تمام بزرگان دین پاکستان کی سرحدوں پر متعین کئے گئے ہیں۔ اور پاکستان کی حفاظت کے لئے جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔

سبز پوش بزرگ :- لاہور کی ایک جامع مسجد کے خطیب نے عمر بھر پر کھڑے ہو کر حلفیہ بیان کیا۔ کہ بھارتی فوجیوں اور ہوا بازوں کو جب پاکستان کی بہادر فوجوں نے گرفتار کیا۔ تو وہ حیران ہو کر پوچھتے تھے۔ کہ پاکستان کے وہ سبز پوش مجاہد کہاں ہیں۔ کہ ہم سخت حملہ کرتے تھے۔ لیکن وہ سبز پوش

بڑے اطمینان سے ہمارے حملہ کو ناکارہ بنا دیتے تھے اور ہمیں پسپائی پر مجبور کر دیتے اور انتہائی کہ بھارتی ہوا باز پاکستان کے ایک معروف شہر پر تقریباً اڑھائی سو بم گراتے ہیں۔ لیکن اللہ کے فضل سے اس شہر کے ہوائی اڈے کا بال بھی بیکا نہیں ہوتا۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا کرم نہیں۔ تو اور کیا ہے؟ الغرض ایسے لاتعداد واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنگ اللہ تعالیٰ کے فضل سے لڑی گئی ہے۔ اور خالق کون و مکان کے محبوب پیغمبر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بلے پائیاں فیض و برکت سے فتح پذیر ہوئی ہے۔ بلاشبہ ایسے فرقہ وادان و واقعات ہوئے ہیں جن کے چشم دید گواہ ابھی تک موجود ہیں اور ان کی صداقت سے کسی طرح بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ (ہفت روزہ چٹان پور، ۲۹ نومبر ۱۹۷۱ء) ناظرین کرام۔ ایڈیٹر چٹان شورش کاشمیری کٹر و ہائی اہل سنت کا دشمن ہے لیکن پھر بھی غیب اللہ کی لہر کا قائل ہے۔ کیونکہ حقیقت کو چھپایا نہیں جاسکتا۔

۱۔ صداقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصول سے خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

قبر شریف سے فیض :- اور سینہ :- ایک دن آپ رسید احمد صاحب حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاک قذافی کی مرتد متور کی طرف شریف لے گئے اور ان کی مرقد مبارک پر مراقب ہو کر بیٹھ گئے۔ اس اثنا میں ان کی روح پر فتوح سے کہی کو ملاقات حاصل ہوئی۔ اور آجانب یعنی حضرت قطب الاقطاب نے آپ پر نہایت قوی توجہ کی۔ کہ اس توجہ کے سبب سے ابتدا حصول نسبت حقیقیہ کا ثابہ ہو گیا۔ (صراطِ مستقیم ص ۳۷) معنی مولوی اکامیل مولوی وہابی حضرت کے بڑے مولوی۔

ثابت ہوا :- کہ بزرگوں کی قبروں پر فیض حاصل کرنے کے لئے حاضر ہونا جائز ہے۔ کیونکہ ان سے فیض ملتا ہے۔ کیونکہ آپ کے بڑے عالم مولوی اسماعیل کے پیر سید احمد بریلوی حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر انور پر حاضر ہو کر فیض لے رہے ہیں۔

جناب توحیدی صاحب :- ذرا ہوش و حواس کو درست فرما کر بخاری شریف کا مطالعہ فرمائیں۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی مخلوق شفاعت کے لئے بڑی بڑی شان والے انبیاء کرام علیہم السلام کے پاس پریشان ہو کر حاضر ہوگی۔ اول آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر شفاعت کے لئے عرض کرے گی۔ لیکن آدم علیہ السلام نفسی بیکار رہے اور فرمائیں گے "اذھبو الیٰ عنبی" کسی اور کے پاس جاؤ۔ نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ نوح علیہ السلام فرمائیں گے۔ کسی اور کے پاس جاؤ۔ ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے۔ نفسی نفسی تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ پھر ساری مخلوق الہی جناب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس حاضر ہوگی۔ اور شفاعت کے لئے عرض کرے گی۔ جن میں توحیدی صاحب بھی ہوں گے۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شفاعت کا دروازہ کھولیں گے۔ اس کے بعد شفاعت عام ہو جائے گی۔ اور انبیاء کرام علیہم السلام اولیاء عظام و شہداء کرام وغیرہ سب بارگاہ الہی میں شفاعت کریں گے۔ قیامت کے روز ایسے مصیبت کے وقت کوئی نبی و رسول یہ نہیں فرمائے گا کہ خدا کو پکارو۔ ہمارے پاس کیوں آئے ہو؟ جب خدا تعالیٰ براہ راست سننا ہے۔ بلکہ ہر رسول یہی فرمائے گا۔ کہ کسی اور کے پاس جاؤ۔ یعنی عیض اللہ کے پاس جاؤ۔ اگر عیض اللہ کے پاس جا کر مدد مانگنا شرک ہوتا۔ تو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کیوں مخلوق الہی کو عیض اللہ کے پاس جانے کی تعلیم دیں گے۔

بتائیے :- اگر آپ کے عقیدہ میں شرک ہے تو کیا معاذ اللہ انبیاء کرام علیہم السلام قیامت کے روز لوگوں کو شرک کی تعلیم دیں گے؟ استغفر اللہ۔



قہر رحمان (بر) منکر قرآن

سچی پوری برکت کے خان کی باطل عقائد کی کتاب "قیامت اور زندگی"
کارڈ اور ضروری
مسائل کا مدلل و مثبت جواب

قرآن شریف اور اناجیل شریف کی روشنی میں

از قلم

مولانا محمد اسماعیل نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

فہرست مضامین

صفحہ	مضامین	نمبر شمار
۴۰۷	مسیح علیہ السلام نہ خدا ہے نہ خدا کا بیٹا	۱
۴۱۰	مسیح معلوب نہیں ہوئے۔	۲
۴۱۳	انا جیل کا رد و بدل کا ثبوت	۳
۴۱۴	مسیح علیہ السلام کو زبان مبارک سے حضرت محمد مصطفیٰ کی تشریف آوری کی خوشخبری	۴
۴۱۵	انجیل سے شاہی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۵
۴۱۸	عقیدہ ختم نبوت	۶
۴۲۳	کتاب کا مقابلہ انا جیل سے	۷
۴۲۸	مسیحی پادریوں سے سوالات	۸
۴۳۷	تمام مسیحی پادریوں کو چیلنج	۹
۴۴۲	یہودیوں کی مسیح سے دشمنی	۱۰
۴۴۵	پادری صاحب کی جہالت کا ثبوت	۱۱
۴۴۹	علماء حق کا مذاق	۱۲
۴۵۱	مسیح علیہ السلام کا دنیا میں آنا اور واپس آسمان پر جانا	۱۳
۴۵۹	ایم کی صدر ریش کی جارحیت	۱۴
۴۵۶	مسیح علیہ السلام شریعت محمدی کے تابع	۱۵
۴۵۸	یہود اور نصاریٰ ایک ہیں۔	۱۶
۴۶۰	غضب الہی بر گردن یہودی اور عیسائی	۱۷



ناظرین کرام! شاید آپ کو یاد ہوگا۔ کہ عیسائی پادری ولیم مسیح سیالکوٹ نے ۱۹۸۵ء میں ایک اشتہار دیا تھا کہ مسلمانوں جو اب دو اور ہمارے نبی عیسیٰ مسیح کا کلمہ پڑھو۔ میں نے پادری ولیم مسیح کے چیلنج کا جواب ایک پمفلٹ کے ذریعہ دیا۔ اور پادری ولیم مسیح کو دعوت اسلام دی۔ اور پمفلٹ سیالکوٹ میں تقسیم کیا گیا۔ اور پمفلٹ میں قرآن مجید و انجیل تریف سے یہ ثابت کیا گیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نہ تو خدا ہیں اور نہ ہی خدا کے بیٹے لیکن پادری ولیم مسیح آج تک کوئی جواب نہیں دے سکے۔ عرصہ پانچ سال کے بعد میرے پاس ایک کتاب پادری برکت لے خان صاحب کی لکھی ہوئی بھیجی گئی۔ جس کے ساتھ دو عدد پمفلٹ بھی تھے۔ اب میں نہیں جانتا کہ سیالکوٹ کے چند پادریوں نے آپس میں مشورہ کر کے یہ کتاب (قیامت اور زندگی) مجھے ارسال کی ہو۔ لہذا مجھ پر بھی یہ واجب ہو گیا۔ کہ میں اس کتاب کا قرآن مجید اور انجیل شریف کی روشنی میں مدلل اور مسکت جواب لکھ کر ہدیہ ناظرین کر دوں۔ تاکہ حق و باطل ظاہر ہو جائے۔

محمد اسماعیل نقشبندی

۱۹۹۰ء

پادری برکت خان سیالکوٹی کی کتاب "قیامت اور زندگی" کا رو

اور فریدی مسائل کا جواب

قرآن و انجیل شریف کی روشنی میں

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ قیامت کے روز وہ جسم جو قبروں سے اٹھیں گے
نفسانی مادی اور خاکی بدن کی طرح کھانے پینے بھوک پیاس گرمی سردی اور ضروریات
زندگی اور غلبہ نفس سے بالکل پاک ہونگے اور جسم تذکیر و تانیث یعنی مرد اور عورت کے
امتیاز سے پاک ہوں گے اور فرشتوں کی مانند ہوں گے۔ میں کہتا ہوں کہ پادری صاحب
کایہ عقیدہ باطل ہے۔ بدن بھی ہوگا۔ جس سے انسان نیک و بد کلام کرتا ہے۔ جزا
مزا اسی بدن کو برتی چاہیئے۔ ورنہ قیامت کے روز علی کیسے ہوگا؟

انجیل سے حوالہ پیش کرتا ہوں۔ اس لئے کہ یہ یقینی ہے کہ اللہ نہیں کھانا فرشتے نہیں کھاتے اور نفس نہیں کھانا اور جس نہیں کھاتی۔ بلکہ بدن ہی کھانا ہے جو یہ ہمارا جسم ہے۔ پس جنت کی بزرگی یہی جسم کا غذا کھانا ہے۔ (انجیل برنیاس فصل نمبر ۱۷-۱۸)

مسیح علیہ السلام نہ خدا ہے نہ خدا کا بیٹا۔

مسیح علیہ السلام نے سب سے پہلے اپنی والدہ کی گود میں یہ بات کہہ کر فیصلہ فرمادیا تھا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اللہ نے مجھے کتاب دی اور مجھ کو نبی بنایا۔ اور مجھ کو نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم کیا۔ یہ صفات سب بندے کی ہیں۔ خدا ان صفات سے پاک ہے اور سب کچھ قرآن شریف میں موجود ہے۔ جیسا کہ پہلے پہلو میں لکھا ہے۔

تب اللہ نے (ابراہیم علیہ السلام) سے کہا۔ میں اللہ کی کتاب ہوں اور میرے سوا کوئی معبود

پرستش کے قابل نہیں۔ میں ضرب لگاتا اور شفا دیتا ہوں۔ ماتا اور جلاتا ہوں۔ دوزخ میں ماتا اور اس سے نکالتا ہوں۔ اور کوئی بھی یہ قدرت نہیں رکھتا کہ اپنے تئیں میرے ہاتھ سے نجات دلائے۔ (انجیل برنباس فصل میز ۳۹ - ص ۸۹)

ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ واحد لا شریک ہے۔ ہرگز اس کا کوئی بیٹا نہیں۔
اصلی اور صحیح انجیل برناس سے ثابت ہے کہ

مسیح علیہ السلام نہ تو خدا تھے اور نہ ہی خدا کے بیٹے تھے۔

۱۔ اے رب معبود قدیر عینور تو اب تک لعنت کر اس شخص پر جو کہ میری انجیل کو خراب کرے وہ انجیل کو تو نے مجھ کو دی ہے جس وقت کہ وہ یہ لکھیں کہ میں تیرا بیٹا ہوں۔ اس لیے کہ میں جو کہ گیلی اعد خشک مٹی تیرے خادموں کا خادم ہوں۔ میں کبھی اپنے نہیں ایک تیرے لائق خادم نہیں شمار کیا ہے۔ کیونکہ میں قدرت نہیں رکھتا کہ جو کچھ تو نے مجھے عطا کیا ہے۔ اس پر تیری شکافات کروں۔ اس لیے کہ سب چیز میری تیری ہی ہیں۔

۲۱۔ اور مسیح علیہ السلام نے فرمایا: ہر شخص ملعون ہو جو میرے اقوال میں اس بات کو درج کرے کہ میں اللہ کا بیٹا ہوں۔ (انجیل برنباس فصل ہمزہ ۱۲ ص ۳۵)

۳۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تم اسرائیلو بڑی گمراہی میں گمراہ ہو گئے ہو اس لئے کہ تم نے _____ مجھ کو خدا کہا ہے۔ حالانکہ میں انسان ہوں۔ ایک انسانی فنا ہونے والی عورت سے پیدا ہوا ہوں۔ اور اللہ کے حکم کا نشانہ ہوں۔ بنیام و دیگر کدھیوں کی مانند کھانے اور سونے کی تکلیف پہنے والا ہوں۔ اور سردی اور گرمی کی آفت انگیز کرتا ہوں۔ (انجیل برنلس فصل ہمز ۹: ۱۷-۱۸)۔ پس مسیح علیہ السلام کی زبان مبارک سے ثابت ہو گیا کہ آپ کو خدا کا بیٹا سمجھنے والے ملعون ہیں۔ اور ان پر آپ نے لعنت فرمائی ہے۔

یہاں ایک اور بات کا جواب دینا ضروری ہے کہ یاد رکھنا کہ اسے خان صاحب نے اسی کتاب کے حوالہ پر لکھا ہے کہ خدا کا بیٹا عظیم کل اور عالم الغیب ہے۔ کیونکہ لکھا ہے کہ عرفہ آپ جانا تھا کہ انسان کے دل میں کیا کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بتائے

بغیر ہرگز کچھ نہیں جانتے تھے۔ انجیل شریف سے چند حوالے لکھتا ہوں۔

۱۔ اس دن کی بابت کوئی نہیں جانتا۔ نہ آسمان کے فرشتے۔ نہ مٹیاء۔ مگر باپ۔ یعنی خدا۔

انجیل مرقس ۱۶: ۷ میں مسیح علیہ السلام نے قیامت کے علم سے بے خبری کا اظہار فرمایا۔

۲۔ مسیح علیہ السلام نے بارہ شاگردوں سے فرمایا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب ابن آدم

نیا پیدائش میں اپنے جلال کے تخت پر بیٹھ گا۔ تو تم بھی جو میرے پیچھے ہوئے ہو۔ بارہ

تختوں پر بیٹھ کر اسرائیل کے بارہ قبیلوں کا انصاف کرو گے (انجیل متی ۱۹: ۲۸) حواریوں کو

یہ عظیم بشارت سناتے وقت آپ کو اتنا علم بھی نہ تھا کہ ان بارہ میں سے ایک حواری یہودا

اسخر لوطی غدار ہو جائے گا۔ جس نے جیٹھن مسیح علیہ السلام سے عیش روپے رشوت لے

کر آپ کو گرفتار کروا دیا۔ اور یوں وہ مرتد ہو گیا۔

۳۔ مسیح علیہ السلام نے پطرس حواری کو فرمایا کہ میں آسمان کی بادشاہی کی کنجیں تجھے دلی

گا۔ اور جو کچھ تو زمین پر باندھے گا۔ وہ آسمان پر باندھ دے گا۔ اور جو کچھ تو زمین پر رکھوے گا

وہ آسمان پر رکھوے گا۔ (انجیل متی ۱۶: ۱۹) اس حکیمانہ کے بعد تھوڑی دیر بعد مسیح علیہ السلام نے پطرس

حواری سے فرمایا۔ اس نے پھر پطرس سے کہا۔ اے شیطان میرے سامنے سے

دور ہو تو میرے لئے ٹھوکر کا باعث ہے۔ کیونکہ تو خدا کی باتوں کا نہیں بلکہ آدمیوں کی باتوں

کا خیال رکھتا ہے۔ (انجیل متی ۱۶: ۲۳) یعنی پہلے تو پطرس کو آسمان کی بادشاہی کی کنجیاں سپرد

کیں۔ اور تھوڑی دیر بعد پطرس کو شیطان کہہ کر مرتد کر دیا۔

۴۔ جب صبح کو پھر (یسوع) شہر کو جا رہا تھا اسے بھوک لگی اور راہ کے کنارے انجیر کا

ایک درخت دیکھ کر اس کے پاس گیا اور پتوں کے سوا اس میں کچھ نہ پا کر اس سے

کہا۔ کہ آئندہ تجھ میں کبھی پھل نہ لگے۔ اور انجیر کا درخت اسی دم سوکھ گیا۔ (انجیل متی ۲۱: ۱۹)

اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ ایک یہ کہ مسیح علیہ السلام نہ تو خدا تھے اور نہ ہی خدا

کے بیٹے۔ کیونکہ خدا کو بھوک لگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ خدا کھانے کا محتاج

نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ کو انجیر کے موسم کا علم بھی نہ تھا ورنہ بھوک لگنے

پر درخت کے قریب جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس قسم کے بہت سے حوالے انجیل

میں موجود ہیں۔ پس ثابت ہو گیا کہ مسیح علیہ السلام غیب کا علم نہیں جانتے تھے۔ مگر جو پھر اللہ

تعالیٰ بتا دے۔ چہ جائیکہ دل کی بات۔

عیسائی حضرات کا یہ عقیدہ بھی باطل ہے کہ مسیح علیہ السلام مصلوب ہو گئے تھے۔

قرآن شریف میں لکھا ہے۔ ترجمہ: یہودیوں نے مسیح علیہ السلام کو ز قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا۔ لیکن یہ بات ضرور ہے۔ ان کو شک تھا ضرور ہوا۔ (سورۃ النساء)۔

۲۔ جو یہودی۔ وفات مسیح کے قاتل ہیں۔ ان کو اپنے قول کا یقین نہیں ہے۔ صرف ایک خیال ہے۔ نہیں بلکہ خدا نے اپنی طرف اٹھالیا۔ (سورۃ النساء)

انجیل زبائیس سے ثبوت کہ مسیح علیہ السلام مصلوب نہیں ہوئے بلکہ یہود اسخر لوطی مصلوب ہوئے تھا۔

تب یسوع نے یہ بھی کہا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بے شک تمہیں میں کا عفریہ ہی مجھ

کو حوالہ کر دے گا۔ تب میں ایک بکری کے بچے کی طرح بیچ دیا جاؤں گا۔ لیکن خرابی ہے

اس کے لئے کیونکہ عفریہ وہ سب پورا ہو گا۔ جو داؤد ہمارے باپ نے اس کی نسبت

کہا ہے۔ تب دو بھائی شاگردوں نے ایک دوسرے کی طرف رخ کے ساتھ یہ کہتے ہوئے نظر کی

کہ وہ بے وفا کن ہو گا۔ تب اس وقت یہود نے کہا۔ اے معلم آیا وہ جیٹھنوں کا یسوع

لے جواب میں کہا۔ تحقیق تو نے تو مجھ سے کہہ ہی دیا۔ کہ وہ کون ہے۔ جو کہ مجھ کو دشمن کے

حوالے کر دے گا۔ شیطان یہود کی پشت پر سوار ہوا۔ تب وہ گھر سے نکل اور کانہوں کے

سوا کے پاس گیا۔ اہ کہ اگر تو مجھ سے دے جس کا تو نے وعدہ کیا ہے۔ تو میں آج

کی ذات یسوع کو تیرے ہاتھ میں سپرد کر دوں گا۔ جس کو تم لوگ ڈھونڈ رہے ہو۔ اس لئے وہ گیارہ رفیقوں کے ساتھ اکیلا ہے۔ کاتبوں کے سردار نے جواب دیا۔ تو کس قدر طلب کرتا ہے۔ یہ پوچھنے لگا۔ یہ کڑے سونے کے۔ پس اس وقت کاتبوں کے سردار نے فوراً روپے مہیا کر دیئے۔ اور فریسی کے حکام اور سردوس کے پاس بھیجا تاکہ کچھ سپاہی بلائے۔ تب ان دونوں نے اسے ایک دستہ سپاہ کا دیا۔ تب وہ بھی ان لوگوں نے اپنے ہتھیار لیے اور سلیم لائٹھوں پر شعلیں اور چاروغ جلائے ہوئے نکلے۔ اور جبکہ سپاہی یہود کے ساتھ اس جگہ کے نزدیک پہنچے جس میں یسوع تھا۔ یسوع نے ایک بھاری جماعت کا نزدیک آنا سنا۔ تب انکی لئے وہ ڈر کر گھر میں چلا گیا۔ اندر گیارہوں شاگرد سو رہے تھے۔ پس جبکہ اللہ نے اپنے بندہ کو خلوہ میں دیکھا۔ اپنے سفیروں۔ جبریل۔ میخائیل اور فائیل اور اوریل کو حکم دیا کہ یسوع کو دینا سے لیویں۔ تب پاک فرشتے آئے۔ اور یسوع کو دکھن کی طرف دکھائی دینے والی کھڑکی سے لے لیا۔ پس وہ اس کو اٹھالے گئے اور اسے تیسرے آسمان میں ان فرشتوں کی صحبت میں رکھ دیا۔ جو اب تک اللہ کی تسبیح کرتے رہینگے۔ یہود ازود کے ساتھ اس کمرے میں داخل ہوا۔ جس میں سے یسوع اٹھایا گیا تھا۔ اور شاگرد سب کے سب سو رہے تھے۔ تب صلیب اللہ نے ایک عجیب کام کیا۔ پس یہود بولی اور چہرے میں بل کر یسوع کے مشابہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ ہم لوگوں نے اعتقاد کیا وہی یسوع ہے۔ لیکن اس نے ہم کو جگانے کے بعد تماشہ کیا تاکہ دیکھے معلم کہاں ہے۔ اس لئے ہم نے تعجب کیا۔ اور جواب میں کہا۔ اے سید تو ہی تو ہمارا معلم ہے۔ پس تو اب ہم کو بھول گیا۔ مگر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ کیا تم حق ہو کہ یہود اسخروٹی کو نہیں پہنچاتے۔ اسی اثنا میں کہ وہ یہ بات کہہ رہا تھا۔ سپاہی داخل ہوئے اور انہوں نے اپنے ہاتھ یہود پر ڈال دیئے۔ اس لئے کہ وہ ہر ایک وجہ سے یسوع کے مشابہ تھا۔ لیکن ہم لوگوں نے جب یہود کی بات سنی اور سپاہیوں کا گدہ دیکھا۔ تب ہم دیوانوں کی طرح بھاگ نکلے۔ پس سپاہیوں نے یہود کو پکڑ لیا۔ اور اسکو اس سے ملان کرتے باندھ لیا۔ یہود نے جواب میں کہا شاید کہ تم دیوانے ہو گئے ہو۔ تم تو ہتھیاروں اور چاروغوں کو لے کر یسوع نامری کو پکڑنے آئے ہو۔ تو کیا تم مجھ کی کو باندھ لو گے جس نے تمہیں راہ

دکھلائی ہے۔ سپاہیوں نے یہود کو اس زور کے ساتھ کوڑے مارے کہ ان سے اس کا بدن خون بن کر بہہ نکلا۔ ہر حال یہود کا مقدمہ بہت طویل ہے۔ میں اس کو جلدی ختم کرتا ہوں۔ کاتبوں اور قریبیوں نے حکم پلاٹس کو ردیوں کا ایک انعام دیا اور حاکم نے وہ انعام لے کر یہود کو ان کے حوالہ کر دیا۔ گویا کہ وہ مجرم ہے۔ جو موت کا مستحق ہے۔ تب وہ لوگ اسے جھجھ پھاڑ پر لے گئے۔ وہاں یہود کو نکٹا کر کے صلیب پر لٹکایا۔ (انجیل برنباں فصل نمبر ۱۷) اور یہود نے کچھ نہیں کیا۔ سوائے اس چیخ کے اے اللہ تو نے مجھ کو کیوں چھوڑ دیا۔ اس بے مجرم کو بچ گیا۔ اور میں ظلم سے مر رہا ہوں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ یہود کی آواز اور اس کا چہرہ اور اس کی صورت یسوع سے مشابہ ہونے میں اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ یسوع کے سبب ہی شاگردوں اور اس پر ایمان لانے والوں نے اسکو یسوع ہی سمجھا اور انہوں نے حاکم سے یہود کی لاش بھی حاصل کی۔ تاکہ اسے دفن کریں اور اس کو صلیب پر سے ایسے رونے دھونے کے ساتھ اتارا۔ جسکو کوئی باور نہ کرے گا۔ اور اس کو یوسف کی نئی قبر میں ایک صورتوں خوشبوؤں میں بسانے کے بعد دفن کر دیا۔ رہے وہ شاگرد جو اللہ سے نہیں ڈرے۔ تو وہ رات کے وقت گئے اور یہود کی لاش چرا کر اسے چھپا دیا اور خراڑادی کہ یسوع ہی اٹھا ہے۔ اور نامہ میں خبر پہنچی کہ کیونکہ یسوع ان کے شہر کا ایک بڑا آدمی ہی اٹھا ہے۔ اس کے بعد کہ وہ صلیب پر مر گیا تھا۔ (انجیل برنباں فصل نمبر ۲۱۲-۲۱۳-۲۱۵-۲۱۶-۲۱۷-۲۱۸-۲۱۹-۲۲۰ تا ۲۲۶) پس اس انجیل دیکھنے والے برنباں نے ان تمام عیسائی پادریوں کا پردہ چاک کر دیا کہ جو یہ کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام کو مصلوب کیا گیا۔ نہیں۔ ہرگز نہیں بلکہ یہود کو مصلوب کیا گیا تھا۔ مسیح علیہ السلام تو آسمان پر تشریف لے گئے تھے میں کہتا ہوں کہ تمام عیسائی پادری سنی غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب کیا گیا تھا۔ لیکن میری اس بات کو اپنی زندگی میں کوئی بھی پادری ماننے کے لیے تیار نہ ہوگا مرنے کے بعد قبر میں سب پادری صلحان مان جائینگے۔ لیکن اس وقت کا ماننا ہرگز ناممکن نہ ہے۔ آج کل کے پادری حضرات اپنے گھر سے بھی بے خبر ہیں۔ جو دوسرے عالموں کو جاہل و غولہ خدا کے باطنی تصور کرتے ہیں اور اپنے آپ کو بڑا عالم فاضل جانتے ہیں۔ اور اپنی کتابوں سے

ناواقف ہیں۔ پادری برکت صاحب لکھتے ہیں۔ لیکن یہ کہنا کہ انجیل بدل گئی اور انجیل میں مسیح علیہ السلام کی باتیں سچی نہیں۔ یہ معترضین کی اپنی شکست خوردہ ذہنیت کی باتیں ہیں۔ اور لکھتے ہیں۔ کیونکہ قرآن میں تو ہیں اس مضمون کی کوئی آیات نہیں ملتیں۔ پادری برکت صاحب کی جہالت کا یہ بھی ایک ثبوت ہے۔ قرآن شریف میں مکی جگہ انجیل کی تحریف کا ذکر موجود ہے۔ صرف ایک حوالہ لکھتا ہوں۔ تو خرابی ہے ان کے لیے جو کتاب اپنے ہاتھ سے لکھیں۔ پھر کہہ دیں یہ خدا کے پاس سے ہے۔ کہ اس کے عوض تھوڑے دام حاصل کریں تو خرابی ہے۔ ان کے لیے ان کے ہاتھوں کے لکھے سے اور خرابی ان کے لیے اس کمائی سے درجہ سرفرازی

اصلی اور صحیح انجیل برنابا سے رو بدیل کا ثبوت مسیح علیہ السلام کی زبان مبارک سے

میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بیشک اگر مری علیہ السلام کی کتاب سے حق بخود کیا گیا ہوتا تو ائمہ ہمارے باپ داؤد علیہ السلام کو دوسری کتاب کبھی نہ دیتا اور اگر داؤد کی کتاب نہ جلاؤں گی ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنی انجیل میرے حوالے نہ کرتا۔ اس لیے کہ پروردگار ہمارا معبود غیر متغیر ہے۔ اور البتہ اس نے ایک ہی پیغام تمام انسانوں کے لیے کہا ہے اور جبکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آئیں گے۔ اس لیے آئیں گے کہ ہر چیز کو جسے میری کتاب میں سے بکریوں نے خراب کر دیا ہے۔ اسے پاک کرے (فضل نمبر ۱۲۴) اور سینے قسم ہے اللہ کی جان کہ وہ اللہ کہ میری جان اسکے حضور میں استلوا ہوگی۔ اگر مری علیہ السلام کی کتاب ہمارے باپ داؤد علیہ السلام کی کتاب سمیت جھوٹے فریسیوں اور فقیہوں کی انسانی روایتوں کے ساتھ فائدہ نہ کی جاتی تو اللہ تعالیٰ ہرگز مجھ کو اپنا کلام عطا نہ کرتا (فضل نمبر ۱۸۹)

پادری برکت اے خان نجاب محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان کا مذاق اڑایا

لکھتے ہیں۔ سابقہ انبیاء کرام واجب الاخرام ضرور ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ نے جو مرتبہ و مقام اہم اختیار ان کو نہیں دیا۔ ان کو اس سے اعلیٰ مرتبہ اور اعلیٰ مقام اور اعلیٰ صفات اہم اختیار کا اہل قرار دینا ان کے احترام و عزت کی بجائے ان کی شان نبوت کی توہین بلکہ ان سے

مذاق ہے۔ مثلاً اگر آپ کسی تحصیل دار کو سلام کرتے وقت کہیں گے کہ ڈپٹی کمشنر صاحب سلام۔ تو وہ تحصیل دار فوراً سمجھ جائے گا کہ اس سلام کرنے والے شخص نے میرا مذاق اڑایا ہے کیونکہ میں ڈپٹی کمشنر نہیں ہوں۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے جو اپنے دین کے بانی کے بارے میں مبالغہ آمیزی کرتے ہیں کہ ہمارے ہادی نبیوں کے سردار ہیں۔ اور محبوب خدا ہیں و مقصود کائنات ہیں۔ وہ جو تخلیق کائنات ہیں۔ وہ نبیوں کے سر تاج ہیں۔ وہ روز قیامت شفاعت کریں گے۔ سب نبی ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ مبالغہ کی حد ہوگی کیونکہ مبالغہ آمیزوں کے پاس ایسی باتوں کی کوئی الہامی حیثیت اور آسمانی دلیل موجود نہیں (قیامت اور زندگی کتاب ص ۱۱) پادری برکت صاحب یہ مبالغہ آمیزی کی حد نہیں۔ بلکہ آپ کے گستاخ قلم کے گستاخی کی حد ہے۔ اور مبالغہ کی حد یہ ہے کہ آپ نے ابن آدم کو خدا کا بیٹا بنادیا ہے اور پھر خدا کے بیٹے کو صلیب پر چڑھا کر موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ اصل میں مبالغہ کی حد یہ ہے۔ جو سفید جھوٹ ہے۔ جسکا پادری برکت کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔ ہمارے دین اسلام کے بانی جناب محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) بیشک ایسے ہی ہیں۔ لیکن میں جناب مسیح علیہ السلام کی زبان مبارک سے ہی آپ کی شان بیان کرتا ہوں ہم نے اسلام کے بانی کو خدا نہیں بنایا۔ آپ نے تو مخلوق کو خالق بنادیا۔ پھر ان کو چھانسی پر لٹکا دیا اسلئے عقلمند پادری ذرا عقل کے ذریعہ سوچ کہ کوئی خدا کو چھانسی پر لٹکا سکتا ہے؟ تو بے ہمتی اللہ اسے پادری نیڑی عقل کدھر گئی؟ اب سن کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا کلام ہے۔

مسیح علیہ السلام کی زبان مبارک سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تشریف آوری کی خوشخبری

قرآن مجید :- میں ہے تو جہنم :- یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا۔ اے نبی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوں اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوں۔ جو میرے بعد تشریف لائیں گے۔ ان کا نام احمد ہے۔ (سورۃ الصفہ قرآن مجید) میں تو تم کو توبہ کے لئے پانی سے بہہ دیتا ہوں۔ لیکن جو (اناجیل سے محمد مصطفیٰ کی شان) میرے بعد آتا ہے۔ وہ مجھ سے زور

اور ہے۔ میں اس کی جو نیاں اٹھانے کے لائق نہیں۔ وہ تم کو روح القدس اور آگ سے
بجھ دے گا۔ اس کا چھاج اسکے ہاتھ میں ہے۔ اور وہ اپنے کھلیہاں کو خوب صاف کرے
گا۔ اور اپنے گہیوں کو تو کھینے میں جمع کرے گا۔ مگر بھوکے کو اس آگ میں جلائیگا جو جھینے
کی نہیں۔ (انجیل متی باب آیت ۱۲)

(صلی اللہ علیہ وسلم)

اصلی اور صحیح انجیل برنباہس سے نشان محمد مصطفیٰ

اب اور رسول اللہ کو بھی جس کی روح اللہ نے ہر ایک دیگر چیز سے ساٹھ ہزار سال قبل
پیدا کی۔ لیکن انسان کا ایک تحقیق تمام انبیاء مجر اس رسول اللہ کے آچکے ہیں۔ جو
کہ جلد تر میرے بعد آئے گا۔ کیونکہ اللہ ہی امر
کہ میں اسکے راستے کو صاف کروں۔ (فصل نمبر ۲۴ ص ۹۹) مسیح علیہ السلام نے فرمایا۔
کیونکہ میں اس کے لائق بھی نہیں ہوں۔ کہ رسول اللہ کے جوتے کے بندیاں لعلیں کے تھے
کھولوں جس کو تم مسیا کہتے ہو۔ جو کہ میرے پہلے پیدا کیا گیا اور میرے بعد آئے گا اور
وہ بہت جلد کلام حق کے ساتھ آئے گا۔ اور اس کے دین کی کوئی انتہا نہ ہوگی (فصل نمبر ۲۵ ص ۱۰۰)
سنا۔ اور لوں جب اس نے عمل کا ارادہ کیا۔ سب چیز سے پہلے اپنے رسول کی روح پیدا کی۔
وہ رسول جس کے سبب سے تمام چیزوں کے پیدا کرنے کا قصد کیا۔ میں تم سے
پہلے کہتا ہوں کہ ہر ایک نبی جب وہ آتا ہے۔ تو وہ فقط ایک ہی قوم کے لیے اللہ کی رحمت
کی نشانی اٹھا کر لاتا ہے۔ اور اسی وجہ سے ان انبیاء کا کلام اس قوم سے آئے نہیں
بڑھا۔ جس کی جانب وہ بھیج گئے۔ لیکن رسول اللہ جب آئے گا۔ اللہ اس کو وہ چیز
عطا کرے گا۔ جو اس کے ہاتھ کی انگشتی کی مانند ہے۔ اور وہ زمین کی ان تمام قوموں
کے لیے خلاص اور رحمت لائے گا۔ جو کہ اس کی تعلیم کو قبول کریں گے۔ اور عنقریب وہ
ظالموں پر ایک زور کے ساتھ آئے گا۔ اور نبیوں کی عبادت کو مٹا دے گا کہ شیطان دلیل و
خوار ہوگا۔ (فصل نمبر ۲۶ ص ۱۰۱) تب اس وقت اندر اس نے کہا۔ اے معلم ہمارے لے
کوئی نشانی بتاتا کہ ہم اس رسول کو پہچانیں۔ یسوع نے جواب دیا۔ بے شک وہ تمہارے

زمانہ میں نہ آئے گا۔ بلکہ تمہارے بعد کئی برسوں کے (گذرنے پر) جس وقت کہ میری انجیل باطل کر
دی جائے گی۔ اور ترسب قریب تیس سوئیں بھی نہ پائے جائیں گے۔ اس وقت میں اللہ دنیا پر رحم
کرے گا۔ پس وہ اپنے رسول کو بھیجے گا۔ جس کے سر پر ایک سفید ابرو کا کھڑا اور اندر میرے ہونگا
اس کو ایک اللہ کا مرکزہ پہنچائے گا۔ اور وہی اسے دنیا پر ظاہر کرے گا۔ اور وہ رسول
ہر کاموں پر بڑی قوت کے ساتھ آئے گا۔ اور نبیوں کی پوجا کو دنیا سے نابود کر دے گا۔ اور میں
اس بات کو راز کی طرح کہتا ہوں۔ کیونکہ اسی (رسول) کے ذریعہ سے اس کا اعلان ہوگا اور
اللہ کی بڑائی کا جائے گی اور میری سچائی ظاہر ہوگی اور عنقریب وہ (رسول) ان لوگوں سے
انتقام لے گا۔ جو کہتے ہیں کہ میں انسان سے بڑھ کر ہوں۔ میں ہم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ تحقیق
چاندس کو اس کے بچپن میں سلانے کے لئے لوریاں دے گا اور جب وہ رسول بڑا ہوگا تو
وہ اس چاند کو اپنی دونوں تھیلیوں سے بچھلے گا۔ پس چاہیے کہ دنیا اس کا انکار کرنے
سے ڈرے اس لئے کہ وہ بت پرستوں کو قتل کرے گا۔ (انجیل برنباہس فصل نمبر ۱۵۰ ص ۱۵۱)
۵۔ وہ کیا مبارک زمانہ ہے۔ جس میں یہ (رسول) دنیا میں آئے گا۔ تم مجھے سچا مانو ہر آئینہ میں نے
اس کو دیکھا اور اس کے سامنے عزت و حرمت کو پیش کیا۔ اس کی تعلیم کی ہے۔ جیسا کہ اس
کو ہر ایک نبی نے دیکھا ہے۔ کیونکہ اللہ اُن (نبیوں) کو اس (رسول) کی روح بطور نشانی
کے عطا کرتا ہے۔ اور جبکہ میں نے اس کو دیکھا۔ میں تسلی سے بھر کر کہنے لگا۔ اے محمد اللہ ترسے
ساتھ ہو۔ اور مجھ و اس قابل بنائے۔ کہ میں تیری جوتی کا تسرہ کھڑوں۔ کیونکہ میں یہ شرف
حاصل کروں تو میرا نبی اور اللہ کا قدوس ہو جائیگا اور جبکہ یسوع نے اس بات کو کہا۔ اس نے اللہ
کا شکر ادا کیا۔ (انجیل برنباہس فصل نمبر ۱۱۵ ص ۱۱۶) جناب پادری برکت صاحب آپ نے حضرت
مسیح علیہ السلام کی ان مبارک سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور شان تشریف کی صداقت
کا بیان سن لیا ہے۔ اب آپ کا یہ لکھنا کہ سب نبی ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ بلکہ وہ تو
معارض شریف کی رز سب نبی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ چکے تھے۔
جن میں جناب مسیح علیہ السلام بھی موجود تھے۔ اور نماز کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور
حضرت موسیٰ علیہ السلام اور داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام

اور جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء میں فرمائی تھی۔ اور مسیح علیہ السلام نے اس طرح تفریق فرمائی کہ تمام محمد اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں۔ جس نے جھکوا پنا کلمہ بتایا۔ اور جھکوا مشابہ آدم علیہ السلام کے بنایا کہ ان کو سٹی سے بنا کر کہہ دیا کہ تو ذی راج ہو جا۔ اور وہ ذی راج ہو گیا۔ اور محمد کو لکھنا اور حکمت اور نورانہ و انجیل کا علم دیا۔ اور محمد کو ایسا بنایا کہ میں سٹی سے پرندہ کی شکل کا قالب بنا کر اس میں بیٹو تک مار دیتا تھا۔ تو وہ خدا تعالیٰ کے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا۔ اور محمد کو ایسا بنایا کہ میں حکم خدا مار دیتا تھا اور خدا جدامی کو اچھا کر دیتا تھا۔ اور مردوں کو زندہ کر دیتا تھا۔ اور جھکوا پاک کیا اور محمد کو اور میری والدہ کو شیطان رحیم سے پناہ دی۔ سو ہم پر شیطان کا کوئی قابو نہیں چلتا تھا۔

دانشراطیب مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی (رحمہ اللہ)

جناب مسیح علیہ السلام کے اس کلام سے بھی یہی ثابت ہوا کہ آپ نہ تو خدا کے بیٹے تھے اور نہ ہی خدا تھے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے نبی اور رسول تھے۔ اور یہ کلام آپ کا تمام بیٹا اور رسولوں کی موجودگی میں ہوا تھا۔ تاکہ تمام انبیاء و کرام کی اس بات پر گواہی ہو جائے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نہ تو خدا کے بیٹے تھے اور نہ ہی خدا تھے۔

اب آپ کا جنت کے متعلق اور مسلمان عورت کے متعلق اعتراض۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمانوں کا قرآن شریف پر پورا پورا ایمان ہے۔ جو کچھ قرآن مجید جنت کے متعلق فرماتا ہے، سب حق اور سچ ہے۔ ہر نبی پاک نے اللہ کے حکم سے اپنی امت کو جنت کی خوشخبری سنائی تھی۔ لیکن اگر آپ تعصب کی عینک اتار کر انجیل پر لباس کا مطالعہ کریں گے۔ تو آپ کو جنت کی نعمتوں کا علم حاصل ہو جائے گا۔ صرف ایک حوالہ مسیح علیہ السلام کی زبان مبارک سے نقل کرتا ہوں۔ یسوع نے اپنے شاگردوں سے کہا۔ خدا کا یہ قول کہ وہ لذت اٹھائیں گے۔ کیا فائدہ دے گا۔ حق یہ ہے۔ کہ اللہ صاف صاف کہہ رہا ہے۔ مگر جنت میں قیمتی بہنے والی شئی کی چار ہری معہ بے حد فراہ سے پھیلوں کے ہونے کا کیا فائدہ ہے۔ اس لئے کہ یہ قیمتی ہے کہ اللہ نہیں کھاتا۔ فرشتے نہیں کھاتے اور نفیس نہیں کھاتا۔ اور جس ہتھی کھاتی بلکہ بدن ہی کھاتا ہے۔ جو کہ یہ ہمارا جسم ہے۔ پس جنت کی بزرگی یہی جسم کا غذا کھانا ہے۔ پس...

پادری صاحب کا یہ قول بھی رد ہو گیا کہ جنت میں سب لوگ فرشتے بن کر داخل ہوں گے۔ اور فرمایا مسیح علیہ السلام نے۔ رہا نفیس اور جس۔ پس ان دونوں کے بیٹے۔ اللہ ہے اور فرشتوں سے باتیں کرنا اہل مبارک روجوں سے۔ اور یہی یہ بزرگی تو اس کو عنقریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روشن ترین بیان کے ساتھ واضح کر دے گا۔ جو ہر ایک سے زیادہ چیزوں کا جاننے والا ہے۔ اس لئے اللہ نے سب چیزوں کو اس کی محبت میں پیدا کیا ہے۔ پس یہ ہے مسیح علیہ السلام کا کلام اگر آپ تعصب کی عینک اتار کر اس انجیل کا مطالعہ کریں گے تو جنت کا پورا نقشہ آپ کے سامنے موجود ہو گا۔ (فصل نمبر ۱۲ ص ۳۱۲ و ۳۱۳)

اب آپ کا یہ سوال۔ لیکن جنت میں مسلمان عورتوں کے لئے کوئی مقام نظر نہیں لگتا یہ سوال آپ کا چہالت پر مبنی ہے۔ جب آپ اس بات کے قائل ہی نہیں ہیں۔ کہ مرد و عورت اسی حالت اور اسی جسم میں اعمال کے لحاظ سے جنت میں داخل ہوں گے۔ بلکہ آپ تو فرماتے ہیں کہ فردوس میں سب مرد اور عورتیں اسی حالت میں ہوں گے کران میں تذکیر و تانیث مرد و عورت کا امتیاز نہ ہو گا۔ سب برابر ہوں گے۔ اور ان میں بعد از قیامت بیاہ شادی اور کھانے پینے کی حاجت نہ ہوں گی۔ جب آپ نے خود ہی عورت کیلئے جنت میں مقام بتا دیا تو پھر سوال کی کیا حاجت رہی؟ اور مقام بھی عورت کے لئے ایسا بتایا کہ اس بیماری کا علیہ بگاڑ دیا۔ نہ وہ عورت رہی اور نہ ہی مرد رہی۔ ایسا نہ ہب پھر پادری صاحب اور عیسائی حضرات کو ہی مبارک ہو کیونکہ وہ سب مرد اور عورتیں فرشتے ہی بن کر جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ ہم مسلمان مرد اور عورتوں کے لئے جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہے گا عطا فرمائے گا۔ ہمارا اسکی ایمان ہے۔ جن لوگوں کا اس پر ایمان ہی نہیں۔ تو پھر جو چاہیں وہ اعتراض کریں۔

پادری برکت اسے خان کا عقیدہ ختم نبوت بھی غلط ہے

پادری صاحب لکھتے ہیں۔ خداوند یسوع مسیح کا فرمان الہی یہ ہے ختم نبوت۔ کہ شریعت اور انبیاء یوحنا تک رہے (انجیل لوقا ۱۶-۱۹) شریعت صرف ایک بنی موسیٰ ابن عمران کی معرفت دی گئی تھی۔ موسیٰ شریعت کا دور زکریا

نبی کے بیٹے یوحنا نبی یعنی یحییٰ تک رہا۔ گویا نہ تو یوحنا نبی کے بعد کوئی نبی آئے گا اور نہ موسوی شریعت کے بعد کوئی نئی شریعت آئے گی۔ چنانچہ یوحنا نبی کے بعد اسرائیل قوم ایک عظیم نبی مسیح موعود ابدی بادشاہ کی منتظر تھی۔ اس لیے مسیح خداوند نے اور اسرائیل قوم نے یوحنا نبی کو آخری نبی اور موسوی شریعت کو آخری شریعت قرار دیا ہے۔ اسرائیل قوم آج تک کسی نبی کی نہیں بلکہ مسیح موعود ابدی بادشاہ کی منتظر ہے۔ (قیامت اور زندگی کا کتاب حلا)

● اب سوال یہ ہے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام کی آخری شریعت ہے۔ تو دادو علیہ السلام پر زبور کیوں نازل کی گئی؟ اسکی کیا ضرورت تھی۔ اور پھر مسیح علیہ السلام پر انجیل کیوں نازل کی گئی؟ اور موسیٰ علیہ السلام کی شریعت ہی اگر آخری شریعت تھی تو جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید کیوں نازل کیا گیا؟ اس شریعت کی ضرورت کیوں پڑی؟ اور اگر یوحنا آخری نبی ہیں تو پھر مسیح علیہ السلام کیوں تشریف لائے؟ اور اگر یوحنا آخری نبی ہیں تو پھر مسیح علیہ وسلم کو تمام دنیا کی قوموں کے لیے نبی اور رسول درجہ بنا کر اللہ تعالیٰ نے کیوں بھیج دیا؟ اور اگر یوحنا ہی آخری نبی ہیں تو پھر اسرائیل قوم مسیح موعود ابدی بادشاہ کی منتظر کیوں ہے؟ دراصل حقیقت یہ ہے کہ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور قرآن مجید آخری شریعت ہے۔ کیونکہ قرآن شریف اور صحیح انجیل برناباس سے ہی ثابت ہو رہا ہے۔

● ایک اور مسئلہ کا جواب لکھنا نہایت ضروری ہے۔ پادری صاحب لکھتے ہیں۔ خداوند یسوع مسیح مصلوب خدا کے بیٹے کو روز قیامت مردوں کو زندہ کرنے اور ان کی عدالت و انصاف کرنے اور بھی نوساز و جزا کا بھی کئی اختیار دیا گیا ہے۔ کتاب قیامت اور زندگی ص ۱۱۱ توبہ استغفار اللہ تعالیٰ نے اس قسم کا اختیار ہرگز کسی نبی یا پورے سے بڑے کسی رسول کو بھی نہیں دیا۔ وہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہوگا اور سر پر سورج ایک میل کے فاصلہ پر ہوگا اور زمین تانبے کی ہوگی۔ اور سب لوگ ننگے بدن پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے بڑے رسول نفسی نفسی پکار رہے ہوں گے۔ بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام بھی نفسی نفسی پکار اٹھیں گے۔ جن کو آپ خدا کا بیٹا بنا کر تمام خدائی اختیارات ان کے ہی حوالے کر رہے ہیں۔ پادری برکت صاحب۔ قرآن مجید اور انجیل شریف سے بے خبر ہیں۔ اب میں انجیل سے

حضرت مسیح علیہ السلام کا کلام کہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اللہ کی عدالت کا دن پورے عجب ہوگا۔ ایسا کہ تنہا گناہگار ہی ڈرنے والے نہ ہوں گے۔ بلکہ پاک ذاتیں اور اللہ کے برگزیدہ اشخاص بھی یوں ہی ٹھرتے ہوں گے۔ یہاں تک کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اپنی نیکو کاری پر بھروسہ نہ کرے گا۔ اور ابوب علیہ السلام کو اپنی بے گناہی کے بارے میں کوئی اعتماد نہ ہوگا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ دل سے باتیں کرنا ہوگا ہر آئینہ میرے بھی ٹھٹھکا کھڑے ہوں گے۔ اس لیے کہ دنیا مجھ کو مغبور کہے گی اور مجھ پر لازم ہوگا کہ اس کے لیے حساب پیش کروں اور جواب دی کروں۔ اللہ کی زندگانی کی قسم وہ اللہ کہ میری جان اس کے حضور میں کھڑی ہونے والی ہے۔ کہ بے شک میں بھی ایک فنا ہونے والا آدمی ہوں تمام انسانوں جیسا (انجیل برناباس فصل نمبر ۵۲ ص ۱۲) مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں۔ میں آپ سے کچھ نہیں کر سکتا۔ جیسا سنتا ہوں۔ عدالت کرتا ہوں۔ اور میری عدالت راست ہے کیونکہ میں اپنی مرضی نہیں بلکہ اپنے بھیجے والے کی مرضی چاہتا ہوں۔ (انجیل یوحنا باب ۵ آیت ۳۰)۔

● کیوں جناب پادری صاحب! کہاں ہیں وہ اختیارات جو قیامت کے روز حضرت مسیح علیہ السلام کو آپ عطا فرما رہے ہیں؟ حضرت مسیح علیہ السلام تو صاف صاف لغفلوں میں اپنے لیے ان اختیارات کا انکار فرما رہے ہیں۔ اور سنیئے زیدی کے بیٹوں کی ماں کچھ عرض کرنے لگی تو اس نے اس سے کہا۔ کہ کیا چاہتی ہے۔ اس نے اس سے کہا۔ فرمایا میرے دونوں بیٹے تیری بادشاہی میں ایک تیری دہنی اور ایک تیری بائیں طرف بیٹھیں۔ یسوع نے جواب میں کہا کہ تم نہیں جانتے کہ کیا مانگتے ہو؟ (پھر فرمایا) لیکن اپنے دہنے بائیں کسی کو بٹھانا میرا کام نہیں۔ مگر جن کے لیے میرے باپ کی طرف سے تیار کیا گیا مان ہی کے لیے ہے۔ (انجیل متی باب ۲۰ آیت ۲۱)۔

باپ سے مراد یہاں خدا تعالیٰ ہے نہ کہ حقیقی باپ۔ کیونکہ نہ تو خدا کا کوئی بیٹا ہے اور نہ ہی وہ کسی کا باپ ہے۔ کیونکہ وہ واحد لا شریک ہے۔ اب یہاں حضرت مسیح علیہ السلام نے کی طور پر اپنے اختیار کا انکار فرما دیا ہے۔ اور سنیئے ماورہ دس کوڑھیوں سے لے۔ جو دور کی چٹا لٹھے۔ لے داکو کے بیٹے یسوع ہم پر رحم کر۔ یسوع نے ان کو اپنے پاس بلایا اور دریافت کیا۔ کہ مجھ کو نام مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ وہ سب جمع کر بولے ہمیں تندرستی دے۔ یسوع نے

جواب دیا۔ اسے نادانوں کی تمہاری عقل ماری گئی ہے کہ تم کہتے ہو۔ ہمیں تندرستی دے کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں بھی تنہا ہی جیسا آدمی ہوں؟ ہمارے اس خدا سے مانگو جس نے تم کو پیدا کیا ہے۔ وہ قدیر و رحیم تم کو شفا دے گا۔ تب کوڑھیوں نے رو کر جواب دیا۔ بیشک ہم جانتے ہیں تو ہمیں جیسا انسان ہے۔ لیکن تو خدا کا قدوس اور پروردگار کا بھی ہے۔ لہذا خدا سے دعا کرتا کہ وہ ہمیں شفا دے (تو آپ نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو شفا دی) (انجیل برنیاس فصل نمبر ۱۹ ص ۶۹) اس سے دو باتوں کا ثبوت ملا۔ ایک یہ کہ مسیح علیہ السلام اللہ کا بیٹا نہیں اور نہ وہ خدا ہے۔ دوسری بات یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کو برگزایا اختیار نہیں دیا۔ جیسا کہ پادری برکت صاحب نے لکھا ہے۔ پادری صاحب نماز کی اہمیت کے متعلق لکھتے ہیں کہ نماز کی عبارت کے عربی الفاظ بالترتیب اور بلحاظ رکوع و سجدہ قرآن میں نہیں ہیں۔ نماز صرف سنت ہے۔ اللہ کے حضور ان عربی الفاظ کو اہمیت حاصل ہے۔ جو قرآن میں موجود ہیں۔ اور جو عبارت قرآن میں موجود نہیں۔ اس کی کیا اہمیت ہو سکتی ہے؟ جواب یہ ہے۔ کہ نماز سنت بھی ہے اور فرض بھی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض اور سنت کو وضاحت کے ساتھ بیان فرما دیا ہے۔ اور قرآن میں تو پورے سات سو نماز کا حکم موجود ہے۔ دوسری بات یہ ہے۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے سے ہی ہم مسلمانوں کی نجات ہو سکتی ہے۔ اس لئے ہم مسلمان نماز کو کسی حالت میں بھی ترک نہیں کر سکتے۔ اب میں حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان مبارک سے نماز کی اہمیت بیان کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں۔ میں تم سے پہلے کہتا ہوں کہ جو آدمی نماز نہیں پڑھتا۔ پس وہ شیطان سے بھی بڑا ہے۔ اور عنقریب اس پر بہت ہی بڑا عذاب وارد ہو گا۔ (انجیل برنیاس فصل نمبر ۳۶ ص ۶۹)۔

حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں۔ اس لیے کہ انسان ہر ایک برسے کلمہ میں خطا کرتا ہے۔ اور ہمارا اللہ اس کے گناہوں کو نماز کے ذریعہ سے محو کر دیتا ہے۔ اس لئے نماز ہی نفس کی شفیق ہے۔ نماز ہی نفس کی دوا ہے۔ نماز ہی دلی کی حفاظت ہے۔ نماز ہی ایمان کا ہتھیار ہے۔ نماز ہی جس کی لگام ہے۔ نماز ہی بدن کا وہ نمک ہے جو اسکو گناہ سے بچنے کے

نہیں دیتا۔ میں تم کو بتاتا ہوں کہ نماز ہی ہماری حیات کے وہ دوا تھ ہیں۔ جن کے ذریعہ سے نماز کی قیامت گھن میں اپنے آپ کو بچائے گا۔ حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں۔ دنیا کی قدر کم بخت ہے۔ اس لئے کہ لوگ آج نماز کے لئے جمع نہیں ہوتے بلکہ خود ہیکل ہی کے اندر شیطان کے لئے فضول گفتگو کی قربانی ہے۔ بلکہ وہ چیز ہے۔ جو اس سے بھی زیادہ بڑی اور ایسے امور میں سے ہے بغیر شرمندگی اٹھائے ہوئے ان کا زبان پر لا ناممکن نہیں۔ (فصل نمبر ۱۱۹ ص ۲۸) بے نماز کو آپ نے شیطان سے بڑا فرمایا۔ کیونکہ شیطان نے خدا کے سجدہ کا انکار نہیں کیا بلکہ مخلوق کے تعظیمی سجدہ کا انکار کیا تھا۔ لیکن جو آدمی نماز نہیں پڑھتا۔ اپنے معبود کو سجدہ نہیں کرتا۔ اس لئے اسکو مسیح علیہ السلام نے شیطان سے بڑا فرمایا۔ اور نماز کی اہمیت ظاہر فرمادی۔ پادری برکت صاحب لکھتے ہیں کہ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ ہمارے ہادی اللہ کے پاس پہنچے تھے۔ تو اگر وہ اللہ کے پاس پہنچے ہوتے تو ضرور واپس وہ بتاتے کہ خدا کا بیٹا مسیح یسوع خدا تعالیٰ کے واسطے تخت نشین اور فرار ہیں (ص ۱) یہاں تو پادری صاحب معراج شریف کا انکار کر رہے ہیں۔ اور ص ۲ پر معراج شریف کا صاف طور پر انکار کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔ اہل اسلام نے مکہ شریف میں بیٹگانہ نماز ہجرت سے دو سال پہلے بعد از معراج رسول پڑھنی شروع کی تھی۔ جب پادری برکت صاحب نے معراج رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف طور پر انکار کر لیا۔ تو پہلا بیان آپ کا جھوٹ ثابت ہوا اور یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ اللہ واحد لا شریک ہے۔ اس لئے کہ خدا کا بیٹا کوئی ہے ہی نہیں۔ کیونکہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کا دیدار کیا تو وہاں آپ نے خدا کے سوا کسی کو دیکھا نہیں۔ اس لئے کہ اللہ واحد اکبر ہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں اور یہ مسئلہ قرآن مجید و انجیل شریف کی روشنی میں پوری وضاحت کے ساتھ اوپر بیان ہو چکا ہے۔

یادری برکت کی کتاب قیامت اور زندگی کا مقابلہ و موازنہ

اناجیل شریف سے

اس کتاب میں حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بار بار لکھا ہے۔ بلکہ یہ کتاب ہی مسیح خدا کا بیٹا، خدا کا لکوتا بیٹا، خدا کا پیارا بیٹا سے بھری پڑی ہے۔ حتیٰ کہ تقریباً ۵۷ مرتبہ خدا کا بیٹا لکھا ہے۔ حالانکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے آپ کو تقریباً ۶۵ مرتبہ اناجیل میں ابن آدم فرمایا ہے۔ لیکن یادری برکت صاحب نے ابن آدم کو ابن اللہ بنا دیا۔ بلکہ مسیح ابن اللہ کتاب بھی لکھ لاری۔ حالانکہ کئی جگہ خود یادری صاحب نے حضرت مسیح کو ابن آدم لکھا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں بلکہ اسے علالت کرنے کا بھی اختیار بخشا۔ اس لئے کہ وہ آدم زاد ہے۔ (صفحہ ۱۰۷) پھر سمجھ میں نہیں آسکتا کہ آدم ناد خدا کا بیٹا کیسے بن گیا؟ شاید یادری صاحب جادوگر ہیں؟ کبھی مسیح علیہ السلام کو ابن آدم لکھتے ہیں۔ کبھی ان کو آدم ناد لکھتے ہیں۔ کبھی ان کو خدا کا بیٹا لکھتے ہیں۔ کبھی ان کو کامل خدا بنا دیتے ہیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ شاید یادری صاحب کے دماغ میں کچھ فطور ہے۔ کیونکہ کبھی مسیح علیہ السلام کو قیامت اور زندگی پر پورا اختیار دیتے ہیں۔ کبھی ان کو جنت و فردوس برکلی اختیار دیتے ہیں۔ اور دوزخ و جہنم برکلی اختیار دیتے ہیں۔ جس کو چاہیں جنت میں داخل کریں۔ جس کو چاہیں دوزخ کی آگ میں جھونک دیں۔ کبھی ان کو بعد قیامت مردوں کو زندہ کرنے کا اختیار دیتے ہیں۔ اور ان کو عدالت و انصاف کرتے اور سزا و جزا کا بھی کئی اختیار دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔ یہ ہے کہ یہ سب باتیں اناجیل کے خلاف ہیں۔ حضرت مسیح نے کبھی ایسی باتوں کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ فرمایا۔ اللہ کی زندگانی کی قسم ہے۔ وہ اللہ کہ میری جان اس کے حضور میں کھڑی ہونے والی ہے کہ بے شک میں بھی ایک فنا ہونے والا آدمی ہوں۔ تمام انسانوں جیسا۔ علاوہ اس کے کہ میں اگرچہ اللہ نے مجھ کو بیماروں کی زندگی اور گناہگاروں کی اصلاح کے لئے اسرائیل کے گھرانے پر بھیجا بنا کر مقرر کیا ہے۔ اللہ کا خادم ہوں۔ اناجیل برناس فصل ۵۲

ملاحظہ فرمائیے۔ انصاف کی نظر سے غور فرمائیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام اللہ کی قسم اٹھا کر بیان فرما چکے ہیں کہ میں تمام انسانوں جیسا ایک فنا ہونے والا آدمی ہوں۔ اور اللہ کا خادم ہوں۔ اللہ کا بیٹا ہونے کا سختی سے انکار فرمایا۔ اب ہم یادری صاحب کی بات کو مانیں۔ جنہوں نے یہ کہہ مرتبہ مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا لکھا ہے۔ باہم حضرت مسیح علیہ السلام کے کلام کی تصدیق کریں؟ یقیناً مسیح علیہ السلام کا کلام برحق ہے۔ وہ اللہ کے نبی برحق ہیں۔ خدا کے بیٹے نہیں ہیں۔ جو کچھ مسیح علیہ السلام نے فرمایا۔ ہمارا ہی پر ایمان ہے۔ کیونکہ وہ اللہ کے بچے نبی اور رسول ہیں۔ اور وہ صرف اسرائیل کے گھرانے کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ نہ کہ تمام قوموں کی طرف۔ تمام قوموں کے لئے تو ہمارے نبی جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی رحمت کے کر تفریف لائے ہیں۔ جیسا کہ اوپر حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان ملک سے بیان ہو چکا ہے۔ اور بھی جناب مسیح علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میں تحقیق میں ایک لکھائی دینے والا آدمی اور نبی کا پتلا ہوں۔ جو زمین پر چلتا اور تمام دیگر آدمیوں کی طرح فنا ہونے والا ہے۔ اور یہ کہ میری ایک ابتدا تھی۔ اور میرے لئے ایک انتہا ہوگی اور تحقیق میں قدرت نہیں رکھتا کہ ایک کبھی کو بھی از سر نو پیدا کروں۔ (اناجیل برناس فصل نمبر ۹۵) اے اسرائیلیو یہ باتیں سنو کہ یسوع نامہری ایک شخص تھا۔ اعمال کا کیسوع نے اس سے کہا۔ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر (متی ۲۲)۔ اور خود بھی یادری برکت صاحب نے برکت المسیح کے لفظ میں لکھا ہے۔ مسیح علیہ السلام، ایک عجیب خلقِ فطیم کے مالک انسانِ کامل بلکہ فی الحقیقت ایک بے مثل سچے اور حقیقی محسنِ انسانیت شخص تھے۔ اور (صفحہ ۱۰۷) پر لکھا ہے۔ تیسرا آزمائش کے موقع پر اس نے تمہیں کو جبر کا اور فرمایا کہ لکھا ہے۔ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر (متی ۲۲)۔ ثابت ہوا کہ خود بھی یادری برکت صاحب اپنی کتابوں میں حضرت مسیح علیہ السلام کو انسانِ کامل اور محسنِ انسانیت شخصِ اناجیل سے ثابت کر رہے ہیں۔ پھر انسانِ کامل خدا کے بیٹے کیسے بن گئے۔ جبکہ سجدہ عبادت کیلئے حضرت مسیح علیہ السلام نے صرف خداوند قدوس کی ذات کو مستحب فرمایا۔ اور اپنی ذات کو سجدہ کرنے کا قطعاً حکم جاری نہیں کیا۔ چونکہ الوہیت کے لئے سجدہ ایک امتیازی خصوصیت ہے۔ اور

حضرت مسیح علیہ السلام نے اس خصوصیت سے اپنے آپ کو باہر دکھا۔ اس لئے عقیدہ الوہیت باطل ہے۔ اور یہیت بڑا شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مشرک کو نہ بخشے گا عہد کر رکھا ہے۔

مسیح علیہ السلام خیمگلوں میں جا کر دعائیں کرتے تھے

لیکن ہمیشہ انسان کامل خیمگلوں، دیرانوں میں تنہا دعا کرنا اس کا عین مسیح علیہ السلام دستور العمل تھا۔ مثلاً (مسیح علیہ السلام) اپنے شاگردوں کو فرمایا کہ ہر وقت جاگئے اور دعا کرتے رہو۔ (لوقا ۲۱) یہ حوالہ خود پادری برکت صاحب نے بھی صحت پر لکھا ہے۔ چونکہ دعائیں اللہ تعالیٰ سے ملنے مخلوق کی صفت ہے۔ نہ کہ خالق کی صفت۔ اور کچھ پادری صاحب لکھ رہے ہیں۔ وہ بھی تو اناجیل کے حوالوں سے نقل کر رہے ہیں۔ جس سے حضرت مسیح علیہ السلام کا خدا یا خدا کا بیٹا ہونا کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوتا۔

پس ان حوالوں سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہو گئی کہ حضرت مسیح کے متعلق جو الوہیت کے دعوے کئے گئے ہیں۔ وہ سب کے سب اناجیل کی رو سے باطل ہو کر رہ گئے جو کہ اس کتاب میں لکھے گئے ہیں۔

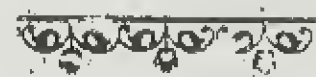


اناجیل سے یہ بھی ثابت ہے کہ مسیح علیہ السلام مصلوب نہیں ہوئے۔ لیکن پادری برکت صاحب نے اپنی اس کتاب میں بار بار مسیح مصلوب مسیح مصلوب کی رٹ لگائی ہے۔ میں نے اوپر اس بات کو قرآن شریف اور اناجیل سے پوری وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام ہرگز سولی نہیں دیئے گئے۔ بلکہ یہود اعدا کو بھانسی دی گئی ہے۔ اور مسیح علیہ السلام کی اپنی شہادت جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا کہ میں تمہارے دونوں تہارے پاس ہوں۔ پھر اپنے پیچھے والے کے پاس چلا جاؤں گا۔ تم مجھے دھو دو گے۔ مگر نہ پاؤ گے اور جہاں میں ہوں تم نہیں آ سکتے (انجیل یوحنا باب ۱۳) حضرت مسیح کو تو فرشتے ان کے گرفتار کرنے سے پہلے ہی ہاتھوں پر اٹھا کر آسمان پر لے گئے تھے۔ ان کی دعا قبول ہو گئی تھی۔ خدا نے ان کی عمر دراز فرمائی۔ لیکن وہ انجان یہودی یہود اعدا کو پکڑ کر لے گئے تھے۔ پس یہود کو بھانسی دی۔ جیسے اوپر خوب اچھی طرح بیان ہو چکا ہے۔ چنانچہ اعمال میں لکھا ہے۔ (۲۰: ۱۰) زبور میں لکھا ہے۔ اس کا عہدہ دوسرا لے لے۔ اور یوحنا نے اپنی انجیل باب آیت ۱۲ میں لکھا ہے۔ ہلاکت کے فرزند کے سوا ان میں سے کوئی ہلاک نہ ہوا تھا۔ ہلاکت کے فرزند نے مراد یہود اعدا ہے۔ جس نے تین روپے رشوت لے کر حضرت مسیح علیہ السلام کو دشمن کے سپرد کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا۔ اور یہود کی شکل یسوع مسیح کے مشابہ بنا دی۔ لہذا۔ یہودی لوگوں نے یہود کو مسیح سمجھ کر صلیب پر لٹکا دیا تھا۔ جیسے اوپر وضاحت کے ساتھ بیان کیا جا چکا ہے اور خراب مسیح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے تین یوم کی رخصت لے کر آسمان سے واپس آکر اپنی والدہ ماجدہ اور شاگردوں کو بتایا کہ میں نہیں مرا ہوں بلکہ یہود اعدا خائن صلیب پر مرا ہے۔ (انجیل برناباں۔ فصل ۲۲)

پس اس کتاب میں جو بار بار لکھا ہے کہ مسیح علیہ السلام مصلوب ہو چکے ہیں اناجیل کی رو سے سب کچھ باطل ہو گیا۔ مسیح علیہ السلام ہرگز مصلوب نہیں ہوئے تھے۔ اور خود ہی پادری برکت صاحب نے اسی کتاب میں لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں دنیا کے آخر تک ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں صلیب پر مصلوب کیسے ہو گئے؟ بلکہ مصلوب کا اس میں ذکر بھی نہیں ہے۔

مسیح علیہ السلام کو قسم کا کلی اختیار ہے

جیسا کہ اس کتاب میں لکھا ہے۔ جو اوپر بیان ہو چکا ہے۔ لیکن حضرت مسیح انکار فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ لکھا ہے۔ مسیح نے فرمایا۔ میں آپ سے کچھ نہیں کر سکتا۔ جیسا سنتا ہوں عدالت کرتا ہوں۔ اور میری عدالت راست ہے۔ کیونکہ میں اپنی مرضی نہیں بلکہ اپنے بھیجنے والے کی مرضی چاہتا ہوں۔ (انجیل یوحنا ۵) حضرت مسیح نے اپنی ذات کو بقول انجیل یوحنا عاجز اور بے اختیار قرار دیا اور اللہ تعالیٰ کی صفت اس طرح بیان فرمائی۔ یسوع نے ہی کی طرف دیکھ کر کہا۔ کہ یہ آدمیوں سے تو نہیں ہو سکتا۔ لیکن خدا سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ (انجیل متی ۱۹) غور فرمائیے۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں سب کچھ کر سکتا ہوں۔ مجھے ہر قسم کا اختیار ہے بلکہ اللہ کی مدد سے سوائے فرمائی۔ لہذا اس کتاب میں حضرت مسیح کے اختیار کے متعلق جو کچھ لکھا ہے۔ انجیل کی مدد سے سب کچھ باطل ہے۔ جو اوپر لکھا جا چکا ہے۔



تمام روئے زمین کے مسیحی باپوں سے چند سوالات جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام خدا ہے یا خدا کا بیٹا اور مصلوب ہو گیا تھا؟

۱۔ خدا تعالیٰ کی صفت :- اللہ تعالیٰ کو شہد اور اونگھ نہیں آیا کرتی۔ جناب داؤد علیہ السلام کی کتاب زبور میں لکھا ہے۔ وہ جو نیزا محافظ ہے۔ نہ اونگھے گا۔ نہ ڈنکے گا۔ نہ سر اٹیل کا محافظ نہ سونے گا۔ (زبور ۱۲۱)

مسیح علیہ السلام کی صفت :- جناب مسیح علیہ السلام اس صفت کے موصوف نہیں تھے۔ لکھا ہے کہ رب بڑی آندھی چلی اور لوہے کشتی پر بیان کیا آئیں کہ کشتی پانی سے بھر جاتی تھی۔ اور یسوع پیچھے کی طرف گدی پر سوار تھا۔ پس انہوں نے اسے جگایا۔ کہ اے استاد کیا تجھے فکر نہیں کہ ہم ہلاک ہوئے جاتے ہیں (مزمع ۲۳) ایسا ہی انجیل متی ۲۶ میں بھی لکھا ہوا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ سونے بلکہ اونگھنے سے بھی پاک ہے۔ اور مسیح علیہ السلام گہری نیند سوا کرتے تھے۔ تو پادری صاحبان یہ بتائیں کہ پھر مسیح علیہ السلام خدا یا خدا کا بیٹا کیسے ہوا؟ جب وہ خدائی صفت سے موصوف ہی نہیں؟

۲۔ خدا تعالیٰ کی صفت :- اللہ تعالیٰ کھانے کا محتاج نہیں جیسے اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اللہ نہیں کھاتا، فرشتے نہیں کھاتے بلکہ انسانی جسم ہی کھاتا ہے۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام کھانا کھانے کے محتاج تھے۔ لکھا ہے کہ جب وہ گھر میں کھانا کھاتے بیٹھا تھا۔ تو ایسا ہوا کہ بہت سے محمول لینے والے اور گھنگار اور اکر یسوع اور اسکے شاگردوں کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے۔ فریسیوں نے یہ دیکھ کر اسکے شاگردوں سے کہا۔ تمہارا استاد محمول لینے والوں اور گھنگاروں کے ساتھ کیوں کھاتا ہے۔ (انجیل متی ۲۳) تو اب پادری صاحبان یہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ کو کھانے کی کچھ حاجت نہیں۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام کھانے کے بغیر زندہ ہی نہیں رہ سکتے۔ تو پھر مسیح علیہ السلام خدا یا خدا کا بیٹا کیسے ہوا؟ خوب سوچ کر جواب دیں۔

۳۔ خدا تعالیٰ کی صفت :- خدا کی ذات باریک کسی قسم کی غلطی اور انسانی تکلیف سے مبرا ہے۔ لکھا ہے کیا تو نے نہیں سنا۔

کہ خداوند خدا ہی ابدی و تمام زمین کا خالق تھکتا نہیں اور ماندہ نہیں ہوتا۔ (الیساہ ۴۰)

مسیح علیہ السلام کی صفت :- جناب مسیح علیہ السلام میں یہ صفت نہیں تھی۔ لکھا ہے چنانچہ یسوع سفر سے تھکا ماندہ ہو کر اس

کو تین بیویوں ہی پیٹھ گیا۔ یہ جیسے ٹھنڈے کے قریب تھا۔ (یوحنا ۴) بقول بائبل ثابت ہوا کہ خدا کی ذات میں تھکنا اور ماندہ پڑنا داخل نہیں۔ لیکن مسیح علیہ السلام کی ذات میں تھکنا اور ماندہ پڑنا بائبل سے واضح الفاظ میں ثابت ہے۔ اب پادری صاحبان غور فرما کر جواب عطا فرمائیں کہ مسیح علیہ السلام کی خدا کی باطل ہوئی یا نہیں؟

۴۔ خدا تعالیٰ کی صفت :- اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔ اس نے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ بائبل میں لکھا ہے کہ تو ہاں اکیلا ہی نبی آدم کے دن کو جاتا ہے۔ (سلاطین ۱۴)

مسیح علیہ السلام کی صفت :- اناجیل کی رو سے آپ میں یہ صفت ہرگز نہیں تھی۔ لکھا ہے۔ پھر یسوع روح القدس سے

بھرا ہوا۔ یروشلیم سے لوٹا اور چالیس دن تک روح کی ہدایت سے یہاں میں پھر تامل۔ (لوقا ۲۴) مقدس لوقا کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ مسیح علیہ السلام کو روح کی ہدایت حاصل تھی کیا عالم الغیب بھی کسی روح کی ہدایت کا طالب ہوتا ہے؟ اگر مسیح علیہ السلام خدا یا عالم الغیب تھے تو یہ روح کی ہدایت کیسی؟ انجیل میں لکھا ہے کہ اور فی انقور یسوع نے اپنی روح سے معلوم کر کے کہ وہ اپنے دلوں میں یوں سوچتے ہیں۔ ان سے کہا تم کیوں اپنے دلوں میں یہ باتیں سوچتے ہو۔ (مرقس ۲) یہاں مسیح علیہ السلام نے لوگوں کے قلبی حالات معلوم کرنے کے لئے روح سے استفادہ کیا۔ اگر آپ خدا یا خدا کے بیٹے تھے یا عالم الغیب تھے تو پادری صاحبان بتائیں کہ روح کی ہدایت یا روح کی مدد پر کام میں مسیح علیہ السلام کو کیوں ضرورت تھی؟

۵۔ اللہ تعالیٰ کی صفت :- لکھا ہے کہ وہ خداوند شرمیوں سے دور ہے پروردہ صادقوں کی دعا سنتا ہے۔ (امثال ۱۵)

یسوع مسیح لوگوں کی دعائیں سننے کی بجائے خود دعاؤں کے محتاج تھے۔ لکھا ہے۔ مگر

وہ یسوع جنگلوں میں الگ جا کر دعائیں مانگا کرتا تھا۔ (لوقا ۵) پھر وہ سخت پریشانی میں مبتلا ہو کر اور بھی دوسری سے دعا مانگنے لگا۔ اور اس کا پسینہ گھریا خون کی بڑی بڑی بریدیں

ہو کر زمین پر چمکتا تھا۔ (لوقا ۲۲) اپنے شاگردوں سے کہا کہ ہمیں بیٹھے رہنا۔ جب تک

میں وہاں جا کر دعا مانگوں (متی ۲۶) اس نے اپنی بشریت کے دلوں میں زور زور سے

پکارا اور آنسو بہا پکارا اسی سے دعائیں اور التجائیں کیں۔ جو اس کو موت سے بچا سکتا

تھا۔ اور خدا ترسی کے سبب اس کی سنی گئی (عزرائیل ۹) انصاف اور پوری دیانتداری

سے پادری حضرات یہ بتائیں کہ اگر مسیح علیہ السلام خدا تھے۔ (بقول پادری برکت خاں)

تو مسیح علیہ السلام اس قدر دوسری کے ساتھ رورور کر دعائیں کس سے مانگتے تھے۔

ہو کہ خدا کی شان دعاؤں کو سننا ہے۔ نہ کہ خود دعائیں مانگنا۔ اور یہ بھی بتائیں کہ جب دعا سنی گئی قبول ہوگئی تو پھر مسیح علیہ السلام صلیب کیوں دیئے گئے؟ جب کہ خدا تعالیٰ

نے انکی دعا قبول بھی فرمائی تھی اور موت سے بچنے کے لئے ہی تو رورور کر مسیح علیہ السلام

یہ دعائیں مانگ رہے تھے۔ اور دعا قبول ہو جانے کے بعد کس شخص کی طاقت تھی کہ

آپ کو صلیب پر چڑھا سکتا؟

۶۔ خدا تعالیٰ کی صفت :- ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھے خدای واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے۔ جانیں ملائیل یوحنا ۱-۳۱ لے میرے دوست یہ بات سب پر واضح ہو جائے۔ کہ کتاب مقدس کے خدا کی مانند نہ تو آسمان میں اور نہ زمین میں کوئی دوسرا خدا ہے۔ اور خدا کے بیٹے منجی عالمین مسیح مصلوب کی مانند نہ تو آسمان میں اور نہ زمین پر کوئی دوسرا نجات دہندہ اور منجی عالمین ہے۔ کتاب قیامت اور زندگی - ناظرین کرام غور فرمائیں۔ پادری برکت لے خان صاحب نے یہاں دو ذاتوں کا الگ الگ ذکر کیا ہے۔ خدا تعالیٰ کو واحد اور برحق تسلیم کیا اور یہ بھی تسلیم کیا کہ زمین و آسمان میں کوئی دوسرا خدا نہیں۔ خدا کی مقدس کتاب کے مطابق - دوسرے نمبر پر حضرت مسیح علیہ السلام کا ذکر کیا۔ اور یہ بھی تسلیم کیا کہ مسیح علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ بھیجنے والا خدا ہے۔ اور بھیجا گیا مسیح علیہ السلام ہے۔ اور بھی فرمایا۔ جو تم کو قبول کرتا ہے۔ وہ مجھے قبول کرتا ہے۔ اور جو مجھے قبول کرتا ہے۔ وہ میرے بھیجنے والے کو قبول کرتا ہے۔ (انجیل متی باب ۱۰ آیت ۴۰) اور جناب مسیح علیہ السلام نے فرمایا۔ میں اتریں گے کھڑانے کی کھوٹی ہوئی بھڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ (متی باب ۲۴ آیت ۲۴) جناب مسیح علیہ السلام کے مذکورہ ارشادات سے صاف ظاہر ہے کہ آپ خدا نہیں تھے۔ اور نہ خدا کے بیٹے۔ بلکہ خدا کے بھیجے ہوئے رسول تھے۔ اگر مسیح خود خدا ہوتے تو اپنی ذات سے متعلق خدا کی جانب سے بھیجا ہوا تسلیم کرنے کا سوال کیا معنی رکھتا ہے؟ چونکہ بھیجنے والا اور جسے بھیجا جائے۔ یہ دو ذاتیں بیک وقت خدا نہیں ہو سکتیں۔ اس طرح دو خدا بننے پر یوں گے اور یوں نہ صرف تسلسل بقہ تعدد لازم آئے گا۔ اور یہ محال و متعس ہے۔ یہاں کہ خدا تعالیٰ کی ذات مقدس واحد ہے۔ جہاں دوسرے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور پادری برکت لے خان صاحب نے خود اپنے قلم سے لکھا ہے اور تسلیم کیا ہے کہ خدا تعالیٰ اور مسیح علیہ السلام الگ الگ دو ذاتیں ہیں۔ اور صفحہ ۵۴ پر اس طرح لکھا ہے آسمان اور زمین پر وہی ایسی عظیم ہستیاں ہیں۔ جن کی ذات میں کوئی عیب کوئی طغ

کوئی نقص کوئی گناہ نہیں ہے۔ ایک آسمانی خدا باپ ہے اور دوسرا اسکا آسمانی اکلوتا بیٹا جو عیش ہو کر دنیا میں جلوہ گر ہوا۔ بہر صورت پادری برکت صاحب نے دونوں ذاتوں کا اپنی اس کتاب میں واضح الفاظ میں اقرار کر لیا ہے۔ ان میں سے ایک مسیح علیہ السلام کو خدا کا بھیجا ہوا بھی تسلیم کر لیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ بھیجا ہوا خدا کا بیٹا کیسے تسلیم کیا جائے؟ جبکہ ایک لاکھ کئی ہزار نبی اور رسول دنیا میں اللہ تعالیٰ نے بھیجے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی خدا کا بیٹا نہیں بنایا گیا۔ کیونکہ وہ سب نبی اور رسول اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہی تھے۔ اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہی ہیں۔ جو والد ماجد کے بطن شریف سے پیدا ہوئے۔ اور والدہ کا دودھ پیتے رہے اور بچوں کی طرح خوراک دیئے گئے۔ اور والدہ کی گود میں ارشاد فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ مجھے اللہ نے کتاب عطا فرمائی اور مجھے نبی بنایا اور مجھ کو نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم کیا۔ کیا اللہ تعالیٰ نماز پڑھنا اور زکوٰۃ دینا ہے؟ معاذ اللہ۔ کیا اللہ تعالیٰ کتاب انجیل اور نبوت کا محتاج ہے۔ توبہ استغفر اللہ۔ یہ صفات بندے کے لئے ثابت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان صفات سے پاک ہے۔ بے شک حضرت مسیح علیہ السلام بغیر باپ کے اللہ کی قدرت سے پیدا ہوئے۔ لیکن حضرت آدم علیہ السلام بغیر ماں اور باپ کے بھی تو پیدا ہوئے تھے۔ پھر ان کو بھی تو اللہ نے بنایا نہیں بنایا۔ اور نہ مخلوق میں سے ہی کسی نے ان کو خدا کا بیٹا کہا۔ تو پھر پادری صاحبان کو حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنانے کا اختیار کس نے دیا ہے۔ ذرا خوب سوچ کچھ کر جواب عطا فرمائیں۔

۷۔ پادری برکت صاحب نے اللہ تعالیٰ کی محبت حضرت مسیح علیہ السلام سے کی طرح بیان کی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دیکھو میرا پیارا بیٹا ہے کہیں لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے بیٹے کے حق میں یہ گواہی دی کہ میرا پیارا بیٹا ہے۔ حالانکہ یہ سراسر اللہ تعالیٰ پر بہتان ہے۔ اللہ نے کسی جگر حضرت مسیح کو بیٹا نہیں فرمایا۔ خیر پادری صاحب جو چاہیں لکھیں۔ اس لئے کہ اس دور میں قلم اور زبان کو آزادی ہے۔ مگر قیامت کے روز شدید پکڑ ہوگی۔ کہیں لکھا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کی ذات الہی کے ساتھ کسی نبی

کو ایسا عظیم رشتہ محبت اور الوہیت کا آسمانی جلال حاصل نہ تھا۔ کہیں لکھا کہ میں بل میں ہوں اور باب مجھ میں ہے۔ کہیں لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے آسمانی بیٹے کے حق میں اپنے پیار کا اظہار یوں فرمایا۔ یہ میرا پیارا بیٹا ہے۔ جس سے میں خوش ہوں۔ پھر لکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اس طرح کسی بزرگے ساتھ اپنے پیار کا اظہار نہیں فرمایا۔ جو محبوب خدا ثابت ہو سکے۔ غرضیکہ اس طرح کی تفریقوں سے کتاب بھری پڑی ہے۔ لیکن سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ کے عقیدہ کے مطابق جناب عیسیٰ علیہ السلام کو ظالم لوگوں نے صلیب پر چڑھا دیا تھا۔ آپ کے عقیدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے بیٹے کو صلیب سے کیوں نہ بچا لیا۔ کیا اللہ تعالیٰ ان کو ظالم لوگوں سے بچا نہیں سکتا تھا؟ اگر اس کا جواب یہ دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ یقیناً بچا سکتا تھا۔ تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بیٹے کو لوگوں نہ ظالم لوگوں سے بچا لیا؟ ہمارا عقیدہ اور ایمان اس بات پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو ظالم لوگوں سے بچا کر آسمان پر اٹھا لیا تھا۔ جیسا کہ اوپر پوری وضاحت کے ساتھ بیان ہو چکا ہے۔ لیکن آپ یہ ضرور بتائیں کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بیٹے کو خود اللہ تعالیٰ نے کیوں نہ بچا لیا؟ اس کی کیا وجہ تھی۔

۸۔ مسیح علیہ السلام کی پیشگوئی :- پکڑنے کو پیادے بھیجے۔ یسوع نے کہا میں تھوڑے دنوں تک تمہارے پاس ہوں۔ پھر اپنے بھیجنے والے کے پاس چلا جاؤں گا۔ تم مجھے ڈھونڈو گے۔ مگر نہ پاؤ گے اور جہاں میں ہوں گا۔ تم نہیں آ سکتے۔ (انجیل یوحنا ۷: ۳۲-۳۴) اس نے پھر ان سے کہا۔ میں جاتا ہوں اور تم مجھے ڈھونڈو گے اور اپنے گناہ میں مرو گے۔ جہاں میں جاتا ہوں۔ تم نہیں آ سکتے۔ پس یہودیوں نے کہا کیا وہ اپنے آپ کو مار ڈالے گا۔ جو کہتا ہے۔ جہاں میں جاتا ہوں۔ تم نہیں آ سکتے۔ اس نے کہا ان سے کہو۔ تم نیچے سے ہو۔ میں اوپر کا ہوں۔ تم دنیا کے ہو۔ میں دنیا کا نہیں (انجیل یوحنا ۸: ۲۰-۲۱) اوپر کے دونوں حوالوں سے یہ بات صاف ہو گئی کہ مسیح علیہ السلام نے صاف پیشگوئی فرمادی تھی کہ تم مجھے نہ پکڑ سکو گے۔ انجیل یوحنا ۱۴: ۱۹ میں لکھا ہے۔ لوگوں نے

اس کو جواب دیا کہ ہم نے شریعت کی یہ بات سنی ہے کہ مسیح علیہ السلام اب تک رہے گا۔ اور زبور ۲۱-۲۲ میں لکھا ہے۔ اس نے تجھ سے زندگی چاہی اور تو نے اس کو عمر کی دوا دیا اب تک بخشی نہ ان دونوں حوالوں سے صاف ظاہر ہے کہ شریعت میں یہ بات اس قدر مشہور تھی کہ عام لوگ بھی جانتے تھے کہ مسیح کی زندگی اب تک دراز ہوگی۔ یسوع یہ باتیں کہہ کر چلا گیا اور یسوع نے اپنے آپ کو چھپا لیا۔ (انجیل یوحنا ۱۳-۱۴) پادری صاحبان :- یہ سب حوالے یہ خدائیں کے ہیں۔ جن کو کوئی بھی غلط ثابت نہیں کر سکتا۔ تو آپ انصاف سے جائیں کہ اس قدر واضح پیشگوئی کے ہوتے ہوئے کیسے تسلیم کیا جائے کہ مسیح علیہ السلام کو صلیب پر چڑھایا گیا تھا؟ اس سے تو مسیح علیہ السلام کا کلام صحت ثابت ہوتا ہے۔

(۹) پادری برکت صاحب نے حضرت مسیح کو خدا ہی بنا دیا ہے

لکھتے ہیں۔ (۱) اور باطنی صوفیت میں الوہیت کی ساری محوری کے سبب کامل صاحب اختیار اور صاحب کرامات کامل خدا ہیں۔ (کتاب قیامت اور زندگی ص ۲) مسیح علیہ السلام خدا میں سے نکلا اور صادر ہوا گویا وہ خدا سے خدا تھا۔ (۳) اس لئے وہ خدا سے خدا اور کامل صاحب اختیار خدا ہے۔ (ص ۲۸) میں اور باپ (خدا) ایک ہیں۔ (علاقہ ص ۵۵) خداوند یسوع مسیح خدا کا بیٹا کلمہ اللہ خدا ہے خدا اور حقیقی نور ہے (ص ۶۹) مسیح کلمہ اللہ ص ۱۱: بیت کی ساری محوری کے باوجود لا محدود خدا سے خدا اور کامل خدا تھے۔ (ص ۲۳) وہ ہیں اور باپ ایک ہیں۔ اس لئے خدا کا آسمانی اکوٹا بیٹا خدا باپ کے ساتھ ازلیت میں واحد خدا ہے۔ ابدیت میں اودتدیت اور اختیار میں واحد خدا ہے۔ (ص ۲۵) لیکن خداوند یسوع مسیح جو الوہیت کے جلال میں کامل خدا ہے۔ (ص ۲۶) وہ حقیقی خدا سے حقیقی خدا ہے۔ (ص ۴۰) لہذا اس کو قیامت اور زندگی پر پورا اختیار ہے۔ اس کو عدالت اور جزا و جزا کا پورا اختیار ہے۔ اس کو جنت الفردوس پر کلی اختیار ہے۔ اس کو درج و جنم پر کلی اختیار ہے۔ کیونکہ وہ کامل خدا کا اکوٹا بیٹا کامل خدا ہے۔ (ص ۲۷)۔

خفا ظہرین کراہے۔ میں نے یہ دس حوالے پادری صاحب کی کتاب "قیامت اور زندگی" سے من و عن نقل کر دیئے ہیں۔ کوئی کمی بیشی نہیں کی۔ صرف دس حوالوں پر اکتفا کیا ہے۔ اگرچہ مسیح علیہ السلام کی تعریفوں سے کتاب بھری پڑی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو اب خدا کی کوئی ضرورت نہیں رہی اور نہ ہی خدا سے کوئی حاجت ان لوگوں کو ہے۔ بس مسیح علیہ السلام ان کے لئے کافی ہیں۔ لیکن میں یہاں اس بحث کو طول دینا نہیں چاہتا میں تو صرف پادری صاحبان سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ ایسے بے مثل بے نظیر خدا کو کوئی صلیب پر لٹکا سکتا ہے؟ جبکہ خدا مرنے پر خود بھی قدرت نہیں رکھتا۔ بلکہ اس کو تو زندہ بھی نہیں آسکتی۔ چہ جائیکہ موت؟ حیرت ہے اور عجب کی بات ہے کہ آسمانی حقوق کے مالک خدا کو ظالم یہودی صلیب پر لٹکا دیں؟ معاذ اللہ تو یہ استغفر اللہ ہزار بار تو یہ۔

پادری برکت صاحب کو میں ان باتوں کا کیا جواب دوں؟ جبکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے خود فرادیا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ دل سے باتیں کرتا ہوں کہ ہر آئینہ (قیامت کے روز) میرے بھی رونگٹے کھڑے ہونگے۔ اس لئے کہ دنیا مجھ کو مسموم کیسے کی (یعنی پادری برکت صاحب جیسے) اور مجھ پر لازم ہوگا کہ اس کے لئے حساب پیش کروں جو ابدی کروں۔ اللہ کی زمین کی قسم ہے۔ وہ اللہ کہ میری جان اس کے حضور میں کھڑی ہونے والی ہے۔ کہ بے شک میں بھی ایک فناء ہونے والا آدمی ہوں۔ حام انساؤن جیسے (انجیل بنیاس فصل نمبر ۵۲)۔ ثابت ہوگا کہ جناب مسیح علیہ السلام نے خود ہی ایسی غلط عقائد کی کتابیں لکھنے والوں کے متعلق چچا سے یہ فیصلہ فرما دیا تھا۔ اور مسیح علیہ السلام سے ارشاد فرمایا۔ اے رب مسموم قدیر عنود جبکہ اقسام لیا ہے۔ تینوں کی بدو جاس بیت پرست باپوں کے بیٹوں سے چوتھی پشت تک تواب تک لعنت کہ ہر اس شخص پر جو کہ میری انجیل کو خلاف کرے وہ انجیل کہ تو نے مجھ کو دی ہے۔ جس وقت کہ وہ یہ لکھیں کہ میں تیرا بیٹا ہوں۔ (انجیل بنیاس فصل نمبر ۲۱۲) پس جب خود ہی جناب مسیح علیہ السلام نے آپ کو خدا کا بیٹا لکھنے والوں کے حق میں خدا کی جناب میں بدعا فرمالی کہ اے مسموم قدیر تو ان لوگوں پر ابد تک لعنت کر جو مجھ کو تیرا بیٹا بنا کر کتابوں میں لکھیں۔ تو محض ان باتوں کا تفصیل سے جواب لکھنے کی کیا حاجت رہی۔ جو کچھ مسیح علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ وہی کافی ہے۔ جو مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا یا خدا کہہ کر کتابوں میں لکھتے ہیں۔ میں تو صرف حوالے نقل کرنے والا علماء حق کا ایک خادم ہوں۔



سوال نمبر ۱

(ایک سامری عورت سے دوران گفتگو حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا) یسوع! اس سے کہا۔ اسے عورت میری بات کا یقین کر کہ وہ وقت آتا ہے تم نہ تو اس پہلو پر باپ کی پرستش کرو گے اور نہ یر و سلم میں۔ تم جیسے نہیں جانتے اس کی پرستش کرتے ہو۔ ہم جیسے جانتے ہیں۔ اس کی پرستش کرتے ہیں۔ کیونکہ نجات یہودیوں میں سے ہے (انجیل یوحنا ۴: ۲۱) اس جگہ غور طلب بات یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام نے فرمایا کہ تم جیسے جانتے ہیں۔ اس کی پرستش کرتے ہیں۔ اگر مسیح علیہ السلام خود خدا ہوتے (جیسے پادری برکت صاحب کا گمان ہے) تو آپ اپنی پرستش یعنی عبادت کا اعلان فرماتے۔ لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی پرستش یعنی عبادت کا ہی اعلان فرمایا۔ دراصل مسیح علیہ السلام خدا نہیں تھے بلکہ خدا کے مقرب بندے اور اس کے رسول تھے۔ اسی لئے آپ نے خدا کی عبادت کا ذکر فرما کر مدعی الوہیت مسیح کا منہ بند کر دیا۔

میں تمام مسیحی پادریوں کو چیلنج کرتا ہوں!

کہ وہ انجیل سے کہیں بھی مسیح علیہ السلام کا یہ حکم دکھائیں کہ آپ نے فرمایا ہو کہ میری عبادت کرو؟

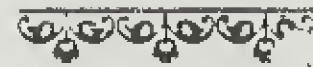
لیکن ہرگز مسیح علیہ السلام کا ایسا حکم کہیں بھی نہیں دکھا سکیں گے۔ تو خدا سے ڈرو اور حضرت مسیح علیہ السلام کو خدایا خدا کا بیٹا بنا کر کتابوں تکھو کیونکہ حقیقت میں خدا وہی ہو سکتا ہے جس کی عبادت کا حکم دیا گیا ہو۔ اور وہ واحد لا شریک بھی ہو۔

پادری برکت صاحب لکھتے ہیں۔ جو لوگ مسیح مصلوب کی صلیبی موت کے منکر ہیں۔ انہوں نے یر و سلم شہر میں جاکر یہودیوں سے ہرگز دریافت نہ کیا تھا کہ عیسیٰ مسیح مصلوب ہوئے تھے یا نہیں۔ کیونکہ ان کے پاس انکار کی کوئی چشم دید شہادتیں موجود نہیں۔ میں کہتا ہوں۔ پادری صاحب کا یہ بھی ایک دھوکا ہے۔ جس سے ناواقف لوگوں کو گمراہ کرنے کی ایک سازش ہے۔ اگر صلیبی موت کے منکر لوگوں کے پاس کوئی چشم دید شہادت نہیں ہے۔ تو میں بھی پادری صاحب سے اس دعویٰ پر دلیل طلب کرتا ہوں کہ کون ہیں واقف کا عین شاہد ہے؟۔ ایک بھی نہیں۔

متی ۲۸: ۱۸ لکھا ہے کہ مسیح کو صلیب دکھائی۔ لوقا، مرقس، یوحنا۔ پولوس۔ یہ وہ گواہ ہیں۔ جن میں سے ایک بھی اس واقعہ میں حاضر نہ تھا۔ تو یہ گواہی کس بات کی دیں گے۔ کیا آج کی عیسائی عدالتیں ایسی گواہی قبول کر لیتی ہیں کہ گواہ واقعہ میں موجود نہ ہو۔ اور اس کی گواہی قبول ہو جائے۔ ہرگز نہیں۔ اور یہ مسلم تاریخی واقعہ ہے کہ جب یہود مسیح علیہ السلام کو گرفتار کرنے کیلئے گئے۔ تو رات کا وقت تھا۔ تو حواری سب بھاگ گئے تھے۔ اس پر سب شاگرد اسے چھوڑ کر بھاگ گئے۔ (مرقس ۱۴-۱۵) مگر یہ سب کچھ اس لئے ہوا ہے کہ نبیوں کے نوشتے پورے ہوں۔ اس پر سب شاگرد اسے چھوڑ کر بھاگ گئے۔ (متی ۲۸: ۱۸) اور اسی طرح انجیل پر بائبل فصل نمبر ۲۱ میں لکھا ہے۔ لیکن ہم لوگوں نے جب یہود کی بات سنی اور سپاہیوں کا گروہ دیکھا تب ہم دیالوں کی طرح بھاگ نکلے اندر یوحنا جو کہ ایک کتان کے لحاف میں پیٹا ہوا تھا۔ جاگ اٹھا اور بھاگا۔ اور جب ایک سپاہی نے اسے کتان کے لحاف کے ساتھ بچڑھایا تو کتان کا لحاف چھوڑ کر نکلا بھاگ نکلا۔ غرض یہ کہ سب شاگرد مسیح علیہ السلام کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ اور یہود کی شکل مسیح علیہ السلام کے مشابہ ہو گئی تھی۔ اور فرشتے خدا کے حکم سے مسیح (علیہ السلام) کو آسمان پر اٹھا کر لے جا چکے تھے۔ پس ان لوگوں نے یہود کو مسیح سمجھ کر لے

گئے تھے۔ جیسے اوپر پوری وضاحت کے ساتھ یہ سب کچھ بیان ہو چکا ہے۔
 پادری صاحب من گھڑت باتیں لکھ لکھ کر لوگوں کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔ کیا پادری
 برکت صاحب نے یہ دشلیع شہر میں جا کر یہودیوں سے دریافت کر لیا تھا کہ تم نے مسیح
 (علیہ السلام) کو صلیب دی ہے؟ مسیح علیہ السلام نے تو آسمان سے واپس آکر بھی اپنی
 والدہ اور شاگردوں کو بھی خبر دی تھی کہ میں نہیں مرا ہوں۔ بلکہ یہود آخر طوطی صلیب
 پر مرا ہے۔ لہذا پادری صاحب کے پاس مسیح علیہ السلام کو صلیب دینے کی چشم دید
 کوئی بھی شہادت موجود نہیں۔ خواہ محولہ کتابوں کے اوراق سیاہ کر رہے ہیں۔
 مسیح علیہ السلام کو خدا بھی مانتے ہیں اور خدا مان کر بھی خدا کو صلیب پر چڑھاتے
 ہیں۔ (توبہ استغفر اللہ۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ)

خدا تو خود مرنے پر قادر نہیں ہے۔ چہ جائیکہ خدا تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی مخلوق
 یہودی لوگ معاذ اللہ اپنے پیدا کرنے والے خالق کو صلیب پر چڑھا دے۔ ایسا عقیدہ
 تو کسی ممنوع الحواس انسان کا ہی ہو سکتا ہے۔ اور نہ کسی عقل مند آدمی کے دل
 میں بھی ایسا باطل عقیدہ پیدا ہو سکتا ہے۔



مسیح علیہ السلام نے فرمایا۔

پس تحقیق میں ایک دکھائی دینے والا آدمی اور مٹی کا پتلا ہوں۔ جو زمین پر چلتا ہوں
 تمام دیگر آدمیوں کی طرح فناء ہونے والا ہے۔ اور یہ کہ میری ایک ابتدا تھی۔ اور میرے لیے ایک
 انتہا ہوگی۔ اور تحقیق میں قدرت نہیں رکھتا کہ ایک کبھی کو بھی از سر نو پیدا کروں۔ کاہن نے
 بلند آواز سے کہا۔ اے یسوع ٹھہر جا۔ اس لئے کہ ہم پر واجب ہے کہ ہم جانیں کہ تو کون ہے
 اپنی قوم کی تسکین کے لئے۔ یسوع نے جواب دیا۔ میں یسوع مریم کا بیٹا ہوں۔ ایک مرے
 ہوئے آدمی داؤد کی نسل سے ہوں۔ اور اللہ سے ڈرتا ہوں یہ درخواست کرتا ہوں کہ زندگی
 اور عزت خدا کے سوا اور کسی کو نہ دی جائے۔ کاہن نے جواب میں کہا۔ موسیٰ علیہ السلام
 کی کتاب میں یہ لکھا ہوا ہے کہ ہمارا اللہ عنقریب ہمارے لئے مسیحا کو بھیجے گا۔ جو کہ ہمیں
 اللہ کے ارادہ کی خبر دے۔ آئیگا۔ اور دینا کے لئے اللہ کی رحمت لائیگا۔ اس لئے ہم تجھ سے
 امید کرتے ہیں کہ تو ہمیں بتا کہ آیا تو ہی وہ اللہ کا مرسیا ہے جس کے ہم منتظر ہیں؟
 یسوع نے جواب دیا حق یہ ہے کہ اللہ نے ایسا ہی وعدہ کیا ہے۔ مگر میں وہ نہیں
 ہوں۔ اس لئے کہ وہ مجھ سے پہلے پیدا کیا گیا ہے۔ اور میرے بعد آئے گا۔ کاہن نے جواب
 میں کہا ہم تیری باتوں اور تیری نشانیوں سے بہر حال یہ اعتقاد کرتے ہیں کہ تو ضرور نبی اور
 اللہ کا قدوس ہے۔ اس لئے میں تجھ سے تمام یہودیہ اور نبی اسرائیل کے نام سے
 یہ امید کرتا ہوں کہ تو ہمیں اللہ کے واسطے یہ بتا دے کہ مسیحا کس کیفیت سے
 آئیگا؟ یسوع نے جواب دیا۔ اس اللہ کی جان کی قسم ہے جس کے حضور میں میری
 جان استاد ہوگی کہ درحقیقت میں وہ مسیحا نہیں ہوں جس کا کہ تمام زمین کے قبیلے
 انتظار کرتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ نے ہمارے باپ ابراہیم سے یہ کہہ کر وعدہ کیا ہے۔ کہ یہ
 میں تیری ہی نسل سے زمین کے کل قبائل کو برکت دوں گا۔ مگر جب اللہ مجھ کو دنیا سے
 اٹھائے گا۔ تب شیطان دوسری دفعہ ملعون فتنہ کو مچھریوں اٹھائے گا کہ غیر متقی کو
 یہ اعتقاد کرنے پر آمادہ بنائے گا۔ کہ میں یسوع اللہ ہوں یا اللہ کا بیٹا۔ پس اس کے
 سبب سے میرا کلام اور میری تعلیم تجس ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ قریب قریب میں موسیٰ

یہی باقی رہیں گے۔ ہر قسم اللہ دنیا پر رحم کرے گا۔ اور اپنے اس رسول کو بھیجے گا کہ اسی کے لئے سب چیزیں پیدا کی ہیں۔ وہ نبی کہ جنوب سے قوت کے ساتھ آئے گا۔ اور جنوں کی پوجا کرنے والوں کو ہلاک کرے گا۔ اور شیطان سے اسکی وہ حکومت جین لے گا۔ جو اسے انسانوں پر حاصل ہے۔ اور وہ ان لوگوں کی نجات کے لئے جو اس پر ایمان لائیں گے۔ اللہ کی رحمت لاٹھیکا۔ اور جو اس کے کلام پر ایمان لائے گا وہ مبارک ہوگا۔ اور باوجود اس کے کہ میں اسکی جوتی کا قسم کھولنے کا بھی مستحق نہیں ہوں۔ میں نے اللہ کی طرف سے نعمت اور رحمت کے طور پر یہ درتہ حاصل کیا ہے۔ کہ اسکو دیکھوں۔ تب اس وقت کا میں نے حکم اور بادشاہ سمیت یہ کہتے ہوئے جواب دیا۔ کہ اے یسوع اللہ کے قدس تو اپنے دل کو پریشان نہ کر۔ اس لئے کہ یہ فتنہ ہمارے زمانہ میں دوسری دفعہ پیدا ہوگا۔ اس لئے کہ تم مغرب مقدس رومانی شیوخ کو ایک بادشاہی حکم صادر کرنے کے لئے لکھ دین گے۔ کہ اب سے بعد کوئی آدمی تجھے اللہ یا اللہ کا بیٹا نہ کہے۔ تب اس وقت یسوع نے کہا تحقیق تمہارا کلام مجھ کو تسلی نہیں دیتا۔ اس لئے کہ ایک ایسا اللہ پیدا کرنے والا ہے۔ جس میں تم دشمنی کی امید ہی کیا کرو گے۔ مگر میری تسلی اس رسول کے آنے میں ہے۔ جو کہ میرے بارہ میں ہر چھوٹے خیال کو محو کر دے گا۔ اور اس کا دین پھیلے اور تمام دنیا میں عام ہو جائیگا۔ کیونکہ اللہ نے ہمارے باپ ابراہیم (علیہ السلام) سے یوں ہی وعدہ کیا ہے۔ اور جو چیز مجھ کو تسلی دیتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اس رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین کی کوئی حد نہیں۔ اس لئے کہ اللہ اس کو درست و محفوظ رکھے گا۔ اس لئے کہ میں نے حاکم سے خواہش کی کہ وہ اس سب معاملہ کو رومیہ کی مجلس شیوخ کے پاس لکھ بھیجے۔ پس حاکم نے ایسا ہی کیا۔ اس سبب سے مجلس شیوخ نے اسرائیل پر ترس کھایا اور ایک حکم صادر کیا کہ وہ ہر ایک کو جو یہود کے نبی یسوع نامہی کو اللہ یا اللہ کا بیٹا کہے منع کرنی اور اسے موت کا دھوس دیتی ہے۔ تب یہ فرمان بکل کے اندر تانبے کی تختی پر لکھ کر رکھا دیا گیا۔ (انجیل برنیاں فصل نمبر ۹۷-۹۸)

یہودیوں کی مسیح علیہ السلام سے دشمنی کی وجہ

کاہنوں کے سردار نے کہا۔ میں تجھ سے محض ایسی بات کو پوچھتا ہوں۔ اور تجھے قتل نہیں کرنا چاہتا۔ پس تو ہم کو بتا کہ ابراہیم علیہ السلام کا یہ بیٹا کوئی تھا (یعنی قربانی کے لئے) یسوع نے جواب دیا۔ اے اللہ تیرے شرف کی غیرت مجھ کو بھڑکا دے اور میں چپ نہوں سکوں۔ (۷۰) میں سچ کہتا ہوں کہ ابراہیم کا یہ بیٹا اسماعیل ہی ہے۔ جسکی اولاد سے مسیحا کا آنا واجب ہے۔ کہ اسی کے ورود سے زمین کے تمام قبیلے برکت پائیں گے۔ (۷۱) پس جب کہ کاہنوں کے سردار نے اس بات کو سنا وہ غصہ سے بھر گیا۔ اور چیخا کہ ہمیں اس فاجر کو سنگسار کرنا چاہیے کیونکہ یہ اسماعیلی ہے۔ اور اس نے موسیٰ اور اللہ کی شریعت پر کفر کیا ہے۔ تب وہ ہی کاہنوں اور فریسیوں اور قوم کے شیوخ میں سے ہر ایک نے ہتھ اٹھائے۔ تاکہ یسوع کو سنگسار کریں۔ تو وہ ان کی آنکھوں سے چھپ گیا۔ اور ہیکل سے نکل آیا۔ (۷۲) پھر اس وجہ سے کہ ان لوگوں کو یسوع کے قتل کرنے کی خواہش میں دشمنی اور کینہ نے اٹھھا کر دیا تھا۔ وہ ایک دوسرے کو مارنے لگے یہاں تک کہ ہزار آدمی مر گئے اور انہوں نے مقدس ہیکل کو ناپاک کیا۔ (انجیل برنیاں فصل ۲۴)

۴۴۳ پادری برکت اسے خان کا منافقانہ طریقہ

میں یہ بھی جانتا ہوں کہ بعض مسیحی پادریوں نے قرآن مجید پر اعتراض کیے اور سب سے پہلے پرافض اسلام پر بھی کئی طرح کے اعتراضات کئے ہیں۔ اور علماء اسلام نے ان اعتراضات کے مدلل جوابات بھی دیئے ہیں۔ لیکن پادری برکت صاحب نے جو بہشت کے متعلق قرآن مجید کی آیتوں کا ذکر کیا ہے۔ منافقانہ رنگ اختیار کیا ہے۔ اور قرآن مجید کی آیتوں کا انکار لہجہ میں خرافات اڑایا ہے۔ شاید پادری صاحب اپنے سوا کسی اور عالم کو جاہل ہی تصور کرتے ہیں۔ کہ ان کی آن چال بازیوں کو کوئی جانتا ہی نہیں؟

اب آپ نے جو یہ لکھا ہے کہ مسلم علماء و مشرکین پر ہے۔ قرہین کے مرتکب ہوتے ہیں۔ تو آپ خدا اپنے گریبان میں بھی منہ ڈال کر دیکھیں کہ آپ کا کیا حال ہے؟ آپ تو ہر طرف سے توہین کے مرتکب ہو چکے ہیں۔ قرآن مجید کی توہین کے اس طرح مرتکب ہوئے کہ قرآن نے صاف صاف اعلان فرما دیا کہ مسیح علیہ السلام نہ تو صلیب دینے گئے اور نہ ہی قتل کیے گئے۔ بلکہ وہ آسمان پر اٹھا لیے گئے۔ آپ نے اس اعلان کا انکار کیا۔ اور قرآن مجید نے فرمایا۔ سورۃ قل شریف میں ترجمہ: اللہ ایک ہے اللہ سے نیازی ہے۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ واسطے اس کے کوئی ظہور کرنے والا۔ اور دوسری جگہ فرمایا کہ کوئی شے اس کی مثل نہیں یعنی اللہ تعالیٰ بے مثل ہے اور بے نظیر ہے۔ لیکن آپ اس کا بھی انکار کر کے کفر میں داخل ہو گئے اور قرآن مجید کی توہین کے مرتکب ہو گئے۔ اس لئے کہ آپ نے خدا کے بندے اور اس کے رسول کو خدا کا بیٹا بنا دیا۔ بلکہ خدا ہی بنا دیا۔ اور دوسری صحیح انجیل برنباس کا بھی انکار کر دیا کیونکہ برنباس نے قرآن مجید کے مطابق سب کچھ لکھا ہے۔ جو اور پوری وضاحت کے ساتھ بیان ہو چکا ہے۔ بلکہ یوحنا نے بھی اسی طرح مسیح علیہ السلام کی زبان مبارک سے لکھا کہ میں تھوڑے دنوں تک تمہارے پاس ہوں۔ پھر اپنے پیچھے والے کے پاس چلا جاؤں گا۔ تم مجھے ڈھونڈ گے۔ مگر نہ پاؤ گے اور جہاں میں ہوں تم نہیں آ سکتے۔ انجیل یوحنا باب ۸ (۱۶)

۱۔ خود آپ نے بھی اپنی کتاب صلیب پر لکھا ہے۔ کہ خداوند یسوع مسیح نے فرمایا تمہارا دل ڈھونڈئے تم خدایا ایمان رکھتے ہو۔ محمد پر بھی ایمان رکھو۔ میرے باپ کے گھر میں بہت سے مکان ہیں۔ اگر نہ ہوتے تو میں تم سے کہہ دیتا۔ کیونکہ میں جاتا ہوں۔ تاکہ تمہارے لئے جگہ تیار کروں۔ اور اگر میں جا کر تمہارے لئے جگہ تیار کروں۔ تو پھر اگر تمہیں اپنے ساتھ لے لوں گا۔ تاکہ جہاں میں ہوں تم بھی ہو۔ (انجیل یوحنا ۱۴-۱۵) پادری صاحب نے بھی خود اس بات کا اقرار کر لیا کہ مسیح علیہ السلام آسمان پر تشریف لے گئے۔ اور دوبارہ آنے کا بھی وعدہ فرمایا۔ صلیب وغیرہ کا کوئی ذکر آپ نے نہیں فرمایا جس سے ثابت ہوا کہ مسیح علیہ السلام ہرگز صلیب پر نہیں چڑھے گئے۔ بلکہ زندہ آسمان پر اٹھا لیے گئے۔ اس سے یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ پادری برکت صاحب کو اپنی لکھی ہوئی تحریک بھی یاد نہیں رہتی۔ شاید پادری صاحب کا حافظہ کمزور ہو گیا۔ آپ جناب نے صلیب اناجیل کا انکار کر دیا۔ اس طرح آپ اناجیل کی توہین کے مرتکب ہو گئے کہ برخلاف اناجیل حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب پر چڑھا دیا۔ ثابت ہوا کہ آپ قرآن مجید اور اناجیل سب الہامی کتابوں کے منکر ہیں۔ پھر کس بل بوتے پر آپ مسیحی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور علماء و مشرکین پرستش و پیغم میں ہونے کا الزام لگاتے ہیں؟ جبکہ آپ اپنی کتابوں سے ہی ناواقف ہیں۔ پھر آپ کو کہاں حق پہنچتا ہے کہ مسلم علماء کی توہین کے مرتکب ہوں؟ اور ان کے حق میں ایسے ایسے الفاظ استعمال کرنے کی جرأت کریں؟ جو کسی طرح بھی برداشت نہیں کئے جا سکتے۔



پادری برکت کی جہالت کا ثبوت

پادری صاحب اسی کتاب کے ص ۱ پر لکھتے ہیں: جب اے آدمی خاک سے خاک میں مل جاتا ہے۔ تو انسانی روح عالم ارواح میں جاتا ہے۔ پھر ہر انسان اور قیامت یعنی زمرہ آخری روح میں زندہ کیا جائیگا۔

فاظ بن حکم اہل: غور فرمائیں کہ پادری صاحب مصنف تو ہیں۔ لیکن جیسا کہ آتنا علم ہی نہیں کہ انسانی روح مذکر ہے یا مؤنث۔ حقیقت یہ ہے۔ انسان کی روح بیٹھ ہے۔ آپ نے مذکر بنا کر کتاب میں لکھا کہ انسانی روح عالم ارواح میں جاتی ہے۔ اور آپ صاحب اس بات سے بھی جاہل ہیں کہ روح کواں جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مردے کی روح کبھی نہیں مرتی۔ اور نیک آدمی کی روح علیین یا جنت یا آسمان یا چاہ زمین میں رہتی ہے۔ اور کفار کی روح جہنم یا نار یا چاہ دوزخ میں رہتی ہے۔ پادری صاحب کہتے ہیں کہ انسانی روح عالم ارواح میں جاتی ہے۔ پس پادری صاحب کی جہالت کا یہ زبردست ثبوت ہے۔

اسی طرح یہ من گھڑت باتوں سے کتاب بھری پڑی ہے۔ میں پادری صاحب سے سوال کرتا ہوں کہ یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ ہر انسان روز قیامت اسی روح میں زندہ کیا جائیگا۔ روح بغیر جسم کے کیسے زندہ ہوگی؟ روح تو ایک لطیفہ چیز ہے۔ جو کسی کو نظر ہی نہیں آسکتی۔ جو بغیر بدن کے انسان کیسے زندہ ہوگا؟ پہلے بدن کو تو۔ آپ نے فنا کر دیا۔ اور دوبارہ زندہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کو قادر نہ سمجھا۔ پھر خدا پر لکھتے ہیں یوم آخر میں مردے جی اٹھیں گے۔ تو انسانی روح کو دوبارہ ایک جسم عطا کیا جائیگا۔ جو خاکی اور نفسانی نہ ہوگا۔ یہ جسم فرشتوں کی مانند ہونگے۔ پھر لوگ خدا کے تخت عدالت کے سامنے حاضر کئے جائیں گے۔ اور عدالت ہوگی۔ یہ پادری صاحب کی ڈہل جہالت ہے۔ جو اتنی عقل بھی نہیں رکھتے۔ کہ فرشتے تو پاک اور معصوم ہوتے ہیں۔ اگر فرشتوں جیسا اس روح کو جسم ملے گا تو عدالت کیسے ہوگی۔ فرشتوں نے تو کبھی کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔ اے پادری برکت صاحب تیری عقل کہ بھڑکی۔ جب تک وہ بدن حاضر نہ ہوگا جس سے انسان نیک و بد کا

کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جزا و سزا کس کو دے گا؟ اور انصاف کیسے ہوگا؟ جس بدن سے سوال و جواب سزا و جزا کا صاحب لیا جائیگا۔ اس بدن کو تو آپ فنا کر چکے ہیں۔ آپ کے عقیدہ کے مطابق تو اللہ تعالیٰ دوبارہ اس بدن کو زندہ نہیں کر سکتا۔ معاذ اللہ یہ تو اللہ کی قدرت کا انکار ہے۔ جو کافر لوگوں کا عقیدہ ہے۔ حالانکہ پادری برکت صاحب نے خود اس بات کا اقرار کیا ہے کہ بدن وہی ہوگا۔ چنانچہ اسی کتاب کے ص ۱ پر لکھتے ہیں۔ کیونکہ ضرور ہے کہ مسیح کے تخت عدالت کے سامنے جا کر ہم سب کا حال ظاہر کیا جائے تاکہ ہر شخص اپنے ان کاموں کا بدلہ پائے۔ جو اس نے بدن کے وسیلہ سے کئے ہوں۔ خواہ بھلے ہوں۔ خواہ بڑے۔

فاظ بن حکم اہل: دیکھا آپ نے پادری برکت صاحب کیسے بدحواس ہو رہے ہیں۔ کیونکہ کسی جگہ تو لکھتے ہیں کہ انسانی روح خاک میں حل جاتا ہے۔ کسی جگہ روح کو مؤنث کی بجائے مذکر بنا دیتے ہیں اور کسی جگہ روح کو فرشتوں جیسا پاک بدن عطا کر رہے ہیں۔ اور کسی جگہ صرف روح سے ہی بغیر بدن کے زندہ کر رہے ہیں اور کسی جگہ پھر اسی بدن کا اقرار کر رہے ہیں جس کا پہلے انکار کر چکے ہیں۔ اور سب سے عجیب بات یہ ہے کہ پہلے لکھ چکے ہیں کہ پھر لوگ خدا کے تخت عدالت کے سامنے حاضر کئے جائیں گے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ مسیح کے تخت عدالت کے سامنے جا کر ہم سب کا حال ظاہر کیا جائے۔ اب پادری صاحب ہی اس بات کا فیصلہ کر کے بنا سکتے ہیں کہ روز قیامت لوگ خدا کے تخت عدالت کے سامنے حاضر کئے جائیں گے یا مسیح کے تخت عدالت کے سامنے جائیں گے؟ میرے خیال میں اس قسم کے متضاد بیانات وہی شخص کتاب میں تحریر کر سکتا ہے جس کے حواس قائم نہ ہوں۔ یعنی مخلوط احساس ہو۔ پھر کس بل بوتے پر کتاب میں پادری صاحب لکھتے ہیں کہ جن باتوں کا سمجھ نہ آئے۔ وہ اہل کتاب مسیحی علماء سے پوچھ لینے میں قرآن کی مخالفت نہیں رکھتی حرج ہے۔ کیونکہ یہ حکم قرآن میں درج ہے اور سورۃ یونس کا حوالہ بھی دیا ہے۔ یہ حکم قرآن مجید میں درج تو ہے۔ لیکن پادری صاحب

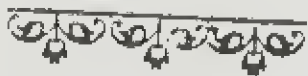
اس حکم کو سمجھنے کی قابلیت نہیں رکھتے۔ اس سے مراد آپ جیسے معنوی طور پر اس عالم نہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن سلام جیسے عالم مراد ہیں۔ جو توحید کے عالم تھے۔ اور انہوں نے توحید میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مکمل ہوئی دیکھی اور حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شان کے مطابق دیکھ کر اسلام لے آئے تھے۔ اور ان کے ساتھی بھی ان کے ساتھ ہی اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ اور حضور علیہ السلام کا کلمہ دل و جان سے پڑھ کر مسلمان ہو گئے تھے۔ اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے۔ جو توحید کی حقیقت کو جانتے تھے۔ اور قرآن مجید کو دل و جان سے برحق مانتے تھے۔ آپ تو قرآن مجید کی وہی آیتیں صحیح مانتے ہیں۔ جو سورج علیہ السلام کی شان میں ہیں۔ باقی سب قرآن کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ اور غرض کتاب میں درج کرتے ہیں۔ لہذا اس آیت میں مسیحی علماء کا کوئی ذکر تک نہیں صرف پہلے علماء کا ذکر ہے۔ جو توحید کے ماہر تھے۔ آپ جیسے خود پسند نہیں جو دوسرے علماء کو جاہل ناخواندہ خدا کے باطنی تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ اپنی کتابوں سے ہی بے خبر ہیں۔ تو پھر آپ کو دوسرے علماء پر بحثہ جیتے کر نے کا کیا حق پہنچتا ہے؟ میں نے اوپر انجیل سے ثابت کیا ہے کہ بدن یہی ہو گا جس سے حساب لیا جائے گا کیونکہ اسی بدن سے انسان نیک و بد کا کم کرتا ہے اور اب میں صحیح انجیل سے کچھ اور حوالے نقل کرتا ہوں جس سے ثابت ہو گا کہ یہی بدن جنت میں بھی جائے گا۔ میں آدمیوں نے اسی بدن سے نیک اعمال کئے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیے۔۔۔ پطرس نے کہا آیا ہمارا یہ بدن جو کہ اس وقت ہے یہی جنت میں جائیگا؟ یسوع نے جواب دیا۔ اے پطرس تو اس بات سے ڈرنا رہ تو نہیں صدوقی نہ ہو جائے۔ اس لئے کہ صدوقی کہتے ہیں کہ جسم بھی ذرا ٹھیک اور یہ کہ فرشتے بھی نہیں پائے جاتے۔ اسی لئے ان کے بدن اور روح پر جنت میں داخل ہونا حرام کر دیا گیا ہے۔ اور دراصل دنیا میں فرشتوں کی ہر خدمت سے محروم ہیں۔ آیاتم لوگ ایوب اللہ کے بنی اور خلیل کو بھول گئے۔ کہ وہ کیونکر کہتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ میرا اللہ زندہ ہے۔ اور یہ کہ میں آخرت کے دن میں اپنے بدن کے ساتھ اٹھوں گا اور اپنی آنکھ

سے اللہ اپنے خلاصی دینے والے کو دیکھوں گا۔ (انجیل برنباس فصل نمبر ۱)۔ (اور سورج علیہ السلام نے فرمایا) پس میں کہتا ہوں کہ آیا اس حالت میں یہ انصاف کی بات ہے کہ اکیلا نفس جنت میں جائے بغیر اس جسم کے جس نے اپنے آپ کو اللہ کی خدمت میں اس قدر تھکایا ہے۔ اور سورج علیہ السلام نے پطرس کو فرمایا۔ پس اگر تو نے اللہ کی جنت کو بدن سے نکال بھیجا۔ تو نفس پر جہنم میں پڑتے ہی کا حکم لگا دیا۔ (۱) پس اگر تیری داہنی آنکھ تجھے ٹھوکر کھلائے تو اسے نکال کر اپنے پاس سے چھینک دے کیونکہ تیرے لئے یہی بہتر ہے کہ تیرے اعضا میں سے ایک جاتا رہے۔ اور تیرا سارا بدن جہنم میں نہ ڈالا جائے اور اگر تیرا داہنا ہاتھ تجھے ٹھوکر کھلائے تو اس کو کاٹ کر اپنے پاس سے چھینک دے کیونکہ تیرے لئے یہی بہتر ہے کہ تیرے اعضا میں سے ایک جاتا رہے اور تیرا بدن جہنم میں نہ جائے۔ (انجیل متی باب ۵ آیت ۲۰)

(۲) جو بدن کو قتل کرتے ہیں اور روح کو قتل نہیں کر سکتے ان سے نہ ڈرو بلکہ اسی سے ڈرو جو روح اور بدن دونوں کو جہنم میں ہلاک کر سکتا ہے (متی ۱۰) اور فرمایا پس اس صورت میں اگر بدن جنت میں نہ جائے گا تو کونسی چیز ہے جو جنت کے کھانے کھائے گی؟ (انجیل برنباس فصل نمبر ۱) پس سورج اور انجیل سے اس بات کا مکمل طور پر فیصلہ ہو گیا۔ کہ ہر صورت اللہ تعالیٰ انسان کو اسی بدن سے زندہ کرے گا۔

حساب لے گا۔ اور اچھے اعمال کرنے والوں کو اسی بدن اور روح سے جنت میں داخل کرے گا۔ لہذا یاد رکھیے صاحب کا دعویٰ باطل ہو گیا کہ یہ بدن فنا ہو جائے گا۔ اور فرشتوں جیسا بدن عطا کیا جائے گا۔



یادری برکت صاحب علماء حق کا مذاق اڑایا

یادری برکت صاحب لکھتے ہیں کہ ہمارے زمانہ کے مسلم علماء ہمارے بڑے شش و پنج میں ہیں۔ اگر وہ کتاب مقدس کی ساری باتوں کو حق تسلیم کریں تو قرآن مجید کی صداقت پر پوچھ پڑنا ہے اور اگر قرآن مجید کی باتوں کو برحق تسلیم کریں تو کتاب مقدس یعنی سابقہ کتب کی توہین کے مرتکب ہوتے ہیں۔ بچارے مجبور ہیں۔ بچارے کس کو مانیں کس کو رد کریں۔ دینی زبان سے اقرار کرتے ہیں۔ کہ سابقہ کتب پر ہمارا ایمان ہے (کتاب قیامت اور زندگی صفحہ ۲۶۲) ناظرین کرام غور فرمائیں۔ پہلے تو یادری صاحب مسیح علیہ السلام کو روح القدس سے معلوم کر کے عیب کی خبریں بتاتے تھے۔ لیکن یادری صاحب خود بخود عالم الغیب بن گئے۔ اور مسلم علماء کی دل کی باتیں بتائے گئے۔ جناب یادری صاحب یہ بھی آپ کی جہالت کا ایک ثبوت ہے ہم لوگ ہرگز شش و پنج میں نہیں ہیں۔ ہمارا ایمان اس قدر مضبوط ہے۔ کہ قرآن شریف کی صداقت پر ہمیں کبھی شبہ تک بھی نہیں ہوا۔ کیونکہ قرآن شریف کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے۔ اس لئے سابقہ کتابوں میں سے جس کتاب کے احکامات قرآن شریف کے مطابق ہو گئے۔ ہم اس کو دل و جان سے صحیح مان کر تسلیم کر لیتے گئے۔ جو کتاب قرآن کے مخالف ہوگی۔ اس میں ضرور تحریف ہو چکی ہوگی۔ اس لیے تحریف شدہ کتابوں کو ہم کیسے صحیح مان لیں اور قرآن مجید اور صحیح انجیل بنیاس سے حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان مبارک سے سابقہ کتابوں کی تحریف کا ثبوت اوپر دیا جا چکا ہے۔ لہذا ہم سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کو اور ان کی صحیح اور غیر تحریف شدہ کتابوں کو دل و جان سے صحیح مانتے ہیں۔ اور جن کتابوں میں حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا یا خدا کہا گیا ہے یا مسیح علیہ السلام کو صلیب پر چڑھایا گیا لکھا گیا ہے۔ ہم ایسی کتابوں کو بھی نہیں مان سکتے۔ کیونکہ یہ قرآن مجید کے مخالف ہیں۔ اگر آپ قرآن مجید کو نہیں مانتے تو آپ نے اپنی کتاب "قیامت اور زندگی" کے پہلے ہی صفحہ پر قرآن مجید کی آیت کیوں لکھی ہے؟ اور وہ عیسیٰ، قیامت کی نشانی ہے اور بھی بہت سے قرآن مجید کی آیتوں کے حوالے اپنی کتاب میں دیئے ہیں۔ گویا کہ۔

انہوں نے اپنی تسلی کے لئے قرآن مجید کی آیتیں نقل کی ہیں۔ جو ہمارے نبی پاک جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ کیا مسلم علماء کو دھوکا دینے کے لئے یہ قرآن مجید کی آیتیں نقل کی ہیں۔ جو آپ کے مطلب کی ہیں؟ اس کا مطلب تو یہ ہوا۔ کہ قرآن مجید کے بعض آیتوں پر آپ ایمان لاتے ہیں۔ اور باقی سارے قرآن مجید کا انکار کر کے آپ کفر میں داخل ہوتے ہیں۔ یہ دھوکا نہیں تو اور کیا ہے؟ اگر یادری صاحب قرآن مجید کو دل سے سچا مانتے ہیں۔ تو میں یادری صاحب سے سوال کرتا ہوں کہ جو کلام جناب مسیح علیہ السلام نے والدہ ماجدہ کی گود میں فرمایا تھا اور صاف صاف لفظوں میں ارشاد کیا تھا۔ کہ اونی عبد اللہ۔ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ جیسے پوری وضاحت کے ساتھ اوپر بیان ہو چکا۔ کیا وہ قرآن مجید میں شامل نہیں ہے؟ اور جو قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ نہ (وہ عیسیٰ علیہ السلام) صلیب پیسے گئے اور زوہ قتل کئے گئے۔ بلکہ وہ آسمان پر اٹھ گئے۔ کیا وہ قرآن مجید میں شامل نہیں؟ ان آیات قرآنی کو نہ ماننے کی وجہ کیا ہے؟ جبکہ آپ قرآن مجید کی وہ آیتیں مانتے پر ایمان بھی رکھتے ہیں۔ جو آپ کے مطلب کو پورا کرتی ہیں۔ حالانکہ مضاف جب مسیح علیہ السلام کی نشان بیان کرتے ہیں تو قرآن شریف کی آیتوں سے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف اپنی اپنی کتابوں میں تحریر کرتے ہیں۔ پھر قرآن مجید کی دوسری آیتوں کا انکار کرنے کی کیا وجہ ہے؟ جن میں آپ نے صاف طور پر اعلان فرمایا ہے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں جیسے اوپر بیان ہو چکا ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے تین دن کیلئے رخصت فرمادیا میں
اپنی والدہ اور شاگردوں کو دیکھنے کے لئے تشریف لائے تھے (اور پھر آسمان پر چلے گئے)
لہذا یسوع نے اللہ سے منت کی کہ وہ اس کو اجازت دے کہ یہ اپنی ماں اور شاگردوں
کو دیکھ آئے۔ تب اس وقت رحمن نے اپنے چاروں نزدیک فرشتوں کو جو کہ جبریل، میکائیل اور
رافائیل اور اویل ہیں حکم دیا کہ یسوع کو اس کی ماں کے گھر اٹھا کر لے جائیں۔ اور یہ کہ متوازی
تین دن کی مدت تک وہاں اسکی نگہبانی کریں۔ اور سوا ان لوگوں کے جو اس کی تعلیم پر ایمان لائے
ہیں اور کسی کو اسے نہ دیکھنے دیں۔

پس یسوع روشنی سے گھرا ہوا اس کمرہ میں آیا جس کے اندر کنواری مریم مع اپنی دواؤں
بھینوں اور مرثا اور مریم مجدلیہ اور عازرا اور اس کے بھائی اور یوحنا اور یوحنا اور یوحنا اور یوحنا
کے مقیم تھے۔ تب یہ سب خوف سے بیہوش ہو کر گر پڑے۔ گویا کہ وہ مردے ہیں۔ پس یسوع
سے اپنی ماں کو اور دوسروں کو یہ کہتے ہوئے زمین سے اٹھایا۔ تم نہ ڈرو اس لئے کہ میں ہی
یسوع ہوں اور نہ دوؤں۔ کیونکہ میں زندہ ہوں۔ تم کہہ رہے ہو۔ یسوع نے اپنی ماں سے
گئے مل کر کہا۔ کہ لے ماں تو مجھے سچا مان کیونکہ تجھ سے سچائی کے ساتھ کہتا ہوں کہ میں
ہرگز نہیں مرا ہوں۔ (مسیح علیہ السلام نے) ان لوگوں میں سے بہتوں کو ملامت کی۔ جنہوں
نے اعتقاد کیا تھا۔ کہ وہ (یسوع مریم مریچی اٹھا ہے۔ یہ کہتے ہوئے کہ آیا تم مجھ کو اور اللہ
دوؤں کو مھوٹا سمجھتے ہو؟ اس لئے کہ اللہ نے مجھے یہ فرمایا ہے۔ کہ میں دنیا کے خاتمہ
کے کچھ پہلے تک زندہ رہوں۔ جیسا کہ میں نے ہی تم سے کہا ہے۔ پس میں تم سے سچ کہتا ہوں
کہ میں نہیں مرا ہوں۔ بلکہ ہوا خائن مرا ہے۔ اور یسوع اس کے بھائی متوجہ
ہوا اور کہا ہے برناباس! تجھ پر واجب ہے کہ تو ضرور میری انجیل اور وہ (حال) لکھ جو کہ
میرے دنیا میں رہنے کی مدت میں میرے بارے میں پیش آیا۔ اور وہ بھی لکھ جو یہود پر
واقع ہوا۔ تاکہ ایمان داروں کا دھوکا کھانا نازل ہو جائے۔ اور ہر ایک حق کی تصدیق کرے
اس وقت اس کے بھائی نے جواب دیا۔ اے معلم اگر خدا نے چاہا تو میں اسکو فرار کروں
گا۔ لیکن میں نہیں جانتا کہ یہود کو کیا پیش آیا۔ اس لئے کہ میں نے سب باتیں نہیں

دیکھی ہیں۔ یسوع نے جواب دیا۔ یہاں یوحنا اور پطرس ہیں۔ جن دوؤں نے میری چیز دیکھی
ہے۔ پس یہ دوؤں تجھ کو تمام واقعات کی خبر کریں گے۔ اور تم میرے دن یسوع نے کہا کہ
تم لوگ میری ماں کے ساتھ زمین پر جاؤ۔ اس لئے ہیں وہیں سے آسمان پر بھی چڑھ
جاؤں گا۔ اور تم اس کو دیکھو گے۔ جو کہ مجھے اٹھا کر لے جائیگا۔ پس سب پہاڑ پر گئے۔
(حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا) لیکن تم تمام اسرائیل اور ساری دنیا میں ان سب چیزوں
کے لئے جھکو تم نے دیکھا اور سنا ہے۔ میرے گواہ رہو اور یہ کہنے کے بعد اللہ سے دونوں
کی نجات اور گنہگاروں کی تجدید (توبہ ایمان) کے لئے دعا کی۔ پس جبکہ دعا ختم ہو گئی۔
اس نے یہ کہتے ہوئے۔ اپنی ماں کو گئے لگایا۔ میری ماں تجھ پر سلامتی ہو۔ تو اللہ پر
توکل کر جس نے تجھ کو اور مجھ کو پیدا کیا ہے۔ اور یہ کہنے کے بعد اپنے شاگردوں کی طرف
یہ کہتا ہوا متوجہ ہوا۔ اللہ کی نعمت اور اس کی رحمت تمہارے ساتھ رہے۔ پھر اسکو چاروں
فرشتے ان لوگوں کی آنکھوں کے سامنے آسمان کی طرف اٹھا لے گئے۔ (اصلی اور صحیح انجیل
برناباس فصل نمبر ۲۱۹ - ۲۲۰ - اور ۲۲۱) اور یسوع کے چلے جانے کے بعد شاگرد اسرائیل
اور دنیا کے مختلف گوشوں میں پراکندہ ہو گئے۔ رہ گیا حق جو شیطان کو پسند نہ آیا۔
اس کو باطل نے دبا لیا۔ جیسا کہ یہ ہمیشہ کا حال ہے۔ پس تحقیق شریروں کے ایک فرقہ
نے جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ یسوع کے شاگرد ہیں۔ یہ بشارت دیا کہ یسوع مر گیا۔ اور
وہ جی نہیں اٹھا۔ اور دوسروں نے یہ تعلیم پھیلائی کہ وہ درحقیقت مر گیا۔ پھر جی اٹھا۔ اور
اوروں نے منادی کی اور برابر منادی کر رہے ہیں کہ یسوع ہی اللہ کا بیٹا ہے۔ اور اپنی
لوگوں کے شمار میں یوں نے بھی دھوکا دیا۔ اب رہے ہم تو ہم نفس اسی کی منادی کرتے
ہیں۔ جو کہ میں نے ان لوگوں کے لئے لکھا ہے۔ کہ اللہ سے ڈرتے ہیں۔ تاکہ آخر دن میں
جو اللہ کی عدالت کا دن ہوگا۔ جھٹکارا پائیں۔ آمین۔ (انجیل برناباس فصل نمبر ۲۲۲)

پادری صاحب دینی سرگرمیاں

کے عنوان سے لکھتے ہیں

مذہبی تحقیقات کے بارے میں بھی انہوں نے مسیحیت کے اصولوں کو بہتر پایا اور دلی عقیدت سے قبول کیا ہے۔ انسانوں کے آرام و مفاد کی خاطر اگر ہماری جاتی قربانی سے کوئی جدید معلومات حاصل ہو جائیں تو اس سے بہتر زندگی کا اور کوئی بڑا مقصد حیات نہیں۔ کیونکہ دوسروں کے مفاد کی خاطر کفارہ کی روح میں قربانی کی زندگی بسر کرنا مسیحی زندگی کا مقصد حیات ہے۔ اور کفارہ کی روح میں مثبت و قربانی اور جاننا رہی کا جذبہ اور فلسفہ تعلیم انہوں نے زندہ مسیح مصلوب کی زندگی اور جاننا رہی کے نمونہ اور انجیلی تعلیمات سے حاصل کیا ہے۔ مسیحیت دوسروں کی مدد اور دوسروں کے مفاد اور بہتری کے لیے کھڑی کر دکھانے کا نام اور دوسروں کو فیض رسانی ہے۔ (کتاب قیامت اور زندگی ص ۸۲) پادری صاحب نے امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ وغیرہ کا ذکر کیا اور مسیحی لوگوں کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے۔ لیکن عملی طور پر کیا ہو رہا ہے؟ موجودہ جنگ کا نقشہ دیکھ لیجئے۔ شہری آبادی پر زبردست بمباری اچھے عورتیں بوڑھے بیاہکر اور انسانوں پر وحشیانہ بم برسائے جا رہے ہیں۔ کیا یہی انجیلی فلسفہ ہے؟ کیا یہی انسانوں کے آرام اور مفاد کی خاطر ہو رہا ہے؟ کیا حضرت مسیح علیہ السلام کی یہی تعلیم ہے؟ حققت مسیح علیہ السلام نے قومز مایا تھا کہ جو کوئی تیرے واسطے کمال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے۔ اور اگر کوئی تجھ پر ناپش کرے تو نہ کرنا لینا چاہیے۔ توجہ غرض ایسے لے لینے دے اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیچار میں لے جائے۔ اس کے ساتھ دو کوس چلا جا۔ جو کوئی تجھ سے مانگے۔ اسے دے اور جو تجھ سے قرض چاہے۔ اس سے منہ نہ موڑے۔ تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ اپنے بڑے دمی سے محبت رکھو اور اپنے دشمن سے عداوت لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور اپنے ستانے والوں کے لیے دعا

کرد (انجیل متی ۵) فرمایا۔ جناب مسیح علیہ السلام نے کسی بدی کا بدلہ بدی ہی سے نہ دیا کیونکہ یہ وہ کام ہے۔ جس کو تمام حیوانوں میں سے بہت ہی بڑے حیوان کرتے ہیں۔ لیکن تم بدی کا بدلہ نیکی کے ساتھ دو۔ جو لوگ تم سے عداوت رکھتے ہیں۔ ان کے لئے اللہ سے دعا مانگو۔ اگ اگ ہی سے نہیں بچائی جاتی بلکہ پانی سے۔ اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ بدی پر بدی کے ذریعے سے غالب نہ آؤ۔ بلکہ نیکی کے وسیلہ سے۔ (انجیل برنیاس فصل ۱۸)

ظالم امریکی صدر نیشن کی جارحیت

امریکہ صدر نیشن نے عراق کی شہری آبادی پر حملوں شہری آبادی پر بمباری جو سماج کے حکم دے کر گھناؤنے جرم کا ارتکاب کیا ہے (فروری ۲۰۰۳ء) بچوں کے قتل اور ماؤں کے آنسوؤں کا استقام لیا جائے گا۔ بین الاقوامی (نوائے وقت) ۲۰۰۳ء اسی طرح ہر روز اخباروں میں شہری بمباری کے متعلق خبریں نشر ہوتی رہتی ہیں۔ ان شہری مظلوم لوگوں کا کیا تصور ہے؟ کیا یہ دوسروں کی مدد کے مفاد اور بہتری کے لیے سب کچھ کر دیا ہے؟ اور کیا یہ ظلم و ستم دوسروں کو فیض پہنچانے کیلئے فیض رسانی ہے؟ جیسا آپ نے کتاب میں لکھ رکھا ہے۔ کیا جناب مسیح علیہ السلام کی یہی تعلیم ہے۔ نہیں بلکہ جناب مسیح علیہ السلام کی تعلیم کے برعکس ہو رہا ہے۔ اور کیا اللہ تعالیٰ نے یہود اور نصاریٰ کو دولت اور حکومت اس لیے دے رکھی ہے کہ غریب مظلوم اللہ کی مخلوق پر وحشیانہ بمباری کی جائے اور کیا یہ ظالم نیشن اور اس کے ساتھ اتحاد کرتے والے یہود اور نصاریٰ خدا تعالیٰ کے سامنے پیش نہیں ہونگے؟ یقیناً قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان ظالموں سے بدلہ لے گا۔ اور جہنم کی آگ میں ہو جائے گا۔ جو کبھی بچھنے والی نہیں ہے۔

پادری صاحب اسی کتاب کے ص ۳ پر لکھتے ہیں۔ اہل اسلام کو اہل کتاب یہود و نصاریٰ کے ساتھ ہمیشہ دوستانہ تعلقات استوار رکھنے چاہئیں۔ کیونکہ کتاب مقدس کی بہت سی باتیں قرآن مجید میں موجود ہیں۔ پادری صاحب کے اس کلام سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ مسیحی حضرات یہودی لوگوں سے بھی دوستانہ تعلق رکھتے ہیں۔ حالانکہ آپ کے عقیدے سے

کے مطابق یہودی ظالم لوگوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو سولہ برس تک دیا۔ اور آپ کی شان میں بے ادب اور گستاخ الفاظ استعمال کئے اور ایسی ہی نازیبا حرکتیں حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ کیں کہ جن کو لکھنے کے لیے میرا قلم کاٹنا ہے۔ (دیکھو انجیل متی باب ۲۱ آیت ۴۰-۴۱) پھر بھی سچی پادری جناب برکت صاحب ان ظالم یہودیوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھنے کے لیے اہل اسلام کو ہدایت فرما رہے ہیں۔ نوبہ استغفر اللہ اہل اسلام ترک بھی ایسے گستاخ لوگوں سے تعلقات استوار رکھنے کیلئے تیار نہیں ہو سکتے۔ جو انبیاء کرام میں سے کسی ایک نبی کی توہین کے بھی مرتکب ہوں۔ ہم ایسے بے ادب گستاخ کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ یہ بات آپ کو ہی برداشت ہو سکتی ہے۔ خدا جانے آپ کی مذہبی غیرت کو صدمہ ہو گا؟ کیونکہ آپ کا عقیدہ یہی ہے کہ یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو ذلت کے ساتھ رسوا کر کے صلیب پر چڑھا دیا تھا۔ اور جناب مسیح علیہ السلام کو سنگسار کرنے کے لیے سب یہودی لوگوں میں سے ہر ایک نے پتھر اٹھائے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح کو ان کی نظروں سے غائب کر دیا تھا۔ اور وہ صحیح سلامت یکل سے نکل آئے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ یہودی ظالم آپ کو سنگسار کر دیتے۔ (دیکھو انجیل برنیاں فصل ۱۹) جیسا کہ اوپر یہ مضمون تفصیل سے لکھا جا چکا ہے۔

پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ مسیحی پادری برکت صاحب ان ظالم یہودی لوگوں سے اس قدر محبت کا اظہار کیوں کرتے ہیں؟ اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہودیوں کے ساتھ ایسا حسن سلوک نہیں کیا گیا تھا جس سے وہ اسلام قبول کرتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عیسائی حضرات نے اگر ان سے حسن سلوک کیا تھا تو پھر یہودی لوگوں نے مسیح کو گمراہ نہ قبول کیا اور مسیح علیہ السلام پر ایمان کیوں نہ لائے۔ بلکہ ان کو ذلت کے ساتھ صلیب پر چڑھا دیا۔ جیسا کہ آپ کا عقیدہ ہے اور آپ کو میرا لکھنا پڑا کہ اسرائیلیوں کا ایک الگ مذہب ہے۔ جب ان کا مذہب الگ ہے تو پھر آپ کا یہودیوں سے کیا تعلق رہا؟ جبکہ انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام سے ایسا ظالمانہ ذلت آمیز سلوک کیا تھا۔ حالانکہ یہودی ظالم لوگوں نے حضرت دیکر علیہ السلام کو جھوٹی ناک تہمت لگا کر آریہ سے جبر ڈالا تھا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بھی شہید کر دیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فارس کے بادشاہ کو سستی اسرائیلی پر مسلط کیا۔ اور حضرت ذریا اور حضرت یحییٰ کے خون کے عوض میں شہر نابر یہودی قتل کر دیئے گئے اور مسیح علیہ السلام فراتے ہیں کہ دس ہزار نبیوں کو قتل کر دیا گیا تھا۔ (دیکھو انجیل برنیاں فصل نمبر ۱۸)

پادری برکت کی غلط فہمی

پادری برکت صاحب لکھتے ہیں۔ اہل اسلام کا بھی اسرائیلی نبیوں پر ایمان ہے۔ اور ان کی تعلیمات اور اسرائیلی تعلیم بنی بزرگ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے بغیر ان کا گزارہ نہیں ہوتا۔ یہ بات بالکل صحیح ہے کہ اہل اسلام سب نبیوں کو برحق مانتے ہیں اور انکی شریعت کو بھی برحق مانتے ہیں۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے اہل اسلام پابند نہیں ہیں۔ ہم اہل اسلام صرف اور صرف حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے پابند ہیں۔ کیونکہ آخری شریعت آفری بن پاک ہمارے ظہیر بزرگ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ نہ اس کے بعد کوئی نئی شریعت ہے اور نہ کوئی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نیا نبی آ سکتا ہے۔ لہذا ہم اہل اسلام صرف شریعت محمدی کے پابند ہیں۔ جو ہماری نجات کا ذریعہ ہے۔

حضرت عیسیٰ بھی شریعت محمدی کے تابع ہونگے

اور جناب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے تشریف لائیں گے۔ تو وہ بھی شریعت محمدی کے مطابق لوگوں کو حکم دیں گے۔ اور خود بھی جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق عمل فرمائیں گے۔ اپنی شریعت کو دخل نہیں دیں گے۔ چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ وہ وقت قریب ہے۔ جبکہ تم میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو جائیں گے۔ وہ مل کر ملے جانے حکم ہوں گے۔ صلیب کو توڑیں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے۔ اور جزیہ کو معاف کر دیں گے۔ مال تقسیم کریں گے اتنا کہ اس وقت مال یسٹلاہی کوئی نہ ہوگا۔ اور فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام شادی کریں گے۔ اور ان کی اولاد پیدا ہوگی۔ دو صاحبزادے ایک لاناں محمد اور دوسرے لاناں موسیٰ ہوگا۔ اور دنیا میں ۴۵ سال تک

رہیں گے۔ پھر وفات پائیں گے۔ اور میری قبر (شریف) میں میرے ساتھ دفن کیے جائیں گے۔ اور قیامت کے دن میں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں ایک ہی قبر سے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان اٹھیں گے۔ جیسے پہلے پہلے پہنچتے ہیں بھی یوں کیا جا چکا ہے۔

متاخرین کرام :- جناب پادری صاحب نے بھی حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان سے آنے کا ذکر کیا ہے۔ جو اس کتاب کے ص ۱ پر موجود ہے۔ جس کی سرخی یہ ہے۔

آسمانی آمد ثانی مسیح خداوند

جناب پادری صاحب لکھتے ہیں۔ خداوند یسوع مسیح نے یوم عدالت کے بارے میں فرمایا کہ جب ابن آدم مسیح خداوند اپنے جلال میں آئے گا اور سب فرشتے اس کے ساتھ آئیں گے۔ تب وہ جلال کے تخت پر بیٹھے گا اور سب قومیں اس کے سامنے جمع کی جائیں گی۔ اور وہ ایک کو دوسرے سے جدا کرے گا۔ جیسے جبر و اہم بیٹروں کو بکریوں سے جدا کرتا ہے۔ یہ تو پادری صاحب نے اپنے عقیدہ کے مطابق قیامت کے دن کا ذکر فرمایا ہے جو جزا و سزا کا یوم حشر ہے۔ لیکن جناب مسیح علیہ السلام قرب قیامت آسمان سے تشریف لائیں گے۔ جیسے اوپر بیان ہو چکا ہے۔ پادری صاحب نے مسیح علیہ السلام کے آسمان سے آنے اور دنیا میں ۴۵ سالہ زندگی گزارنے کے متعلق ایک حرف بھی نہیں لکھا۔ غیر متعلق باتوں سے دو صفحے بھر دیئے ہیں۔ اور اصل موضوع کے متعلق کچھ نہیں لکھ سکے۔ پھر سرخی لکھنے کا کیا فائدہ؟ تین سالہ آپ کی زندگی کے حالات تو اپنے عقیدہ کے مطابق پادری صاحب نے لکھ دیئے۔ مگر ۴۵ سال کی زندگی جناب مسیح علیہ السلام کی سے بے خبر ہیں۔ جس میں ہر اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے اور مان جائیگے کہ مسیح علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ خدا یا خدا کے بیٹے نہیں تھے۔ لیکن اس وقت کے اہل کتاب مسیح علیہ السلام پر ایمان لائیں گے۔ آج کل کے اہل کتاب یہود اور نصاریٰ تو قومی ہی رہیں گے۔

یہود اور نصاریٰ ایک جان میں

پادری برکت اے خان صاحب کی اس کتاب کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہودی اور عیسائی حضرات ایک ہیں۔ صرف نام کی دو قومیں ہیں۔ حقیقت میں ایک ہیں۔ اور آج کی اس جنگ سے خوب اچھی طرح واضح ہو گیا کہ واقعی یہود اور نصاریٰ آپس میں دوست ہیں۔ جبکہ سب یہود اور نصاریٰ حکومتیں ایک جان ہو کر مسلمانوں کو ختم کرنے کا تہیہ کر چکی ہیں۔ قرآن مجید نے تو پہلے سے ہی واضح کر دیا تھا کہ یہود اور نصاریٰ کو دوست مت بناؤ۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ لیکن میں تو حیران اس بات سے ہوں کہ مسیحی حضرات اور پادری صاحب یہ کیوں نہیں دیکھتے۔ کہ یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام سے کیا سلوک کیا ہے؟ اب میں انجیل سے ایک حوالہ نقل کرتا ہوں۔ یہودی سردار کاہن نے اس سے کہا۔ میں تجھے زندہ خدا کی قسم دیتا ہوں۔ کہ اگر تو خدا کا بیٹا مسیح ہے۔ تو ہم سے کہہ دے۔ یسوع نے اس سے کہا تو نے خود کہہ دیا۔ بلکہ میں تم سے کہتا ہوں۔ کہ اس کے بعد تم ابن آدم کو قادر مطلق کی ذہنی طرف بیٹھے اور آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھو گے۔ اس پر سردار کاہن نے یہ کہہ کر اپنے کپڑے بھاڑے کہ اس نے کفر کیا ہے۔ اب ہم کو گواہوں کی کیا حاجت رہی۔ دیکھو تم نے ابھی یہ کفر سنا ہے۔ تمہاری کیا رائے ہے۔ انہوں نے جواب میں کہا۔ وہ قتل کے لائق ہے۔ اس پر انہوں نے اس کے منہ پر تھوکا۔ اور اس کے نئے مارے اور بعض نے ٹھاپنے مار کر کہا۔ اے مسیح ہمیں نبوت سے بنا کہ تجھے کس نے مارا (انجیل متی باب ۲۷ آیت ۳۰ سے ۳۸ تک) کس قدر افسوس اور حیرت کی بات ہے کہ جناب پادری برکت صاحب ایسے بے ادب گستاخ یہودی لوگوں کی حمایت میں مصغون لکھ کر مسیح علیہ السلام کے دشمنوں کے ساتھ دوستی کا درس دیتے ہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام کی توہین کی پرواہ بھی نہیں کرتے۔ تو بہ استغفر اللہ۔

حالانکہ اس کتاب کے ص ۳۶ پر بھی لکھتے ہیں کہ اسرائیلیوں کا ایک الگ مذہب ہے۔ لیکن مسیحی دنیا اسرائیلیوں کی مقدس کتابوں سے نفرت نہیں کرتی۔ لیکن یہاں یہ سوال نہیں بلکہ نبوت کی توہین کا سوال ہے۔ چونکہ جناب مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے بنی اور رسول ہیں۔ ان کی توہین اللہ تعالیٰ کی توہین ہے۔ پھر اس کو کیسے برداشت کیا جاسکتا ہے؟ اس کے علاوہ آپ کا عقیدہ تو یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام اللہ کا بیٹا ہے۔ اور جس قسم کا سلوک یہودی ظالم جاہل لوگوں نے حضرت مسیح علیہ السلام سے کیا ہے۔ وہ بھی آپ کو اچھی طرح معلوم ہے۔ میں نے تو صرف ایک حوالہ نقل کیا ہے۔ اور بھی انا جیل سے ایسے کئی حوالے پیش کئے جاسکتے ہیں۔ تعجب کی بات تو صرف یہی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے دشمنوں سے آپ کا کیا تعلق ہے؟ کیوں جناب مسیح علیہ السلام کے دشمنوں کے ساتھ دوستی کرنے کا اعلان کرتے ہیں؟ اس بات سے ہی یہ ثابت ہو رہا ہے کہ یہودی اور نصاریٰ ایک جان دو قالب ہیں۔ پھر مسیح علیہ السلام کی تعریف کرنے سے آپ کو کیا حاصل ہے؟ دراصل دینی کتابوں سے آپ ناواقف ہیں۔ اور غلط مسائل لکھ کر آپ مخلوق خدا کو گمراہ کر رہے ہیں۔ آپ کو خدا سے ڈرنا چاہیے۔ آخر دوز قیامت خدا کے حضور حاضر ہو کر کیا جواب دیں گے؟ حالانکہ آپ کا عقیدہ ہے کہ لوگ دوز قیامت مسیح کے تحت عدالت کے سامنے حاضر کئے جائیں گے۔ تو پھر آپ حضرت مسیح کو کیا جواب دے سکیں گے؟



یہ سرخی اخبار پاکستان ۲۳ فروری ۱۹۹۱ء کی ہے۔
کہ۔ عراق والو تمہارا خداداد کو نہیں آتا تو عیسیٰ کو پکارو
 جو امریکہ کے خلاف کھڑا ہے۔ اس کا ساتھ دینا ہوگا۔ کسی شیخ اور مفتی کے فتویٰ کی ضرورت نہیں جس میں کو مسلمان چومتے ہیں وہ یہودیوں کے قدموں تلے ہے غزوہ یومینورسٹ کے وائس چانسلر کا خطاب غزوہ یومینورسٹ فلسطین کے وائس چانسلر پروفیسر شیخ ڈاکٹر محمد صیام نے اُمت ف کیا کہ یہودی جو میزائل عراق پر چھوڑتے ہیں۔ ان پر لکھا ہوتا ہے کہ اگر آج تمہارا خداداد ہمارا مدد کو نہیں آتا۔ تو عیسیٰ کو پکارو۔

غضب الہی بر گردن یہودی اور عیسائی

آج طاقت کے نشر میں یہودی اور نصاریٰ جو چاہیں زبان سے کہیں۔ اور جو چاہیں اللہ کی مخلوق پر ظلم و ستم کریں۔ مگر ایک ایسا بھی آنے والا ہے۔ جس دن میں عیسیٰ کو پکارو کہنے والی زبانیں ہی بند ہو جائیں گی۔ جو ایک دن یہاں ہزار سال کا ہوگا۔ اور زمین تانبے کی ہوگی اور سورج سر پہ ہوگا۔ اور لوگ نیچے بدن پینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ اور جہاں انبیاء و کرام سوائے ہمارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفسی پکاریں گے اور جناب عیسیٰ علیہ السلام صلی اللہ علیہ وسلم پکاریں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام صحیح کمال سے نقل کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اللہ کی عدالت کا دن پڑا پڑا رعب ہوگا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ دل سے باتیں کرتا ہوں کہ ہر آئینہ میرے بھی رونگٹے کھڑے ہوں گے۔ کہ دنیا محکوم معبود کہے گی اور محمد پر لازم ہوگا کہ اس کے لئے حساب پیش کروں۔ جواب دیں کروں۔ اللہ کی زندگانی کی قسم ہے وہ اللہ کہ میری جان اس کے حضور میں کھڑی ہونے والی ہے کہ بے شک میں بھی ایک فنا ہونے والا آدمی ہوں۔ تمام انسانوں جیسا۔ (انجیل برناباں فصل نمبر ۵۲)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس کلام کے بعد ثابت ہوا کہ جگہ مصیبت کے وقت

آپ کو پکارنا کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی آدمی ایسی مصیبت کے وقت مدد نہیں کر سکتا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پکارنے سے کیا حال؟ اور کیا یہودی لوگوں کو وہ ذات امیر سلوک بھول گیا ہے۔ جو انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام سے کیا تھا؟ ان کے متعلق ایسے بے ادب الفاظ استعمال کئے گئے۔ جن کے مکھن سے قلم لڑتا ہے۔ اور یہودیوں کے عقیدہ کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام کو نہایت ذات امیر طریقہ سے یہودیوں نے صلیب پر چڑھا دیا تھا۔ آج یہودی اور عیسائی لوگ سب کچھ بھول گئے۔ اور حضرت مسیح کو پکارنے کا سبق دینے لگے اور خود یہود اور نصاریٰ حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیم کو کیوں بھول گئے؟ کیا کوئی اس زمانے میں کوئی پادری جس رہا؟ جو مسیح علیہ السلام کا حکم سنائے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی تیرے دینے والے پر تلوار مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے اور میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور اپنے سناٹے والوں کیلئے دعا کرو (انجیل متی ۵) کیا آپ کی اس تعلیم پر عمل ہو رہا ہے یا انسانوں کے خون سے ہولی کھلی جا رہی ہے؟ بچے عورتیں اور بوڑھے بے گناہ لوگوں پر بیماریاں ہو رہی ہیں۔ کیا کوئی مسیحی پادری نہیں رہا۔ جو ان ظالم لوگوں کو حضرت مسیح علیہ السلام کا حکم سنائے؟ اور کیا یہود اور نصاریٰ لوگوں کا گمان ہے کہ خدا تعالیٰ ان کی مدد کر رہا ہے؟ ہرگز نہیں خداوند کریم ظالم لوگوں کی مدد نہیں کرتا لیکن ظالموں کو مہلت ضرور دیتا ہے۔ پھر جب پکڑ لیتا ہے۔ پھر چھوڑتا نہیں۔ کیونکہ خدا کی پکڑ بہت سخت ہے۔ یہ قرآن مجید کا فیصلہ ہے۔ بڑے بڑے ظالم لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے شدید پکڑا ہے اور ہمیشہ کی نگ میں جہنم میں جھونک دیا ہے۔ جہاں نہ موت ہے۔ نہ عذاب ہلکا ہوگا۔ یہی حال ظالم کُش اور اتحادیوں کا ہوگا۔ اور غنقریب ہوگا۔ انشا اللہ تعالیٰ جیسے غرور و قریحون۔ شداد اور ہامان جیسے ظالم کافروں کا ہوا۔ اور قارون کو مہر اس کے خزانوں کے اللہ تعالیٰ نے زمین میں دھنسا دیا تھا۔ اور شائد کہ یہودی اور عیسائی ظالم حکومتوں کا یہ خیال ہو کہ ہماری مدد عیسیٰ علیہ السلام کر رہے ہیں۔ اس لئے عراق والوں کو کہا جا رہا ہے کہ عیسیٰ کو پکارو۔ لیکن یہ خیال بھی ظالم لوگوں کا غلط ہے۔ کیونکہ

حضرت مسیح علیہ السلام ظالم لوگوں کی ہرگز مدد نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی شی بھی کچھ نہیں کر سکتا اور نہ ہی عیسیٰ علیہ السلام سچ جائیگہ ظالم کی حمایت؟ اور عیسیٰ علیہ السلام تو فرماتے ہیں۔ کہ میں آپ سے کچھ نہیں کر سکتا۔ جیسا مسئلہ ہوں۔ عدالت کرتا ہوں اور میری عدالت راست ہے۔ کیونکہ میں اپنی مرضی نہیں بلکہ اپنے بھیجے والے کی مرضی چاہتا ہوں (یوحنا ۵)۔

ثابت ہوا۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے اور خدا ظالموں کی مدد نہیں کرتا۔ تو عیسیٰ علیہ السلام کیسے ظالم کی مدد کریں گے؟

کیا مسیح علیہ السلام کی شہادت میں یہ قانون بھی ہے۔ جنگ میں ایک آدمی کے مقابلے میں ۲ آدمی کھڑے ہو جائیں؟ یا ایک حکومت کے مقابلے میں ۳ حکومتیں کھڑی ہو جائیں؟ اگر وہ ۳ حکومتیں مل کر ایک حکومت کا تختہ الٹ دیں۔ تو یہ پہلو کی ہے؟ یا انتہا درجہ کی بزدلی اور کس قدر شرم اور ڈوب رہنے کا مقام ہے۔ کہ ہزاروں بے گناہ مظلوم بچوں۔ عورتوں۔ بوڑھوں کو وحشیانہ بیماری کر کے موت کے گھاٹ اتار دیں تو کیا یہ انصاف ہوگا؟ نہیں نہیں بلکہ یہ انتہائی ظلم کی داستان ہوگی۔ اور خباب عیسیٰ علیہ السلام کے حکم کے برعکس ہوگا۔ تو پھر یہ مسیحی کہلانے کے حق دار کیسے ہو سکتے ہیں؟ اور خدا تعالیٰ کے سامنے قیامت کے روز حاضر ہو کر کیا جواب دے سکیں گے؟ اور مسیح علیہ السلام کو کیا منہ دکھا سکیں گے؟

عظمتِ توحید پادری قاری

۱۰۱

عیسائی پادری برکت اے خان کی کتاب
"فلسفہ وحدت الوجود" کا مختصر جواب

قرآن مجید اور بائبل مقدس کی روشنی میں

از قلم:

مولانا علامہ محمد اسماعیل نقشبندی علیہ الرحمۃ

فیضانِ مدینہ پبلیکیشنز کی ایک پیش کش!

سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت و نورانیت

تصنیف: محمد نعیم اللہ خاں قادری

بی۔ ایس۔ سی۔ بی ایڈ
ایم اے اردو پنجابی - تاریخ

ناشر:

فیضانِ مدینہ پبلیکیشنز جامع مسجد عمر روڈ کامونکہ

عظمت توحید پاری تعالیٰ قرآن شریف و بائبل مقدس کی روشنی میں

ناظرین کرام :- پادری برکت اے خان سیالکوٹی نے گذشتہ سال ایک کتاب "قیامت اور زندگی" مجھے ارسال کی۔ جو کہ باطل عقائد سے بھری ہوئی تھی۔ اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی ایک زبردست سازش تھی۔ حالانکہ میں نے پادری صاحب سے کوئی کتاب طلب نہ کی تھی۔ اس میں لکھا ہوا تھا کہ • عیسیٰ علیہ السلام خدا کا بیٹا ہے۔ مسیح علیہ السلام تمام عیسائی لوگوں کے گناہ لے کر صلیب پر چڑھ گئے تھے اور جنت میں عیسائی فرشتے بن کر داخل ہونگے اور قیامت کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام کو عدالت کرنے کا کلی اختیار دیا گیا ہے۔ حضرت مسیح جس کو چاہینگے جنت میں فرشتے بنا کر داخل کریں گے اور جس کو چاہیں گے دوزخ میں دھکیل دیں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔ چونکہ یہ سب کچھ باطل ہے اور سفید جھوٹ ہے۔ جس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اس لئے میں نے اس باطل کتاب کا جواب قرآن شریف اور اناجیل کی روشنی میں لکھا۔ اور کتاب کا نام "تہریر جان بر منکر قرآن" رکھا۔ اور تمام روئے زمین کے پادری حضرات اور خاص کر پادری برکت اے خان سے دس سوال کئے۔ لیکن ابھی تک پادری برکت اے خان اور ان کے ساتھی کوئی جواب نہیں دے سکے۔ صرف غصے و غضب سے بھرے ہوئے خطوط ارسال کر رہے ہیں۔ میں نے کئی بار ان سے درخواست کی کہ ہے کہ سوالوں کے جواب سوالوں کے مطابق تحریر فرمائیں۔ لیکن اس بات کی پرواہ ہی نہیں کرتے۔ سوال کچھ ہوتا ہے۔ اور جواب کچھ اور ہوتا ہے۔ اب جناب پادری صاحب نے ایک اور کتاب لکھ ماری ہے۔ جس کا نام (فلسفہ وحدت الوجود) رکھا ہے۔ اور مجھ کو ارسال کر دی ہے۔ اور ایک پرچی بھیجی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

وعلى آله وصحبه يا حبيب الله

ہے۔ جس پر لکھا ہوا ہے۔

- ۱۔ مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ یہ بات سچی ہے۔ مسیح مصلوب تھے یہ بات کچی ہے۔
- ۲۔ جبرائیل نے دی گواہی وہ خدا کا بیٹا ہے۔ خدا نے خود گواہی دی یہ میرا بیٹا ہے۔
- ۳۔ مسیح نے خود اعلان کیا۔ میں خدا کا بیٹا ہوں۔ ۴۔ یحییٰ نے دی گواہی وہ خدا کا بیٹا ہے۔
- ۵۔ قرشون نے دی گواہی وہ خدا کا بیٹا ہے وغیرہ۔ لیکن یہ سب کچھ سفید جھوٹ ہے۔ کوئی ثبوت نہیں۔ یاوری برکت صاحب اگر سچے ہیں تو ان باتوں کا ثبوت بائبل سے پیش کریں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ اور جبرائیل علیہ السلام اور مسیح علیہ السلام پر افتراء ہے۔

قرآن شریف سے اللہ تعالیٰ کی توحید کا بیان

ترجمہ: مسیح علیہ السلام مریم کا بیٹا اللہ کا رسول ہی ہے۔ اور اس کا ایک کلمہ کو مریم کی طرف بھیجا گیا۔ اور یہاں کی ایک روح۔ تو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور عین نہ کہو باز رہو اپنے بھلے کو۔ اللہ تو ایک ہی خدا ہے۔ پاکی اسے اس سے کہ اس کے کوئی بیکہ ہو۔ اور مسیح اللہ کا بندہ بننے سے کچھ نفرت نہیں کرتا (سورۃ المائدہ) (۲) ترجمہ: بے شک کافر ہوئے وہ جنہوں نے کہا کہ اللہ مسیح بن مریم ہی ہے۔ (سورۃ المائدہ) (۳) ترجمہ: اللہ کو لائق نہیں کہ کسی کو اپنا بیٹا ٹھہرائے۔ پاکی ہے اس کو جب کسی کام کا حکم فرماتا ہے تو یونہی کہ اس سے فرماتا ہے ہو جا اور وہ فوراً ہو جاتا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے تو فرمایا کہ بے شک اللہ رب ہے میرا اور تمہارا تو اس کی بندگی کرو۔ یہ راہ سیدھی ہے۔ تو پھر جانتیں آپس میں مختلف ہو گئیں تو خرابی ہے کافروں کے لئے ایک بڑے دن کی حاضری سے۔ کتنا سب سے کتنا دیکھیں گے۔ جس دن ہمارے پاس حاضر ہونگے۔ مگر آج ظالم کھلی گمراہی میں ہیں۔ (سورۃ مریم) (۱۱)

ناظرین کرام! غور فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے صاف الفاظ میں ارشاد فرمادیا کہ اللہ کا ہرگز کوئی بیٹا نہیں۔ اللہ تعالیٰ بیٹا بیٹی اور بیوی وغیرہ ایسی ہر بات سے پاک ہے میرے ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ پر افتراء ہے کہ اللہ نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام پر افتراء ہے کہ جبرائیل نے گواہی دی کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے اور مسیح علیہ السلام پر افتراء ہے کہ آپ نے فرمایا۔ میں اللہ کا بیٹا ہوں۔ یاوری برکت صاحب اگر سچے ہیں تو اس بات کو بائبل سے ثابت کریں؟ بائبل مقدس تو میرے سامنے موجود ہے اس میں تو کہیں بھی نہیں لکھا ہے کہ مسیح علیہ السلام خدا کا بیٹا ہوگا۔ عیسائی حضرات آدم علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کیوں نہیں کہتے؟ جبکہ مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں۔ کیا وجہ ہے؟ حالانکہ دونوں کی مثال ایک جیسی ہے بلکہ مسیح علیہ السلام تو والدہ ماجدہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ بچوں کی طرح والدہ کا دودھ پیتے رہے۔ پھر خوراک وغیرہ کا باقاعدہ استعمال فرماتے رہے۔ پھر خدا کا بیٹا کیونکر بنے؟

توحید کی حقیقت کا بیان

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب میں توحید کی حقیقت کا بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ پس اسے طالب توحید کی حقیقت کسی چیز کی یگانگی پر حکم کرنا ہے۔ اور اس کی یگانگی پر علم کی صحت ہے۔ اور جب خدا تعالیٰ ایک ہے بے مثل ہے۔ اور اپنی ذات اور صفات میں بے نیکر ہے۔ اور اپنے فعلوں میں کسی کی شرکت نہیں رکھتا ہے تو وہی خدا ہے۔ پس اسے طالب توحید کو معلوم ہو کہ خداوند تعالیٰ ایک ہے جو وصل اور فخل کو نہیں قبول کر سکتا ہے۔ اور اس پر کوئی بعد نہیں ہے اور نہ اس کی یگانگی عدوی ہے۔ کہ کسی عدوی وجہ سے وہ دو ہو جاوے اور اس کی واحدیت عدوی ہو جاوے (اور وہ محدود نہیں ہے۔ تاکہ اس کے واسطے چھ

طرفین ہوں۔ اور طرف کے واسطے ایک اور طرف ہو۔ اور تعادلو کا یہ ثبوت یہ تھا کہ
ہو اور وہ کسی چیز سے پیوند نہیں ہے۔ حالانکہ وہ سب نقصانات اور کل آفات
اور جملہ عیوب سے پاک و صاف ہے۔ پس اے طالب خدا تعالیٰ کسی کی مثل نہیں ہے۔ تاکہ
اپنی مثل ہونے سے وہ دو چیز ہو۔ اور وہ کوئی فرد نہیں رکھتا۔ کہ نسل اس کی اصل کا
تقاضا کر سکے۔ اور اس کی ذات اور اس کی صفات میں کوئی تغیر نہیں ہے۔ کہ اس کا
وجود اس سے متغیر ہو۔ پس وہ صفات حمیدہ سے ضرور موصوف ہے۔ (ظہیر المطلب
ترجمہ کشف المحجوب ص ۳۸۲ و ۳۸۳) اور دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ لیکن خدا کی ذات
کے علم کے واسطے یہ شرط ہے کہ جو شخص عاقل اور بالغ ہے۔ وہ یہ جان لے کہ حق
تعالیٰ موجود ہے اور ہمیشہ سے ہے اور کوئی اس کے واسطے حد ہے نہ وہ
کسی مکان میں ہے نہ جہت میں اور نہ اس کی ذات سے کوئی آفت ہے نہ مخلوق سے
سے کوئی اس کا مثل و مانند ہے نہ اس کی بی بی بچے ہیں۔ جو کچھ تیرے دہم میں آتا ہے
اور تیری عقل اس کا اندازہ کرتی ہے۔ وہ سب اسی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ اور وہی اس کا
قائم رکھنے والا اور پودہ رکاز ہے۔ جیسا وہ فرماتا ہے۔ ترجمہ: خدا بے مثل اور
بے مانند ہے۔ اس کے مشابہ کوئی چیز نہیں ہے۔ وہ سب چیزوں کو سنا اور دیکھتا
ہے (ص ۳۹) اور اسی طرح انجیل میں لکھا ہے۔ یسوع نے جواب دیا کہ اول یہ ہے
اے اسرائیل سن خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔ فقیہ نے اس سے کہا
اے استاد بہت خوب تو نے سچ کہا۔ کہ وہ ایک ہی ہے۔ اور اس کے سوا اور
کوئی نہیں۔ (مرقس کی انجیل باب ۱۲ - آیت ۲۰)

عیسائی حضرات کی بائبل مقدسہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا بیان

(۱) سوا ب تم دیکھ لو کہ میں ہی وہ ہوں اور میرے ساتھ کوئی دیوتا نہیں۔ میں ہی مارٹا
اور میں ہی جلتا ہوں۔ میں ہی زخمی کرتا اور میں ہی چنگا کرتا ہوں۔ اور کوئی نہیں جو میرے
ہاتھ سے چھڑائے۔ (استنا - باب ۲۲ - آیت ۳۹) پس توحید سے بھی اللہ کی توحید
ثابت ہوئی۔

(۲) کیونکہ خداوند خدا ہی عظیم ہے۔ اور سب انہوں پر شاہ عظیم ہے۔ زمین کے گہراؤ
اس کے قبضہ میں ہیں۔ پہاڑوں کی چوٹیاں بھی اسی کی ہیں۔ سمندر اس کا ہے۔
اسی نے اس کو بنایا۔ اور اسی کے ہاتھوں نے خشکی کو بھی بنایا کیا۔ اڈہم جھکیں اور
سجدہ کریں اور اپنے خالق خداوند کے حضور گھٹنے ٹیکیں۔ کیونکہ وہ ہمارا خداوند ہے۔
(زبور باب ۹۵ آیت ۷)

(۳) انہوں نے سوا ب میں ایک بچھا بنایا اور ڈھالی ہوئی مورت کو سجدہ کیا ہوں
انہوں نے خدا کے جلال کو گھاس کھانے والے بیل کا شکل سے بدل دیا اور اپنے منہی خدا
کو بھول گئے۔ (زبور باب ۱۰۶ - آیت ۱۹ سے ۲۱ تک)

(۴) اے میرے لوگو سنو میں تم کو آگاہ کرتا ہوں۔ اے اسرائیل کا شکہ تو میری سنتا۔
تیرے درمیان کوئی غیر معبود نہ ہو اور تو کسی غیر معبود کو سجدہ نہ کرنا۔ خداوند تیرا
خدا میں ہوں۔ (زبور باب ۸۱ - آیت ۸)

(۵) یارب سب قومیں جبکہ تو نے بنایا۔ اگر تیرے حضور سجدہ کریں گی اور تیرے نام
کی تعظیم کریں گی۔ کیونکہ تو زندگ ہے اور عجیب و غریب کام کرتا ہے تو ہی واحد خدا ہے۔
(زبور باب ۸۶ آیت ۱۰ - ۱۱) غرضیکہ تمام بائبل مقدسہ اسی طرح توحید الہی سے
بھری پڑی ہے۔ کس جگہ بھی یہ نہیں لکھا گیا کہ مسیح علیہ السلام خدا کا بیٹا ہوگا۔
بلکہ ہر جگہ خالص توحید کا ہی بیان ہے۔ اور یہ بھی زبور سے صاف طور پر ثابت

ہو گیا۔ کہ خداوند کریم کے سوا کوئی منجی عالمین نہیں ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے۔ کہ وہ اپنے منجی خدا کو بھول گئے۔ پس قرآن شریف اور عیسائی حقارت کی بائبل مقدس سے رفتہ روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ جناب مسیح علیہ السلام خدا کا بیٹا نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اللہ کا رسول ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ مسیح علیہ السلام منجی عالمین ہرگز نہیں ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ منجی عالمین ہے۔ اور کوئی نہیں۔

پادری برکت صاحب کی کتاب

”فلسفہ واحدت الوجود کی حقیقت“

ناظرین کرام غور فرمائیں۔ یہ کتاب ”فلسفہ واحدت الوجود“ جو پادری برکت خان صاحب نے لکھی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ کس غرض کے لئے یہ کتاب لکھی گئی ہے؟ جبکہ پادری صاحب اس مسئلہ کے قائل ہی نہیں ہیں۔ کیونکہ جو لوگ جناب مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں۔ ان کو مسئلہ ”واحدت الوجود“ سے کیا تعلق ہے؟ جو خدا تعالیٰ کی واحدیت کا قائل ہی نہ ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اللہ کی وحدت میں شریک کرے۔ اس کا فلسفہ واحدت الوجود سے کیا واسطہ رہ جاتا ہے۔ ایسے شخص کو قرآن مجید میں مشرک فرمایا گیا ہے اور مشرک کی بخشش کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگرچہ وہ ہزار بار توحید توحید کا نعرہ لگائے جب تک وہ شرک سے باز نہ آئے اور توبہ نہ کرے اور جناب مسیح (علیہ السلام) کو خدا کا بیٹا کہنے اور لکھنے سے باز نہ آئے۔ تعجب کی بات ہے کہ جو لوگ شرک کے سمندر میں غوطہ لگا چکے ہوں۔ وہ بھی مسئلہ توحید پر قلم چلانے کے لئے بے قرار ہوں؟ اس کتاب میں جناب پادری صاحب نے مسئلہ ”واحدت الوجود“ کو کوئی حقیقت نہ دی۔ بلکہ مسئلہ واحدت الوجود کا مذاق اڑایا ہے۔ سب سے پہلے فلسفہ واحدت الوجود اہل ہنود کا بیان فرمایا ہے۔ اور ان کے مذہب کی

نظریات بیان کر کے ناپسند فرما کر ان کو مسترد کر دیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے فلسفہ واحدت الوجود ہنود کا بیان فرمایا ہے اور اس میں موسوی شریعت کو قرین سے خوب اچھی طرح بیان فرمایا ہے۔ اور آخر میں لکھا ہے۔ کہ دورِ حاضرہ کے اہل ہنود قوم کا وہ بقیہ ہیں جنہوں نے نا حال مسیح خداوند منجی عالمین کو قبول نہیں کیا اور یہ فلسفہ واحدت الوجود کا بیان ایسا ہے۔ جس کو مسئلہ واحدت الوجود سے کوئی تعلق نہیں۔ صرف موسوی شریعت کا بیان ہے۔ جو قرین سے نقل کیا گیا ہے۔ اس کے بعد پادری صاحب نے فلسفہ واحدت الوجود (افلاطون) بیان فرمایا ہے۔ اس میں بھی کچھ صحیح اور غلط باتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد پادری صاحب نے فلسفہ واحدت الوجود اہل اسلام بیان فرمایا ہے جس میں علماء اسلام اور علامہ اقبال کے اقوال درج کر کے خاصی بحث کی گئی ہے اور مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب ”تفسیر الایمان“ کی گستاخ اور بے ادب عبارتیں پادری صاحب نے نقل کی ہیں۔ جن میں تمام مسلمانوں کو مشرک بتایا گیا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ پادری صاحب کو ایسے بے ادب عبارتیں لکھنے سے کیا حاصل تھا؟ اور فلسفہ واحدت الوجود سے ان کا کیا تعلق تھا؟ اور پھر مرزا غلام احمد قادیانی کے افوال درج کرنے سے آپ کو کیا حاصل ہوا؟ جبکہ وہ دائرہ اسلام سے ہی خارج ہے۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام کا دشمن ہے اور آپ کی دوبارہ آسمان سے آمد کا منکر ہے اور مسیح موعود ہونے کا خود ہی دعویٰ کرتا ہے اور مسیح علیہ السلام کی وفات کا قائل ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اس عقلمند پادری صاحب کی عقل کدھر گئی۔ کہ مسیح علیہ السلام کے دشمن کے حوالے کیوں نقل کرتا ہے؟ اور پھر خواہر کمال الدین لاہوری بارش کے مرزا کے حوالے بھی نقل کرتے ہیں؟ خیر جان کے دل میں آتا ہے۔ ان کا قلم وہی کچھ لکھتا ہے۔ لیکن یہ تو پادری صاحب کو خیال رکھنا چاہیے تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی جناب مسیح علیہ السلام کا بے ادب اور گستاخ ہے۔ جس نے خود لکھا ہے ہے کہ مسیح ابن مریم کا ذکر چھوڑو۔ اس سے بہتر غلام احمد ہے۔ محاذ اللہ انتقد اللہ

ایسے گستاخ۔ بے ادب اور بے دین کے اقوال فلسفہ واحدت الوجود اہل اسلام میں درج کرنا پسندے درجے کی جہالت نہیں تو اور کیا ہے ؟

آخر میں پادری صاحب ارشاد فرماتے ہیں۔ اسلام میں عقیدہ توحید اسلامی رسومات، اسلامی شریعت کی تعمیل، پانچ ارکان اور اعمال حسنہ پر زور دیا جاتا ہے اور ان مذکورہ امور کو ہی اسلام میں نجات کا واحد اور اتم وسیلہ قرار دیا گیا ہے۔ لیکن خداوند یسوع مسیح کی طرح کوئی ایسی مقدس ترین بے عیب بے داغ ہستی نظر نہیں آتی جس نے علی الاعلان الہی تفضلے محبت و عدل و انصاف کے ملحوظ خاطر منہی عالین ہونے کا دعویٰ کیا ہو۔ جس نے گنہگاروں کا فدیہ اور کفار و ادا کیا ہو۔ جس نے نجات کی کامل تسلی کے لئے دعوت عام کا اعلان کیا ہو۔ کہ میرے پاس آؤ میں تم کو آرام اور نجات دوں گا۔ (کتاب فلسفہ واحدت الوجود ص ۳۲)

ناظرین کرام غور فرمائیں اور پادری صاحب کے علم کی داد دیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پادری برکت صاحب فلسفہ واحدت الوجود کے معنی سے بالکل بے خبر ہیں۔ اتنا بھی نہیں جانتے کہ مسئلہ واحدت الوجود فقط عقائد کا مسئلہ ہے اور خالص توحید الہی کا بیان ہے جس میں اعمال حسنہ اور نجات وغیرہ کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ گو نجات کے لئے اعمال حسنہ پر عمل کرنا نہایت ضروری ہے۔ لیکن یہاں صرف توحید کا بیان ہے۔ اب آپ کا یہ فرمانا۔ لیکن یسوع مسیح کی طرح ایسی مقدس ترین بے عیب بے داغ عظیم ہستی نظر نہیں آتی۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ جناب مسیح علیہ السلام مقدس ترین بے عیب بے داغ عظیم ہستی ضرور ہیں۔ لیکن آپ کو ایسی دوسری ہستی ایسے شان والی اس لئے نظر نہیں آتی کہ آپ نے جو ان کے ذمے منہی عالین ہونے کا اور گنہگاروں کے گناہ کا فدیہ اور کفار و کفر پر صلیب پر چڑھ جانے کا جھوٹا الزام لگا رکھا ہے۔ جس کا بائبل مقدس میں کوئی ثبوت نہیں۔ حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔

بیٹوں کے بدلے باپ مار دینے جائیں اور نہ باپ کے بدلے بیٹے ماریں جائیں۔

ہر ایک اپنے ہی گناہ کے سبب سے مارا جائے۔ (استنا باب ۲۴۔ آیت ۱۶)

(۲) جو کوئی اپنے باپ یا اپنی ماں پر لعنت کرے وہ ضرور جان سے مارا جائے۔ اس نے اپنے باپ یا ماں پر لعنت کی ہے۔ سو اس کا خون اس کی گردن پر ہوگا۔ اور جو شخص دوسرے کی بیوی سے یعنی اپنے ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرے وہ زانی اور زانیہ دونوں ضرور جان سے مار دیئے جائیں۔ اور جو شخص اپنی سوتیلی ماں سے محبت کرے اس نے اپنے باپ کے بدلے کو لیے پردہ کیا۔ وہ دونوں ضرور جان سے ماریں جائیں۔ ان کا خون ان ہی کی گردن پر ہوگا۔ اور اگر کوئی شخص اپنی بہو سے محبت کرے تو وہ دونوں ضرور جان سے ماریں جائیں۔ انہوں نے اور بھی بات کی ہے۔ ان کا خون ان ہی کی گردن پر ہوگا۔ (احبار باب ۲۰۔ آیت ۱۹ تا ۲۱)

اس جگہ بہت سے جرائم کی سزا کا حکم موجود ہے۔ لیکن میں نے وہ سب بیان نہیں کیئے۔ اسی پر اکتفا کیا ہے۔ کیونکہ عقلمند کے لئے یہی کافی ہے۔ یہ میں نے تورات سے من و عن بیان کر دیا ہے۔ لیکن یہ عیسائی پادری برکت خاں اور ان جیسے سب عیسائی اسی خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ ہم جو چاہیں گناہ کریں۔ کسی نیک اعمال کی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ ہمارے سارے تہم کے گناہ جناب مسیح علیہ السلام نے کر صلیب پر چڑھ گئے ہیں۔ روز قیامت ہم سب عیسائی حضرات کو جناب مسیح فرشتے بنا کر جنت میں داخل فرما دیں گے۔ اس لئے ہم آزاد ہیں۔ جو چاہیں کریں۔ اب ہم کو کوئی فکر نہیں۔ لیکن دراصل حقیقت یہ ہے کہ یہ صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ میں نے بائبل مقدس سے ثابت کر دیا کہ ہر آدمی اپنے اپنے گناہ کا ذمہ دار ہے۔ کوئی کسی کے گناہ کا کفارہ نہیں ہو سکتا۔ قیامت کے روز کوئی کسی کو ذرا بھرنیکی نہیں دے گا۔ ہر شخص نفسی نفسی پکارے گا۔ اور ہم سب اہل اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ جناب مسیح علیہ السلام ہرگز ہرگز صلیب نہیں دیئے گئے۔ اس لئے کہ جو چاہی ہو یا جاتا ہے وہ خدا کی طرف سے ملعون ہوتا ہے۔

بائبل سے حوالہ پیش کرنا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے اور انصاف کیجیے۔

"اگر کسی نے کوئی ایسا گناہ کیا ہو جس سے اس کا قتل واجب ہو تو اسے مار کر درخت سے لٹکے دے تو اس کی لاش رات بھر درخت پر لٹکی نہ رہے بلکہ اسی دن اسے دفن کر دینا۔ کیونکہ جیسے پھانسی ماتی ہے وہ خدا کی طرف سے ملعون ہے۔"

(استنباب ۲۱ - آیت ۲۲) پس اسی لئے ہم کہیں بھی آپ کا صلیب پر مرنے کا قبول نہیں کر سکتے کیونکہ قرآن مجید میں حضرت مسیح علیہ السلام کی بہت بڑی شان بیان کی گئی ہے۔ قرآن نے فرمایا: ترجمہ:- یعنی دنیا اور آخرت میں عزت والا ہے جب اللہ تعالیٰ مسیح علیہ السلام کو دنیا و آخرت میں عزت والا فرمائے۔ تو ہم آپ کی ذلت والی صلیبی موت کو کیسے قبول کر لیں؟ اس لئے ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ آپ کو ہرگز صلیبی موت سے نہیں مارا گیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی عزت کے ساتھ آسمان پر اٹھا لیا تھا۔ سچی بات یہی ہے۔ جو قرآن مجید سے ثابت ہے جس کو میں نے بڑی وضاحت کے ساتھ اپنی کتاب "قہر رحمان بر منکر قرآن" میں بیان کر دیا ہے۔ جس کا جواب قیامت کی صبح تک کوئی پادری صاحب نہیں دے سکتے۔ اور پولس رسول نے صاف طور پر لکھا ہے کہ مسیح جو ہمارے لئے لعنت بنا اس نے ہمیں مول لیکر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی کلہری پر ٹکایا گیا۔ وہ لعنتی ہے (دکھتوں کے نام پولس رسول کا خط باب ۲ - آیت ۱۳-۱۴)

اندریں کرام غور فرمائیں پولس رسول نے خطاب مسیح علیہ السلام کو صاف طور پر لعنتی لکھا اور شریعت خداوندی پر لعنت بھی کی۔ تو یہ استغفر اللہ۔ ہم تو کہیں بھی ایسے مذہب کو نہیں مان سکتے جس میں جناب مسیح علیہ السلام اور خدا کی شریعت پر لعنت کی گئی ہو۔ اس کتاب "فلسفہ واحد الوجود" میں بھی کچھ جگہ پادری صاحب نے پولس کے حوالے دیئے ہیں۔ اب دیکھئے پولس رسول اپنے متعلق کیا لکھتا ہے اور اس کی حقیقت کیا ہے۔ (۱) میں یہودیوں کے لئے یہودی بنانا کہ یہودیوں کو کھینچ لاؤں۔ جو لوگ شریعت کے ماتحت ہیں۔ ان کے لئے میں شریعت کے ماتحت ہونا کہ شریعت کے ماتحتوں کو کھینچ لاؤں۔ اگر یہ خود شریعت کے ماتحت نہ تھا۔ بے شرع لوگوں کے

لئے بے شرع بنا تا کہ بے شرع لوگوں کو کھینچ لاؤں۔ میں سب آدمیوں کے لئے سب کچھ بنا ہوا ہوں۔ (دکھتوں باب ۹ - آیت ۲۰)

(۲) اور لکھتا ہے۔ ہر طرح سے مسیح کی منادی ہوتی ہے۔ خواہ بہانے سے ہونے لگا سچائی سے اور اس میں خوش ہوں۔ اور رہوں گا بھی۔ (فلیپین باب ۱ - ۱۸)

(۳) اگر میرے جھوٹ کے سبب سے خدا کی سچائی اس کے جلال کے واسطے زیادہ ظاہر ہوئی۔ تو پھر کیوں گنہگار کی طرح مجھ پر حکم دیا جاتا ہے؟ اور ہم کیوں بڑی نہ کریں۔ بلکہ جھلائی پیدا ہو۔ (رومیوں باب ۳ - آیت ۷-۸)

(۴) اور خود لکھتا ہے۔ میں پولس جو تمہارے رب و ربو عاجز اور ٹھیکہ پیچھے تم پر دلیر ہوں۔ (دکھتوں باب ۱۰ - آیت ۱)

منظرین حضرات! غور فرمائیں۔ یہ ہیں مقدس پولس جو اپنے ہی قلم سے منافق جھوٹا بہانے خود ہر برائی کرنے والا ثابت ہوا۔ کس قدر شرم کی بات ہے کہ پادری صاحب اپنی کتابوں میں ایسے آدمی کے حوالے اپنی صداقت کے لئے نقل کرتے ہیں؟ جو خدا تعالیٰ کی شریعت پر لعنت کرے اور جو جناب مسیح علیہ السلام کو اپنے غلطی میں لعنتی قرار دے۔ ماذا للہ استغفر اللہ۔ پادری صاحب کی مذہبی غیرت کو دھڑکاتا اور مسیح علیہ السلام کی توہین کیسے برداشت کرتے ہیں؟ تو یہ تو بہرہ۔ اور تو دیتے ہیں لکھتا ہے کہ لعنت اس پر جو اس شریعت کی باتوں پر عمل کرنے کے لئے ان پر قائم نہ رہے۔ اور سب لوگ کہیں آئیں۔ (استنباب باب ۲۷ - آیت ۲۶)

پولس تو لکھتا ہے کہ مسیح علیہ السلام نے ہم کو شریعت کی لعنت سے چھڑایا مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس پر لعنت ہے۔ جو شریعت کی باتوں پر عمل کرنے کے لئے ان پر قائم نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ نے پولس پر لعنت فرما کر فیصلہ ہی فرمادیا کہ شریعت پر لعنت کرے۔ وہ خود لعنتی ہے۔ لہذا ہم اس شخص کی بات کو کیسے تسلیم کریں جبکہ اللہ تعالیٰ نے لعنتی فرمادیا ہو؟ اور اور بیان ہو چکا ہے کہ جو کوئی اپنے باپ یا اپنے ماں پر لعنت کرے وہ ضرور جان سے مارا جائے۔ پادری برکت صاحب تو بار بار لکھتے ہیں

کہ مسیح علیہ السلام خدا کا پیارا بیٹا ہے۔ تو جو خدا کے پیارے بیٹے کو لعنتی کہے۔ اس کو جان سے کیوں نہ مارا جائے؟ جبکہ اپنے باپ یا اپنی ماں پر لعنت کرنے والے کو جان سے مار دینے کا حکم ہے۔ اب کیا جواب ہے۔ پادری صاحب کے پاس؟
پھر ایسے آدمی کے حوالے نقل کرنے سے کیا فائدہ ہے؟ خوب سوچ سوچ کر جواب عطا فرمائیں۔ تاکہ حق و باطل کا فیصلہ ہو جائے۔

ناظرین کل! پادری برکت صاحب نے ایک نہایت عجیب بات لکھ مارا ہے۔ لکھتے ہیں۔ مسیح خداوند کے نام کے ساتھ اس کی سلامتی کے لئے دعاۓ الفاظ یعنی علیہ السلام کہنا یا اس کی بخشش کے لئے درود شریف پڑھنا مسیح خداوند کی انجیلی تعلیمات کے خلاف ایک اجتہادی غلطی ہے کیونکہ وہ کسی موت میں بھی ہم گنہگاروں کی دعاؤں اور درود کا محتاج نہیں ہے۔ اور لکھتے ہیں۔

گناہوں کی معافی، نجات اور رحمت، فردوس کا سارا اختیار خدا نے اپنے پیسے مسیح کو سونپ رکھا ہے (کتاب فلسفہ واحدت الوجود ص ۱۳۱)

ناظرین کل! پادری صاحب کے علم کی داد دیں یا پادری صاحب کے علم کا نام کریں؟ پادری صاحب اتنا بھی علم نہیں رکھتے۔ کہ مسیح علیہ السلام کے لئے یہ دعاۓ الفاظ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ علیہ السلام آپ کی تعلیم کے ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ جو حضرات انبیاء کرام کے لئے ضروری ہے۔ نہ کہ ان کی بخشش کے لئے دعا ہے؟ حالانکہ مسیح علیہ السلام خود فرماتے ہیں۔ ترجمہ تحقیق میں بندہ اللہ کا ہوں۔ وہی ہے مجھ کو کتاب اور کیا ہے مجھ کو نبی اور کیا ہے۔ مجھ کو برکت والا جہاں ہوں میں۔ اور حکم کیا مجھ کو ساتھ نماز کے اور زکوٰۃ کے جب تک رہوں میں جیتا اور خوش سول ساتھ ماں اپنی کے اور نہیں کیا مجھ کو سرکش بدعت اور سلام ہے۔ اور میرے جس دن پیدا ہوا میں اور جس دن مروں گا۔ میں اور جس دن اٹھوں گا میں زندہ ہو کر آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یہ ہے علی (علیہ السلام) بیٹا مریم کا۔ بات حق کی وہ جو بیچ اس کے شک کرتے ہیں۔ اور نہیں لائق واسطے اللہ سے یہ کہ بچڑے اولاد

پاک ہے۔ اس کو جب مقرر کرنا ہے۔ کچھ کام پس سوائے اسکے نہیں کہ کہتا ہے۔ اس کو ہو۔ پس وہ ہو جاتا ہے۔ اور حضرت علی (علیہ السلام) نے کہا۔ بے شک اللہ رب ہے میرا اور تمہارا تو اس کی بندگی کرو۔ یہ ہے راہ سیدھی دینا سونہ مریم اور یہ کلام آپ نے والدہ کی گود میں قوم سے خطاب کر کے فرمائی تھی۔ قرآن شریف نے تو فیصلہ ہی فرما دیا۔ اور صاف صاف الفاظ میں کہ جناب مسیح علیہ السلام اللہ کا بندہ ہے۔ اور اس کا رسول دینی ہے۔ خدا کا بیٹا یا خدا پرگز نہیں۔ کہیں بھی حضرت مسیح کے لئے الوہیت کا کوئی مقام نظر نہیں آتا۔ اور جناب مسیح اپنے لئے خود خدا تعالیٰ سے روبرو کردعائیں مانگتے تھے۔ حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔ اس نے اپنی بشریت کے دنوں میں زور زور سے پکار کر اور آفسویہا بہا کر اسی سے دعائیں اور التجائیں کیں۔ جو اس کو موت سے بچا سکتا تھا۔ اور خدا ترسی کے سبب سے اس کی سستی۔ (عبرانیوں باب ۵ آیت ۷) اب انا جیل سے حوالے نقل کرتا ہوں۔

۱۱۔ وہ دیسور، جنگلوں میں الگ جاکر دعائیں مانگا کرتا تھا۔ (لوقا ۱۱/۴) پھر وہ سخت پریشانی میں مبتلا ہو کر اور بھی دسوزی سے دعا مانگنے لگا اور اس کا پسینہ گویا خون کی بڑی بڑی بوندیں ہو کر زمین پر ٹپکتا تھا۔ (لوقا ۱۱/۴) (ایسور) نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ ہمیں بیٹھے رہنا جب تک میں وہاں جا کر دعا مانگوں۔ (متی ۲۶/۴۱) ان حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ مسیح علیہ السلام اس قسم کی کوئی اختیار نہیں رکھتے تھے۔ جیسا کہ پادری برکت کا گمان ہے۔ بے شک ہم گنہگاروں کی دعا کے محتاج نہیں ہیں۔ لیکن وہ اپنے لئے اپنی دعا کے محتاج ضرور تھے۔ اس سے ایک بات اور بھی ثابت ہو گئی۔ وہ یہ ہے کہ آپ ہرگز صلیب نہیں دیئے گئے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بغیر سولی دیئے آسمان پر اٹھا لیا تھا۔ جیسے لکھا ہے کہ اسی سے دعائیں اور التجائیں کیں۔ جو اس کو موت سے بچا سکتا تھا۔ اور خدا ترسی کے سبب سے اس کی سستی گئی۔ یہاں تو معاملہ ہی صاف ہو گیا۔ جب اس کی سستی گئی۔ جو اس کو موت سے بچا سکتا تھا۔ اب کون ہے۔ جو مسیح علیہ السلام کو صلیب پر چڑھا سکے۔

پادری بکرت صاحب خوب سوچ کر جواب دیں۔ یہ تو آپ کی کتاب ہے۔ ہم اپنی طرف سے تو کچھ بھی نہیں لکھتے۔ سب آپ کی کتابیں ہی منہ سے بول رہی ہیں اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اپنے گھر سے ہی بے خبر ہیں۔

مسئلہ واحدت الوجود اور اہل اسلام

مسئلہ واحدت الوجود کی نسبت اہل اسلام کا ایمان "یومنون بالغیب" پر ہے۔ اس کا فیصلہ خود خدا نے تعالیٰ نے اپنے قرآن پاک کی "سورۃ اخلاص" میں فرما دیا ہے۔ مفسرین نے اس سورۃ کی شان نزول میں تین سبب بتلائے ہیں۔ ایک سوال مشرکین کا۔ کہ بتلائیے اسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کا رب کس چیز کا ہے۔ آیا پانڈی کا ہے یا سونے کا (۲) یہود نے کہا کہ یہ سب تو اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو کس نے بنایا۔ (۳) نصاریٰ نے بھڑانے والے اللہ تعالیٰ کی ماہیت پوچھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ سورۃ نازل ہوئی۔

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الْقَدِيمُ لَا يَلِدُ وَلَا يُولَدُ وَلَا يَكُنْ لَكَ كُنُوهٌ أَحَدٌ
ترجمہ :- تم نہ سناؤ وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اسکی کوئی اولاد ہے۔ اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی۔

تفسیر :- ربوبیت والوہیت میں صفات عظمت و کمال کے ساتھ موصوف مثل تیل و شبیر سے پاک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہر چیز سے نہ کھائے نہ پیئے۔ ہمیشہ رہے ہمیشہ رہے کیونکہ کوئی اس کا مجانس نہیں۔ کیونکہ وہ قدیم ہے۔ اور پیدا ہونا حادث کی شان ہے۔ کوئی اس کا ہمتا وعدل نہیں۔

بخاری شریف :- میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ابن آدم نے جھٹلایا۔ اور اسے یہ حق نہ تھا۔ مجھے برا کہا۔ اسے یہ زیبا نہ تھا۔ جھٹلانا میرا یہ ہے کہ کہتا ہے۔ اللہ نے جس طرح پہلی بار بنایا دوبارہ زندہ نہ کرے گا۔ (حشر میں) اور برا کہنا یہ ہے کہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے

لے فرزند اختیار کیا۔ حالانکہ میں بے نیاز ہوں۔ نہ جگایا نہ بنایا گیا۔ نہ میرا کوئی ہمسر ہے۔ ایسے حقیقت میں مسئلہ واحدت الوجود اہل اسلام کا یہی ہے۔ جو قرآن شریف نے پوری وضاحت کے ساتھ بیان فرما دیا ہے۔ لیکن جو قرآن شریف کا یہی منکر ہو۔ اس کے کفر میں کیا شک رہ گیا۔

اللہ تعالیٰ کی توحید کی بیان "تذکرۃ الاولیاء" کی روشنی میں

• حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا۔ اور کہا کہ خداوند تعالیٰ دکھا دیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ تو نے نہیں سنا کہ موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا گیا تھا کہ "لن تواری" یعنی تم مجھ کو نہ دیکھ سکو گے۔ اس نے کہا ہاں لیکن یہ مدت محمدی ہے کہ ایک شخص فرمایا کرتا ہے کہ میرے دل نے پروردگار کو دیکھا۔ دوسرا فخری گاتا ہے۔ میں اس پروردگار سے عہد نہیں کیا۔ جس کو دیکھا نہیں۔ آپ نے حکم دیا۔ اسے باندھ کر دریائے دجلہ میں ڈال دو۔ لوگوں نے اسے باندھ کر دجلہ میں ڈال دیا۔ پانی اسے نیچے لے گیا۔ اور پھر ٹوڑ لیا۔ اس نے کہا۔ "ابن رسول اللہ الغیث الغیث" آپ نے فرمایا۔ اسے پانی اسے پھر نیچے لے جا۔ نیچے لے گیا اور پھر وہ دوسری بار آپ کو اسکو لایا۔ حتیٰ کہ وہ اسکو اسی طرح نیچے لے جاتا تھا اور اوپر لے آتا تھا۔ وہ حضرت صادق سے پناہ طلب کرتا تھا۔ اور جب دجلہ میں غرق ہو گیا تو اس نے لوگوں سے اُمید منقطع کر لی۔ اور جب پھر پانی نے اسکو باہر اُچھالا تو اس نے کہا۔ "الہی الغیث الغیث" تو آپ نے لوگوں سے کہا۔ اسے باہر نکال لو۔ لوگوں نے اس کو باہر نکال لیا۔ ایک سات اسکو اسی طرح رہتے دیا۔ تاکہ اسے حواس ٹھکانے آجائیں۔ پھر آپ نے پوچھا کیا تو نے حق تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ اس نے کہا۔ "جب تک میں بخیر کی پناہ چاہتا تھا۔ اس وقت تک حجاب تھا۔ جب میں نے پورے طور پر اس کی پناہ چاہی اور بے قرار ہوا تو مہمیدے دل میں ایک روز کٹا ہوا ہو گیا۔ پھر میں نے وہاں سے دیکھا پہلی تک کہ میری بے قسری دور ہو گئی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جب تک کہ تو خیالی میں صادق کو

بلاتا تھا۔ جھوٹا تھا۔ اب اس روزن کو نگاہ میں رکھو (صفحہ ۲۲۰)
(جناب عالی یہی اصل توحید ہے۔ جس کے ساتھ غیر کی شرکت نہیں۔ کیونکہ
اللہ تعالیٰ واحد لا شریک ہے۔ یوں بچے وغیرہ سے پاک و منزہ ہے)۔

• حضرت ابوالدعاس سیاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ توحید یہ ہے۔ کہ سوائے
حق تعالیٰ کے کسی اور خیال تیرے دل پر نہ گزرے اور توحید کا رنگ ظاہر ہو (صفحہ ۲۲۱)
• حضرت بنید رضی اللہ عنہ کو ایک روز بخار آگیا۔ خدا تعالیٰ سے عرض کیا۔ اہلی مجھے
اچھا کر دے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا۔ کہ تو کون ہے۔ کہ میرے ملک میں تصرف
کرتا ہے۔ کیا اپنے اختیار کو دخل دیتا ہے۔ میں اپنے ملک کی تجویزیں تجھ سے بہتر
جانتا ہوں۔ اس لئے تجھے چاہیے کہ میرے اختیارات اختیار کرے نہ اپنے اختیار کو
دخل دے۔ (صفحہ ۲۲۲) • حضرت جنید رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے آپ سے پوچھا
کہ حق تعالیٰ کو آپ نے کس طرح پہچانا۔ فرمایا۔ اس طرح کہ اس نے مجھے اپنا شناسا
کیا۔ کہ ایسی ذات ہے۔ کہ جس کا مشابہ کوئی نہیں۔ اور نہ ہی اس کو کسی جنس سے
دریافت کر سکتے ہیں۔ اور نہ ہی کسی مخلوق پر اس کا قیاس ہو سکتا ہے۔ کہ باوجود
اپنی دوری کے نزدیک ہے۔ اور وہ باوجود نزدیکی کے دور ہے۔ تمام چیزوں پر اس
کی برتری ہے۔ اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس کے نیچے کوئی شے ہے۔ اور نہ وہ
مشکل ہے۔ کسی چیز کے اور نہ ہے وہ کسی چیز سے اور نہ ہے کسی چیز پر پاک ہے
وہ خلجوا ایسا ہے۔ اس کے سوا کوئی اور ایسا نہیں اور سوائے اس کے
ان صفات سے کوئی چیز مستصف نہیں (صفحہ ۲۸۵)

پس اللہ تعالیٰ کی وحدت کا ثبوت جو بیان کیا جا چکا ہے۔ اس سے صاف
طور پر ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں نہ اسکی ذات میں اور نہ اسکی
صفات میں۔ اور نہ اسکا کوئی بیٹا ہے۔ اور نہ اسکی کوئی بیوی ہے۔ اور نہ
اس نے کسی کو کسی قسم کی عدالت کرنے کا اختیار دے رکھا ہے۔ قیامت کے
روز خود ہی عدالت کریگا اور خود ہی ظالم سے مظلوم کا بدلہ لے گا اور خود ہی اپنی

رحمت سے جس کو چاہے جنت میں داخل کرے گا۔ اور خود ہی اپنے عدل سے
جہنم میں داخل کریگا۔ اور یہ جو عیسائی حضرات خوش فہمی میں مبتلا ہیں۔ کہ مسیح علیہ
السلام ہم سب لوگوں کے گناہ لے کر صلیب پر چڑھ گئے ہیں۔ ہم اب جس طرح
کے گناہ بھی کریں گے۔ مسیح علیہ السلام ہمارے گناہ کا کفارہ ہو گئے ہیں۔ یہ سب
کچھ غلط ہے۔ میں نے اوپر بائبل مقدس سے ثابت کر دیا ہے کہ بیٹوں کے
بدلے باپ مارے نہ جائیں نہ باپ کے بدلے بیٹے مارے جائیں۔ ہر ایک اپنے
ہی گناہ کے سبب سے مارا جائے۔ تو پھر کس طرح سب عیسائی حضرات کے گناہ
لے کر حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر چڑھ گئے؟ ان کیلئے کفارہ ہو گئے؟

اب جب بائبل مقدس سے فیصلہ ہو گیا۔ کہ ہر ایک اپنے ہی گناہ کے سبب
سے مارا جائے۔ تو سب عیسائی حضرات کا یہ عقیدہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام گناہ
کا کفارہ ہو گئے؟ باطل ہو کر رہ گیا۔ اب یا تو بائبل مقدس کو مانو۔ یا پھر اپنے
عقیدہ کو باطل سمجھ کر اس سے باز آؤ۔ لیکن میری اس بات کو جناب
پادری برکت خان صاحب اور ان کے سانٹھی اپنی زندگی میں کبھی بھی کسی حالت
میں بھی نہیں مانے گے مگر قبر میں جا کر میری اس بات کو ضرور بر ضرور مان جائیں
گے۔ مگر اس وقت کا ماننا فائدہ نہ دے گا۔ اور قبر میں جا کر رونا اور دانت
پینا کچھ کام نہیں آئے گا۔

مسئلہ تثلیث

پادری برکت خان صاحب نے اسی کتاب "فلسفہ وحدت الوجود" میں مسئلہ تثلیث
بھی عجیب و غریب رنگ میں پیش کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

(۱) مسیحی نقطہ نظر سے انجیلی تثلیث فی التوحید کو جسے خدا تعالیٰ کی ذات و صفات
کی اعلیٰ ترین حقیقتوں کا مزاج ملتا ہے۔ اور اس سے بہتر کوئی اچھا اور اعلیٰ
قدر لیمہ اظہار نہیں۔ کیونکہ توحید الہی بھی ایک قابل تحقیق و تفتیش اور وضاحت طلب

مسئلہ اور فلسفہ ہے۔ جس پر مسیحی علماء نے سبقت حاصل کی ہے۔

(۲) تثلیث فی التوحید اور توحید فی التثلیث خدا تعالیٰ کی واحدیت کی تشریح اور توحید بیان کرتی ہے۔ کیونکہ ہمارا خدا غیر منقسم ہے۔ جیسے ایک انسان واحد شخص ہے۔ جسکی ولادت میں جسم عقل اور روح موجود ہے۔ یا جیسے سورج واحد ہے۔ لیکن اس میں گرمی اور روشنی موجود ہے۔ تاہم سورج ایک ہی ہے۔ (۳) تثلیث فی التوحید اور توحید فی التثلیث خدا تعالیٰ کی وحدت کو سمجھنے کا ایک واحد ذریعہ ہے۔ (فلسفہ وحدت الوجود ص ۱۱۹)

پادری صاحب نے یہاں تو توحید فی التثلیث کی بہت بڑی وضاحت فرما کر بے حد تعریف کا ہے۔ اور تثلیث کو قبول کیا ہے۔ لیکن کتاب قیامت اور زندگی کے صفحہ ۲۶ پر لکھتے ہیں۔ لیکن عالم توحید کے انجیلی فلسفہ توحید میں ناخواندہ لوگوں نے ریاضی کے اعداد کو شامل اور تصورات میں لا کر اسے تثلیث کا نام دے کر ناقابل معافی درغلوں کی ہے۔ تاکہ ساری مسیحی دنیا کی سمجھت و لازاری کی جائے۔ لیکن اس سے کیا فائدہ؟ کیونکہ انجیلی مقدس میں فلسفہ توحید کے لئے نشان یا تثلیث کا کوئی نفاذ نہیں آیا۔

ناظرین کلام دیکھا۔ آپ نے یہ ہمہ پادری برکت نے خان صاحب۔ خاتمہ بر مصنفین آپ نے جہاں کے عالم میں لکھا ہوگا۔ اور یہ کتاب ہمیں مسئلہ تثلیث کی بہت بڑی توحید کی گئی ہے۔ بڑھاپے میں لکھی گئی ہے۔ کیونکہ یہ کتاب ۱۹۱۱ء میں لکھی گئی ہے۔ اور آخر جہاں اور بڑھاپے کا فرق تو ضرور ہوتا ہے۔ جہاں میں کچھ لکھا اور بڑھاپے میں کچھ اور لکھ مارا۔ خیر یہ تو ان کا اپنا عمل ہے۔ ہمیں اس سے کیا مضر؟ لیکن میں تو پادری برکت صاحب سے پوچھنے کا حق رکھتا ہوں کہ (جو کہیں نے اوپر لکھا ہے) اس کا فلسفہ وحدت الوجود سے کیا تعلق ہے؟ خدا تعالیٰ کی وحدت تو زہرہ بھر بھی غیر کی شرکت قبول نہیں کرتی۔ چہ جائیکہ آپ نے مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنا کر توحید میں شامل کر دیا ہے۔ جو اپنی والدہ ماجدہ کے محل میں

رہ چکے اور اپنی والدہ کا دودھ پیتے تھے اور بچوں کی طرح خوراک کھاتے رہے۔ اور والدہ کی گود میں بھی انشاء فرما چکے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ یعنی نہ تو خدا کا بیٹا ہوں نہ خدا ہوں۔ اور آپ نے خود بھی خدا کی توحید کا اقرار کیا۔ جو زبور میں لکھا ہے۔ (۱) تو ہی واحد خدا ہے۔ (زبور ۸۶) (بحوالہ فلسفہ وحدت الوجود ص ۹۱)

(۲) اس سے پیشتر پیار پیدا ہونے یا زمین اور دنیا کو تو نے بنایا ازل سے ابد تک تو ہی خدا ہے۔ (زبور ۹۰)

اس میں ہی اول اور میں ہی آخر ہوں اور میرے سوا کوئی خدا نہیں (یسایہ ۴۴) میں اب پادری برکت صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ یہ تین

جوازے میں نے بائبل مقدس سے (جو آپ نے ہی نقل کئے ہیں) من عن نقل کر دیئے ہیں۔ کوئی کمی بیشی نہیں کی۔ اسی طرح آپ بھی بائبل مقدس سے مسیح علیہ السلام کا خدا کا بیٹا ہونا ثابت کر دیں۔ اور خدا تعالیٰ کا توحید میں بھی حضرت مسیح کا شامل ہونا ثابت کریں؟ اور آپ نے جو یہ لکھا ہے۔ روز قیامت جنت الفردوس کا حق دار ہو سکتا ہے۔ گناہوں کی معافی بخاتہ اور جنت فردوس کا سارا اختیار خدا نے اپنے بیٹے یسوع مسیح کو سونپ رکھا ہے۔ (کتاب زندگانی)

اس کو بھی بائبل مقدس سے ثابت کریں؟ تاکہ آپ کے علم کا بھی صحیح اندازہ ہو سکے۔ کیونکہ آپ ہر کتاب میں اہل اسلام علماء کو جاہل و تاواندہ خدا کے یا غی لکھتے رہتے ہیں۔ اور اس کتاب میں ایک اور اعتراض کیا گیا ہے۔ کہ مسیحیت میں ایسا کوئی ایک آدم مسیحی بھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ جو مسیح خداوند کو خدا تعالیٰ سے الگ ایک دوسرا خدا یا خدا کا شریک مانتا ہو۔ یا مری مقدس کو یا مسیحی علماء اور دہلیتوں کو خدا مانتا ہو یا خدا کا شریک سمجھتا ہو تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ بعض لوگ اس غلط بیانی میں کیوں بغض ہیں۔ کہ مسیحی لوگ تین خدا مانتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں خود ہی فرما رہا ہے۔

ترجمہ: اور میں نہ کہو باز رہو اپنے جملے کے لئے۔ اللہ تو ایک ہی خدا ہے۔ پاک اے

اس سے کہ اُسکے کوئی بیٹا ہو۔ مسیح اللہ کا بندہ بننے سے کچھ نفرت نہیں کرتا۔ (سورۃ النساء) تو جب اللہ تعالیٰ نے خود ہی فیصلہ فرمادیا۔ تین نہ کہو۔ یعنی تثلیث سے سختی سے منع فرمادیا۔ (ایسا کون ہے آپ کے سوا) جو معاذ اللہ خدا کو جھوٹ بولنے والا تصور کرے؟ پس خدا تعالیٰ کی گواہی کافی ہے۔ اور آپ کی تاویسیں پڑھیں۔ آپ تو فلسفہ وحدت الوجود مسیحیت کے عنوان سے بھی مسیح علیہ السلام کی تشریف کر لے میں ہی اپنے قلم کو چلانے میں مصروف رہتے ہیں یا پھر آپ مسئلہ وحدت الوجود سے ہی بے خبر ہیں۔ کیونکہ مسئلہ وحدت الوجود جبر کی شرکت کو قبول ہی نہیں کرتا۔ جیسے اوپر پوری وضاحت کے ساتھ میں نے بیان کر دیا ہے۔

قیامت کے روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال ہوگا!

ترجمہ:- جب اللہ فرمائے گا۔ اے مریم کے بیٹے علیہ السلام کیا تو نے لوگوں کو ہم دیا تھا۔ کہ مجھے اور میری ماں کو در خدا بنا لو۔ اللہ کے سوا معن کرے گا یا کی ہے تجھے مجھے روا نہیں کہ وہ بات کہوں۔ جو مجھے نہیں پہنچتی۔ اگر میں نے ایسا کہا ہو تو ضرور تجھے معلوم ہوگا۔ تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے۔ اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے۔ بے شک تو ہی ہے سب عینوں کا خوب جاننے والا۔ میں نے تو ان سے نہ کہا۔ مگر وہی جو تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کو پوجو۔ جو میرا بھی رب اور تمہارا بھی رب اور میں ان پر مطلع تھا۔ جب تک میں ان میں رہا۔ پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا۔ تو تو ہی ان پر نگاہ رکھتا تھا۔ اور ہر چیز تیرے سامنے حاضر ہے۔ اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں۔ اور اگر تو انہیں بخش دے تو بے شک تو ہی ہے۔ غالب حکمت والا (سورۃ المائدہ پ ۷)

پس قرآن شریف سے ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز خود ہی عدالت کریگا۔ اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام

کو کسی قسم کا اختیار نہیں بخشا۔ اگر کسی قسم کا اختیار یعنی گناہوں کی معافی نجات اور جنت فردوس کا سارا اختیار ہرگز مسیح علیہ السلام کو نہیں دیا گیا۔ اگر اس قسم کا اختیار اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کو دیا ہوتا۔ تو ایسا سوال حضرت مسیح سے کبھی نہ ہوتا۔ اور یہ بات بھی واضح طور پر ثابت ہو گئی کہ جناب مسیح علیہ السلام اللہ کا بیٹا نہیں ہے۔ صرف اللہ کی طرف سے نبی اور رسول بنا کر بھیجا گیا تھا۔ اگر جناب مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہوتا تو اس سوال کی کیا ضرورت تھی؟ اور اس آیت سے یہ بات بھی روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ مسیح علیہ السلام کو صلیب نہیں دی گئی۔ جیسا کہ قیامت کے روز عرض کریں گے کہ میں ان پر مطلع تھا۔ جب تک میں ان میں رہا۔ پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا۔ تو تو ہی ان پر نگاہ رکھتا تھا۔ یہاں آپ صلیب کا کوئی ذکر نہیں کریں گے۔ اگر آپ صلیب پر فوت ہوتے تو قیامت کے روز بھی صلیب پر مرنے کا ذکر کرتے۔ لیکن آپ سچی بات خداوند کریم کی بارگاہ میں عرض کریں گے کہ تو نے مجھے آسمان پر اٹھا لیا تھا۔ پس قرآن شریف سے ثابت ہو گیا کہ آپ کو صلیب نہیں دی گئی۔ اگر آپ قرآن شریف کی بات نہیں مانتے تو پھر اپنا مطلب پورا کرنے کے لئے قرآن کی دوسری آیتیں کیوں مانتے ہیں؟ جیسے آپ نے اس کتاب میں بھی بہت سی آیتیں قرآن کی نقل کی ہیں اور کیوں کتابیں لکھتے ہو مسیح کی شان از روئے قرآن؟



پادری برکت صاحب - لکھتے ہیں - جبرائیل فرشتہ مریم مقدسہ کو بعد از مودبہ اسلام
و کا طاب یہ خوشخبری سنائی تھی - کہ تیرے ہاں بیٹا ہوگا - اور وہ مولود مقدس خدا
تعالیٰ کا بیٹا کہلائے گا (انجیل لوقا ۳۲ - ۳۵) میں کہتا ہوں - یہ جبرائیل علیہ السلام
پر بہتان عظیم ہے - لوقا کی انجیل کا یہ حال ہے - جو خود لکھتا ہے - چونکہ بہتوں نے اس
پر کمر باندھ ہے - کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں - ان کو ترتیب و در بیان
کریں - جیسا کہ انہوں نے جو شروع سے نمود دیکھنے والے اور کلام کے کے خادم
تھے - ان کو ہم تک پہنچایا - اس لئے اسے میں نے بھی مناسب جانا کہ سب باتوں
کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے ان کو تیرے لئے ترتیب
سے لکھوں تاکہ جن باتوں کی تو نے تعلیم پائی ہے - ان کی چنگلی مجھے معلوم ہو
جائے - لوقا کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ بہت سے لوگوں نے انجیلیں لکھی
تھیں - اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس قدر انجیلیں لکھی گئیں - وہ اور اور سے
سنی سنائی باتوں کو جمع کیا گیا ہے - کیا یہ انجیلیں روح القدس کے الہام سے
لکھی گئی ہیں؟ یہ دعویٰ آپ کا غلط ہے - یہ سب سنی سنائی باتیں ہیں - لوقا نے
کہاں لکھا ہے کہ میں یہ انجیل روح القدس کے الہام سے لکھ رہا ہوں؟ پس
جبرائیل علیہ السلام یا امرا ہے - کہ آپ نے مریم مقدسہ کو یہ کہا کہ وہ مولود
مقدس خدا تعالیٰ کا بیٹا کہلائے گا - یہ جبرائیل علیہ السلام پر بہتان عظیم ہے -
امرا ہے - سفید جھوٹ ہے - جب کہ آپ نے قرآن شریف کی آیت خود لکھی -
اور آپ نے ترجمہ بھی خود ہی کیا ہے - جو یہ ہے - کہ - یعنی خدا کی جو رو نہیں
تو بیٹا کہاں سے ہو؟ جب قرآن سے ثابت ہو گیا کہ خدا تعالیٰ کی نہ جو رو ہے
اور نہ بیٹا ہے - تو جب خدا نے خود ہی فرما دیا ہے - تو جبرائیل کیے مریم مقدسہ
کو یہ کہہ سکتے تھے - کہ وہ مولود خدا کا بیٹا کہلائے گا؟ اور حالہ بھی اس انجیل کا
دیا ہے کہ جو خود اقرار کرتا ہے - کہ یہ انجیل سنی سنائی باتیں ہیں نہ کہ روح القدس
سے لکھی گئی ہیں - چاروں میں انجیلوں کے کسی مصنف نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں
یہ انجیل روح القدس کی تائید سے لکھ رہا ہوں -

یہ تو صرف واقعات ہیں جو لوگوں نے اپنی زندگی میں دیکھے - جو مسیح علیہ السلام کے معجزات
ہیں - جو جمع کر دیئے گئے - - - - - نہ کہ اصل انجیل جبرائیل نے نازل
فرمائی تھی -

پادری برکت صاحب لکھتے ہیں - لیکن اس واقعہ کے چھ سو سال بعد ایک جبرائیل فرشتہ
جو مریم مقدسہ کے پاس حاضر خدمت نہ ہوا تھا - اس نے عرب میں یہ خبر دی کہ نصاریٰ
نے کہا - مسیح اللہ کا بیٹا ہے - انہیں اللہ کی بار
اللہ کو لائق نہیں کہ بیٹا رکھے (سورۃ مریم ۳۵) خدا تعالیٰ کے فرشتوں نے مریم کے
ایک باغ میں جہاں مسیح مصلوب قبر میں دفن کیا گیا تھا عورتوں سے کہا کہ مسیح مصلوب
جی اٹھا ہے - اس کی خالی قبر دیکھو - جہاں وہ رکھا گیا تھا - وہ اپنے کہنے کے مطابق جی
اٹھا ہے - (انجیل متی ۲۸: ۱۵) لیکن دنیا میں اس مشہور معروف تاریخی واقعہ
کے چھ سو سال بعد ایک جبرائیل فرشتہ نے جو مسیح مصلوب کی موت اور دفن اور جی
اٹھنے کے مقام واقعہ سے بے خبر اور بے حاضر تھا - اس نے بغیر کسی چشم دید گوئی اور
شہادت کے عرب میں یہ خبر دی کہ اسے قتل کیا اور مصلوب کیا (خلق و عدل اور حیا پر ایک پیغمبر)
کہ ان دونوں میں سے کوئی جبرائیل فرشتہ کی بات اور پیغام کو برحق تسلیم کیا جائے -
کیا جبرائیل فرشتہ ایک ہے یا دو ہیں؟ جواب یہ ہے - کہ جبرائیل علیہ السلام تو ایک ہی
فرشتہ ہے جو مریم مقدسہ کے پاس اللہ تعالیٰ کے حکم سے آیا تھا اور جناب محمد مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قرآن مجید کے حکم سے آیا تھا - بہر حال جبرائیل علیہ السلام
تو ایک ہی ہے - لیکن آپ کے دماغ میں فطوری ضرور ہے - کہ آپ قرآن مجید کی باتوں کو
جھوٹ بتلاتے ہیں - اور انجیل کی جھوٹ باتوں کو سچ مانتے ہیں - میں تو بار بار لکھتا چلا آیا
ہوں کہ اگر قرآن مجید کو نہیں مان سکتے تو اپنی کتابوں میں اپنے مقصد کے لئے قرآن کی
آیتیں کیوں لکھتے ہو - اور کیوں یہ لکھتے ہو کہ مسیح کی شان از روئے قرآن؟ کسی بات
کا جواب صحیح طور پر لکھ کر بھی تو بتاؤ؟ متی نے کہاں لکھا ہے کہ میں یہ انجیل روح القدس

کی تائید سے لکھ رہا ہوں؟ جیسے لوقا نے لکھا ہے کہ یہ سنی ستائی باتیں ہیں۔ بلکہ لوقا نے سب کے متعلق یہ شہادت دی ہے کہ یہ انجیلیں سنی ستائی بے سند باتیں ہیں۔ ایک جگہ پادری برکت صاحب لکھتے ہیں۔ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے بلحاظ عقیدہ مسیحی عقائد کو توہین کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ حالانکہ وہ خود مسیحی فلسفہ توحید فی الثلیث اور زندہ ابن اللہ مسیح مصلوب کی قربانی اور الہی محبت کے فلسفہ نجات بالکفار کی حقیقت کو سمجھنے کی اہلیت اور صلاحیت نہیں رکھتے۔ کیونکہ وہ کتاب مقدس بائبل کو بغور پڑھنے اور سمجھنے سے حتیٰ المقدور گریز پرہیز کرتے ہیں۔ (کتاب مذاہن)

اس سے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ساری دنیا کے علوم کو پادری برکت صاحب ہی سمجھنے کی اہلیت اور صلاحیت رکھتے ہیں۔ یا تو ہر کتب فکر کے علماء و مسیحی فلسفہ توحید فی الثلیث وغیرہ سمجھنے سے جاہل ہیں۔ اس کی وجہ آپ نے یہ بتلائی ہے کہ وہ کتاب مقدس بائبل کو بغور نہیں پڑھتے ساری بائبل مقدس میرے سامنے موجود ہے۔ ذرا برائے مہربانی کوشش کر کے بائبل مقدس کے لکھنے والے مصنف کا پتہ ہی بتا دیجئے۔ کس نے لکھی؟ کب لکھی گئی؟ استثنا کے آخری باب میں لکھا ہے۔ پر آج تک کسی آدمی کو اس کی قبر (یعنی موسیٰ علیہ السلام) معلوم نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کے آٹھ عرصہ بعد فریت کسی نے لکھی؟ دنیا آج تک اس کے مصنف سے ناواقف ہے۔ کہاں لکھی گئی۔ یہ بھی کسی کو علم نہیں ہے کہ لکھنے والا کوئی نبی تھا؟ کوئی علم نہیں۔ اسی طرح یسوع کے مصنف کا کوئی علم نہیں کہ اس کا نام کیا تھا؟ کہاں لکھنے والا تھا۔ کوئی علم نہیں۔ برائے مہربانی قضاۃ کے مصنف کا نام ہی بتا دیجئے۔ اگر کچھ علم رکھتے ہو؟ تو یہ نام معلوم مصنف کی کتاب الہامی کیسے بن گئی؟ کیوں مقبول ہوئی۔ اسی طرح رُوت کا مصنف بھی غائب ہے۔ معلوم نہیں کہاں چھپا ہوا ہے؟ کچھ علم نہیں؟ اور اسی طرح سمویل اول و دوم کے مصنف کا بھی کوئی علم نہیں۔ کس نے لکھی کہاں لکھی گئی؟ سلاطین اول و دوم کے مصنف کا کچھ نام و پتہ کسی کو معلوم نہیں؟ غرضیکہ تو تاریخ اول و دوم کا بھی بلکہ ساری کی ساری بائبل مقدس کا بھی حال ہے۔ کسی کتاب کا کوئی مصنف

کسی جگہ بھی لکھا ہوا نہیں ملتا؟ پھر کس بل بوتے پر پادری برکت اسے خان لکھتے ہیں۔ کہ وہ کتاب مقدس بائبل کو بغور نہیں پڑھتے؟ پڑھتے تو ضرور ہیں۔ لیکن روتا تو یہ ہے کہ بائبل مقدس کے مصنف کا کس پتہ نہیں چلتا؟ مصنف کے پتہ کیسے پتہ چلے کہ یہ بائبل مقدس اصلی ہے؟ یا اصل میں کچھ رد بدل ہو چکا ہے۔ آپ نے جتنی کتابیں لکھی ہیں۔ سب سے پہلے اپنا نام لکھتے ہیں۔ تب لوگوں کو پتہ چلتا ہے۔ کہ برکت اے خان مسیحی پادری صاحب ہیں۔ اگر آپ کسی کتاب پر اپنا نام پتہ مذہب وغیرہ کچھ نہ لکھیں تو لوگوں آپ کی کتابوں کی کیا پرداہ کریں گے۔ اور میں آپ کو کیا جواب دے سکوں گا؟ جب تک مجھے اس بات کا علم نہ ہو جائے کہ یہ کون صاحب ہیں۔ ان کا مذہب کیا ہے۔ اور ان کا نام کیا ہے؟ اور ان کا عقیدہ کیا ہے؟ کیا وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں اور آپ کی موت کو صلیبی موت بھی مانتے ہیں وغیرہ وغیرہ؟ تو تب ہی میں آپ کو کوئی جواب دے سکوں گا۔ اور اگر کسی کتاب کے مصنف ہی سپاڑ کی غار میں چھپے بیٹھے ہوں۔ تو اس کتاب کا جواب کیا دیا جاسکتا ہے؟ اور میں بار بار لکھتا چلا آیا ہوں کہ اگر آپ قرآن مجید کو مانتے ہی نہیں تو پھر اپنی کتابوں میں قرآن کی آیتیں اپنا مقصد پورا کرنے کے لئے کیوں لکھتے ہو؟ اس کتاب میں بھی آپ نے ۱۱۰، ۱۱۲، ۱۱۵، ۱۲۶، ۱۳۹، ۱۴۰ وغیرہ۔ پھر قرآن مجید کی دوسری آیتوں کا کیوں انکار کرتے ہو؟ جن میں فرمایا گیا کہ مسیح علیہ السلام کو نہ قتل کیا اور نہ اسے مصلوب کیا اور نہ وہ خدا کا بیٹا ہے۔ اللہ کو لائق نہیں کہ بیٹا رکھے۔ تو آپ کو اس بات کا ضرور جواب دینا چاہیے کہ ان آیتوں کا انکار کرنے کی کیا وجہ ہے؟ تو اسی قرآن کی بعض آیتوں کو مانتے کی کیا وجہ ہے؟ لیکن اگر آپ کسی بات کا جواب دینا پسند ہی نہ کریں۔ تو آپ کی کتابوں کو سوائے مسیحی لوگوں کے کون پڑھے گا؟ ہم لوگ تو یہی خیال کرتے ہیں کہ آپ کے پاس ہمارے ان سوالوں کا کوئی جواب ہے۔ یہ ہی نہیں۔ اس لئے آپ خاموش رہتے کہ کیا جواب دیں؟ اس لئے آپ کا یہ عقیدہ ہی باطل ہے۔ اور جس کا عقیدہ باطل ہو اس کا مذہب بھی باطل ہی ہوتا ہے۔

حضور علیہ السلام کی خوشخبری "بائبل مقدس" سے

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا۔

میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا۔ اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈال دوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کو جو حق کو وہ میرا نام نہ کر کہے گا نہ سنے گا تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا۔ لیکن جو نبی گستاخ بن کر کوئی ایسی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے حکم نہیں دیا یا اور معبودوں کے نام سے کچھ کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے (استثنا آیت ۲۸) مثیل موسیٰ علیہ السلام کون ہے؟ مسیح علیہ السلام یا جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں حسب ذیل مماثلت نہیں۔

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام بقول انصاری تثلیث کے قائل ہیں۔ اور موسیٰ علیہ السلام تثلیث کے قائل نہ تھے۔

(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام بقول انصاری خدا کے بیٹے ہیں۔ اور خدا بھی ہیں۔ اور موسیٰ علیہ السلام کے باپ عمران تھے۔

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحب شریعت تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کوئی جدید شریعت نہیں ملی تھی۔ بزعم انصاریؒ حضرت موسیٰ علیہ السلام احکام شریعت جاری کرنے پر قادر تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہودیوں کی مخالفت کی وجہ سے ایسا نہ کر سکے۔

(۴) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شادی نہ کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایسا نہیں کیا۔ (۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر حکم خدا اٹھائے گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام انتقال فرما گئے۔

(۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے واپس آکر دجال کو قتل کریں گے اور نکاح کریں گے۔ اور آخر کو وصال فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس مدینہ منورہ میں مدفون ہوں گے اور موسیٰ علیہ السلام نہیں آئیں گے۔

(۷) حضرت موسیٰ علیہ السلام بکریوں کے راہی تھے۔ اور کبریاں آنحضرت نے چرائی ہیں۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نہیں۔

(۸) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے مخالفین کفار پر جہاد کیا۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں کر سکے۔ یہ تمام مماثلتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے من کل الوجہ ثابت ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام میں ماثلت کا ثبوت

جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں حلال و حرام کے احکام ہیں۔ ویسے ہی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں ہیں۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو فرعون کی ذات سے نکال کر عزت دی۔ اور راہ راست دکھلائی۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے لوگوں کو فساد اور رذیلہ کی قید سے نکال کر مودعہ بنا دیا اور مذہب اور شانستہ کر دیا۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شادی کی۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کی۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ماں باپ تھے۔

ایسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماں باپ تھے۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبل از نبوت بکریاں چرائی تھیں۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بکریاں چرائی تھیں۔ جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے کفار کے ساتھ جہاد کئے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کئے۔

علیٰ هذا القیاس ہر امر میں پوری پوری مماثلت دونوں اول العزم پیغمبران علیہ السلام میں پائی جاتی ہے۔ جو اور کسی نبی علیہ السلام میں پائی نہیں جاتی۔ اس لئے اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں یوں فرماتا ہے۔ ترجمہ "ہم نے تمہاری طرف ایسا رسول جو شاہد ہے تم پر بھیجا ہے۔ جیسے فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا۔ یعنی تمہارا طرف سے مسلمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے۔ اور ایسا ہی فرعون کی طرف موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا تھا۔"

● اور استثنا باب ۱۰، لکھا ہے۔ اس وقت سے اب تک بنی اسرائیل میں کوئی نبی موسیٰ علیہ السلام

کی مانند جس سے خداوند نے روبرو باتیں کیں نہیں اٹھا۔

پس ثابت ہوا کہ حسین بنی پاک کا بلاشبہ یہود اور نصاریٰ انتظار کر رہے تھے۔ وہ حضور بنابر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا انتظار ہی کر رہے تھے۔ جیسے اوپر بیان ہو چکا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا کہ دنیا کا سردار آتا ہے۔ اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں (یعنی مجھ میں اس کی کوئی صفات موجود نہیں ہے۔ کہ وہ ایسا بے مثل ہے)۔ اور اس بشارت میں یہ بھی تصریح ہے کہ یہ نبی اگر کوئی بات اپنی طرف سے کچھ کا تو قتل کیا جائے گا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ایسا حادثہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک پر واقع نہیں ہوا۔ بلکہ روز افزوں شان و شوکتِ زبایدہ ہوتی گئی۔ مگر ہاں ہمارا اعتقاد نہیں۔ لیکن پادری برکت صاحب اور ان جیسے نصاریٰ کا اعتقاد ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کئے گئے۔ یہ بات ان کو جھوٹا ثابت کرتی ہے۔ خود باللہ یسے بشارت پورے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے واضح طور پر ثابت ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذلک۔ لیکن ہم مسلمان کبھی بھی اس بات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب دیئے گئے یا مر کر پھر جی اٹھے۔ اور نہ ہم مسلمان اس بات کو کبھی تسلیم کریں گے کہ حضرت مسیح علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں یا خدا ہیں؟ کیونکہ ہر سب باتیں قرآن شریف کے خلاف ہیں اور جو بات قرآن مجید کے خلاف ہو ہم اس کو ہرگز نہیں مان سکتے۔ مگر ہم اس بات کو ضرور تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسولِ برحق ہیں اور زندہ ہیں۔ بغیر صلیب دیئے آسمان پر اسی لئے گئے اور پھر قریب قیامت تشریف لاکر دجال کو قتل کریں گے۔ اور دین محمدی پر خود بھی عمل کریں گے اور لوگوں کو دین محمدی پر چلنے کا حکم دیں گے اور شاہی کریں گے اور دجال فرما کر مدینہ النور مدینہ منورہ شریف میں مدفون ہوں گے۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان مبارک سے حضور محمد مصطفیٰ کی شان

(یوحنا کا انجیل شریف سے)

اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو۔ تو میرے حکموں پر عمل کرو گے۔ اور میں باپ سے دعا کرتا کروں گا۔ تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بھیجے گا۔ جو اب تک تمہارے ساتھ رہے گا۔ یوحنا کی انجیل اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا۔ کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے۔ اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔ (یوحنا ۱۴: ۱۹)۔ یوحنا کہتا ہے کہ دنیا کا سردار تو جاب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ ساری دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ جن پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔ اب سب مسلمان لوگوں کی نجات کا دار و مدار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری پر ہی ہوگا۔ اگر آپ کا کوئی منکر ہوگا تو وہی کافر ہے۔ سیدھا جہنم میں داخل ہوگا۔ یہ تو آپ کی انجیل شریف کا حوالہ ہم نے پیش کر دیا ہے۔ جس کو آپ چھپاتے تھے۔ لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ (یوحنا ۱۴: ۲۷)

لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے گا۔ تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا۔ لیکن جو سننے والا وہی کہے گا۔ اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ (یوحنا ۱۴: ۲۶)

جناب پادری برکت لے خان صاحب۔ ذرا انصاف سے فرمائیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ان صفات سے موصوف حضور علیہ السلام کے سوا کون آیا ہے؟ وہ مددگار کون ہے جس کی خبر حضرت مسیح دے رہے تھے؟ غیب یعنی آئندہ کی خبریں دینے والے سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کون ہے؟ جس کی خبر جناب مسیح علیہ السلام دے چکے ہیں؟ ذرا خوب سوچ سمجھ کر جواب عطا فرمائیے۔

ایک جگہ پادری برکت صاحب لکھتے ہیں۔ خدا باپ، خدا بیٹا، روح القدس کی وحدت ہرگز ہرگز جدا جدا اور الگ الگ نہیں ہے۔ بلکہ وہ ازل سے ایک ہی حقیقی معانی میں ایک دوسرے کی الہی وحدت میں وابستہ ہیں اور ایک ناقابل تقسیم اور دائمی وحدت الہی کے آقا ہیں۔ لہذا مسیحی تصور خدا میں شرک کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مسیحی عقیدہ تو حیدر الہی میں شرک کا سوال پیدا کرنے والے معترض خود مسیحی عقیدہ تو حیدر کی عظمت کے بغیر بے بہرہ اور ناشائستہ معلوم ہوتے ہیں (فلسفہ وحدت الوجود ص ۱۱۱)

ناظرین کرام! اب میں پادری صاحب سے سوال کرتا ہوں۔ کہ اگر یہ بیان آپ کا سچ ہے کہ خدا باپ، خدا بیٹا اور روح القدس کی وحدت ہرگز ہرگز جدا جدا اور الگ الگ نہیں ہے۔ تو آپ نے عشتار پر یہ بھی لکھا ہے کہ خدا کی پدرانہ عالمگیر محبت کا زندہ ثبوت یہ ہے کہ اس نے ہمارے گناہوں کے فدیہ اور کفارہ کے لئے صلیب پر اپنے بیٹے کو قربان کر دیا۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے آپ سب عیسائی حضرات کے گناہوں کے کفارہ کے لئے اپنے بیٹے کو اپنے سے الگ کر کے صلیب پر چڑھا کر مار دیا۔ تو اس صورت میں آپ کی تو حیدر الہی کہاں رہی؟ تو فلسفہ وحدت الوجود کے کیا معنی رہ گئے؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب اپنے بیٹے کو اپنے سے جدا کر کے ظالم لوگوں کے حوالہ کر دیا۔ اور ان یہودی ظالم لوگوں نے خدا کے بیٹے کو کچھ بھی تو لحاظ نہ کیا اور ان کو صلیب پر مار دیا اور خدا تعالیٰ نے ان ظالم لوگوں سے حضرت مسیح علیہ السلام کو چھڑایا بھی نہیں۔ اب وہ محبت کہاں گئی۔ جبکہ اللہ نے (آپ کے عقیدہ کے مطابق) کہا تھا یہ میرا پیارا بیٹا ہے۔ اب جو آپ نے یہ لکھا ہے کہ ہمارا خدا بے منتقم ہے۔ جیسے ایک انسان واحد شخص ہے جس کی وحدت میں جسم، عقل اور روح موجود ہے۔ یا جیسے سورج واحد ہے لیکن اس میں گرمی اور روشنی موجود ہے۔ تاہم سورج ایک ہی ہے۔ (ص ۱۱۱)

ناظرین کرام! غور فرمائیں۔ پادری صاحب کے علم اور عقل کی بھی دادیں۔ اس مثال سے ایک بات ظاہر ہوتی ہے کہ انسان میں تین چیزیں پادری صاحب نے بیان کی ہیں جسم، عقل اور روح۔ لیکن ان میں سے کوئی چیز الگ نہیں کی جاسکتی۔ اگر اس سے عقل کو الگ کر دیا تو انسان بیوقوف ثابت ہو گا اور انسان سے اگر روح نکل جائے تو انسان مردہ ہو گیا۔ دوسری مثال پادری صاحب نے سورج کا دی ہے کہ اس میں گرمی اور روشنی ہے۔ اگر

روشنی سورج سے نکل جائے۔ تو ہر طرف اندھیرا ہو جائے گا اور اگر سورج سے گرمی نکل جائے تو سورج کی حرارت ختم ہو گئی۔ تو ثابت ہوا کہ انسان اور سورج میں سے کوئی چیز الگ نہیں کی جاسکتی۔ جیسے چاول اور دودھ اور چینی ملا کر کھیر پکا جاتی ہے ظاہر ہے کہ ان تین چیزوں میں سے کسی کو الگ نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح انسان اور سورج میں سے کوئی چیز الگ نہیں کی جاسکتی۔ تو آپ نے لکھا ہے کہ خدا باپ خدا بیٹا اور روح القدس کی وحدت ہرگز ہرگز جدا جدا اور الگ الگ نہیں ہے۔ تو خدا اور روح القدس سے بیٹا کیسے الگ ہو گیا؟ پھر آپ نے خدا کے بیٹے کو خدا سے الگ کر کے صلیب پر کیسے چڑھا دیا؟ پھر آپ نے قبر میں دفن بھی کر دیا اور تیسرے دن ان کو زندہ کر کے آسمان پر لے جا کر خدا تعالیٰ کے داہنی طرف بھی بیٹھا دیا؟ تو اس صورت میں تو حیدر فی التثلیث کیسے قائم رہی؟ اور فلسفہ وحدت الوجود کس طرح قائم رہ سکتا ہے؟ جس کے لئے ۱۴۸ صفحہ کی کتاب لکھو ماری؟ جبکہ آپ نے بیٹے کو باپ سے الگ کر کے باپ کے داہنی طرف بٹھا دیا؟ آپ نے لکھا ہے۔ اگر خدا باپ، خدا بیٹا، خدا روح القدس کے مسیحی تصور خدا میں سے کسی اقنوم کو خارج از تو حیدر کر دیں۔ تو خدا قابل قبول اور واجب التسلیم نہیں رہتا۔ سبحان اللہ۔ تو پھر آپ نے خود ہی بیٹے کو باپ سے الگ کر کے صلیب پر مار دیا۔ تو پھر اور کسی کا کیا قصور ہے؟ ذرا سورج سمجھ کر جواب عطا فرمائیں۔ اگر واقعی آپ کے عقیدہ کے مطابق باپ اور بیٹا الگ الگ نہیں ہیں تو صلیب کس کو دی گئی؟ کچھ تو جواب ضرور دینا چاہیئے جس سے ہماری تسلی ہو جائے۔ کیونکہ آپ تو بہت بڑے عالم ہیں۔ اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ مسیحی عقیدہ الہی میں شرک کا سوال پیدا کرنے والے معترض خود مسیحی عقیدہ تو حیدر کی عظمت کے بغیر بے بہرہ اور ناشائستہ معلوم ہوتے ہیں۔ تو آپ کا فرض ہے کہ جس بات کی ہم کو سمجھ نہ آئے تو آپ پوری وضاحت سے ہم کو اس مسئلہ کی حقیقت کو سمجھا دیں۔ اس بات کی بھی وضاحت کر کے کہ وہ ازل سے ایک ہی حقیقی معنی میں ایک دوسرے کی الہی وحدت میں کس طرح وابستہ ہیں؟ اور برائے مہربانی ازل اور ابد کے صحیح معنی

بھی بتا دیجئے گا کہ تاکہ ہماری نفسی ہو سکے۔ ہم اس لئے بھی مسیحی عقیدہ توحید کی غلطی سے بے خبر رہے ہو اور نا آشنا ہیں۔ کہ آپ کسی صغیر پر بائبل سے خالص توحید لکھتے ہیں۔ اور کسی صغیر پر خدا باپ۔ خدا بیٹا اور روح القدس تینوں کو ملا کر تثلیث کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ بائبل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ پس آج کے دن تو جان لے اور اس بات کو اپنے دل میں جملے کہ اوپر آسمان میں اور نیچے زمین پر خداوند ہی خدا ہے۔ اور کوئی دوسرا نہیں۔ (استثنائے ۱) آپ نے تو مسیح علیہ السلام کو دوسرا بنا کر خدا کے داہنی طرف بٹھا دیا ہے اور سنو تو انتقام لینا اور بدلہ دینا میرا کام ہوگا۔ (استثنائے ۲) آپ نے تو ہر قسم کے اختیارات کو حضرت مسیح کو سونپ دیا ہے بتاؤ ہم آپ کی بات مانیں یا بائبل مقدس کی بات کو؟ بائبل تو خالص توحید ہی توحید بیان کر رہی ہے کہیں بھی بیٹا اور روح القدس کا نام و نشان نہیں ملتا۔ بیٹا بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ اور روح القدس بھی ایک فرشتہ اللہ کی مخلوق ہے۔ آپ نے دونوں مخلوق کو اللہ سے ملا کر تثلیث کا نام دے کر اپنے آپ کو کھر اور شرک میں داخل کر دیا۔ اگر کہیں بائبل مقدس میں تثلیث کا نام ہو تو بتاؤ؟ قیامت کی صبح تک نہیں بتا سکو گے ہم نے ساری بائبل چھان ماری ہے۔ کہیں بھی تثلیث و غیرہ کا کوئی نام و نشان نہیں ملتا۔ اور کہیں لکھ دیا کہ محبت اور معرفت کی غلطی کے سبب جس کو چاہتا ہے بیٹا بنالیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹی بنالیتا ہے۔ (اس کا کتاب ہوا) اب وہ آپ کا لکھنا کہ وہ ازل سے ایک حقیقی معنی میں کس طرح وابستہ رہے؟ آپ نے کہہ دیا کہ جس کو چاہتا ہے۔ بیٹا بنالیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹی بنالیتا ہے۔ یہ تو خدا تعالیٰ پر بہت عظیم افترا ہے۔ پھر آخر وہ مخلوق ہی ہوگے جس کو بیٹا یا بیٹی بنالے گا۔ پھر وہ ایک دوسرے سے وابستہ کیسے رہے؟ وابستہ تو کبھی جدا نہیں ہو سکتا جیسے میں نے اوپر مثال دے دکا ہے؟ اب ایک مضمون پادری صاحب کا نقل کرتا ہوں جو خالص توحید ہی توحید سے بھرا ہوا ہے۔ لکھتے ہیں کہ میں ہی اول اور میں ہی آخر ہوں۔ اور میرے سوا کوئی خدا نہیں (یسعیاہ ۴۰) خدا ازل اور ادی ہے۔ لیکن اس کی ساری مخلوقات

اور صفت کاری ازل اور ادی نہیں ہے۔ ساری مخلوقات فانی ہے۔ ساری کائنات رواں پذیر ہے۔ وہ نسبت و نابود ہو جائے گی۔ لیکن خدا تعالیٰ ادی اور لا تبدیل ہے۔ اس کی ہستی لا انتہا ہے۔ اس کے برعکس ختم نہیں ہونگے۔ پس متالیح اور صنعت کی حقیقت خالق اور مخلوق کی ماہیت ہرگز ہرگز برابر نہیں اور نہ انسان کی ذات خدا کی ذات میں فانی اور مدغم ہو سکتی ہے۔ کیونکہ خدا خدا ہے اور انسان انسان ہے۔ خدا انسان نہیں ہے اور انسان خدا نہیں ہے۔ ہاں خدا کی ذات ہی خدا کی ذات میں قائم بالذات رہ سکتی ہے۔ بائبل مقدس میں لکھا ہے۔ خدا کی مانند کوئی خدا نہیں (اسمواکل ۲:۱۲) سبحان اللہ۔ یہاں تو پادری صاحب نے اصل توحید بیان فرمادی ہے۔ جو قابل تعریف ہے کاش پادری برکت لے خاں صاحب کا اس پر عمل بھی ہوتا؟ عمل تو اس کے برعکس ہے اول تو جناب مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنا کر خدا کی داہنی طرف بٹھا دیا مسیح تو خدا کی پیدا کی ہوئی ایک مخلوق ہے جس کو آپ فانی بتا رہے ہیں۔ تو اس صورت میں آپ کی بتائی توحید کیسے قائم رہے گا؟ خدا کی ذات میں فانی اللہ کے مقابلے میں کافر فرما چکے ہیں یعنی ان کی ذات خدا کی ذات میں فانی اللہ مدغم نہیں ہو سکتی۔ تو مسیح علیہ السلام بھی انسان ہی ہیں؟ تو ان کو آپ نے خدا کی ذات میں کیسے فانی اللہ اور مدغم مان لیا؟ کیونکہ آپ کی کتابوں میں کئی جگہ مسیح علیہ السلام کو انسان کامل لکھا ہوا ہے۔ اور جب وہ انسان کامل ہیں تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہی ہے۔ تو پھر یہ کیوں لکھتے ہو کہ وہ ان دیکھے خدا کی صورت اور خدا کامل ہے؟ جبکہ یہ بھی لکھتے ہو اللہ کا فرمان ہے کہ میرے سوا کوئی خدا نہیں۔ کیا یہ خدا کامل دوسرا خدا ہے؟ اس دوغلہ پالیسی سے آپ کا کیا مقصد ہے؟ کیوں خدا تعالیٰ کی مخلوق کو گمراہ کرتے ہو؟ اگر کچھ علم رکھتے ہو تو بائبل مقدس سے حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا ثابت کر دو۔ اور یہ جو آپ نے خدا تعالیٰ کے متعلق لکھا ہے کہ اس کے برعکس ختم نہیں ہونگے۔ یہ بھی آپ کی جہالت کا ایک ثبوت ہے۔ پادری صاحب برس وہاں ختم ہوتے ہیں۔ جہاں زمانہ گزرے اللہ تعالیٰ کے ہاں زمانہ نہیں گزرتا وہاں تو ایک دن ہزار سال کے برابر ہے برس مخلوق پر ختم ہوتے ہیں نہ کہ خدا پر۔

ناظرین کرام میں نے انجیل شریف اور بائبل مقدس سے اچھی طرح ثابت کر دیا ہے کہ جس نبی علیہ السلام کا یہود اور نصاریٰ انتظار کر رہے تھے۔ وہ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔ جو تشریف لا چکے ہیں۔ آج سے چودہ سو سال پہلے لیکن جناب پادری برکت اے خان صاحب کسی صحیح بات کو بھی تسلیم کرنے کے حق میں نہیں ہیں۔ لیکن دوسری کتاب لکھتے ہیں۔ وہ نبی :- جب میں اس خوشخبری کی منادی کی جاتی ہے۔ کہ دنیا کے گنہگاروں کے واحد اور زندہ بچات دہندہ صرف زندہ مسیح خداوند ہیں۔ تو میرے مسلم دوست اکثر یہ سوال کرتے ہیں۔ کہ توریت شریف اور انجیل مقدس میں عیسیٰ مسیح کے بعد ایک نبی کی آمد کی پیشگوئی موجود ہے۔ آپ لوگ اس پر کیوں غور نہیں کرتے؟ جب ہم عرض کرتے ہیں کہ اس کے متعلق آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ تو ہمیشہ وہ انجیل مقدس سے یہ حوالہ پیش کرتے ہیں کہ یوحنا کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلیم سے کاہن اور لادای یہ پوچھتے کہ اس کے پاس بھیجے کہ تو کون؟ تو اس نے اقرار کیا اور انکار کیا۔ بلکہ اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں۔ انہوں نے اس سے پوچھا پھر کون ہے؟ کیا تو ایلیاہ ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں نہیں ہوں۔ کیا تو وہ نبی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ انہوں نے اس سے یہ سوال کیا کہ اگر تو مسیح ہے نہ ایلیاہ نہ وہ نبی تو پھر بتیسمہ کیوں دیتا ہے؟

(انجیل یوحنا - ۱۹: ۱ - ۲۵ آیت) اور کہتے ہیں کہ اس حوالہ میں ایلیاہ کی روح میں یوحنا بتیسمہ دینے والا آیا۔ اور ابن مریم تو مسیح ہیں۔ لیکن وہ نبی عیسیٰ مسیح کے بعد آنے والے ہیں۔ اور وہ ہمارے نبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (کتاب ہدایت نامہ صفحہ ۴۹) پھر آگے اس کے جواب میں لکھتے ہیں۔ جناب عیسیٰ ابن مریم مسیح بھی ہیں اور وہ ایک نبی بھی ہیں۔ مسیح اور وہ نبی دراصل ایک ہی شخص یسوع کے دو نام ہیں (صفحہ کتاب ہدایت) پھر آگے لکھتے ہیں کہ جس (نبی) کا ذکر موسیٰ نے توریت میں اور نبیوں نے کیا ہے وہ ہم کو مل گیا ہے وہ یسوع ناصری ہے (انجیل یوحنا ۱: ۴۵ آیت) پھر آگے لکھتے ہیں۔ تھوڑے عرصہ بعد متعدد یہودیوں نے توریت شریف اور نبیوں کی کتابوں کی روشنی میں جناب مسیح یسوع کو پہچاننے میں تسلی حاصل کی اور اقرار کیا کہ جو نبی دنیا میں آنے والا تھا۔

فی الحقیقت یہی ہے (یوحنا ۱۲: ۱۶) پھر آگے لکھتے ہیں کہ میر دوسری جگہ کہا ہے۔ بے شک یہی وہ نبی ہے۔ (یوحنا ۱: ۱۴) پھر تیسری بار اقرار کیا۔ کہ ایک بڑا نبی ہم میں برپا ہوا۔ ۵ بزرگ موسیٰ کی توریت شریف میں جس نبی کی بات پیش خریدی گئی ہے۔ (انجیل لوقا - ۱۶: ۴) و استنا ۱۸ باب ۱۵ آیت) فرمایا کہ وہ پیشگوئی میرے حق میں پوری ہو گئی ہے۔ یوں فرمایا کیونکہ اگر تم موسیٰ کا یقین کرتے تو میرا بھی یقین کرتے۔ اس لئے کہ اس نے میرے حق میں لکھا ہے۔ (یوحنا ۵: ۴۶)

ناظرین کرام غور فرمائیں اور پادری صاحب کے علم کی داد دیں یا پادری صاحب کے علم کا ماتم کریں۔ جس طرح کئے کے کفار نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کیا تھا۔ اسی طرح پادری برکت اے خان صاحب نے حضور سید عالم جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت کا انکار کر دیا ہے۔ حالانکہ میں نے انجیل شریف اور بائبل مقدس کے حوالوں سے خوب اچھی طرح سے حضور پر نور جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا بیان واضح طور پر اوپر بیان کر دیا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توریت میں جس نبی پاک علیہ السلام کا ذکر موجود ہے وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ جو آج سے چودہ سو سال پہلے سے ہی تشریف لا چکے ہوئے ہیں۔ پادری صاحب کو اوپر کا مضمون غور سے پڑھنا چاہیے۔ اور یہ بتانا چاہیے کہ کونسا حوالہ میں نے غلط لکھا ہے؟ آپ تو کبھی مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا لکھتے ہیں۔ کبھی ان کو تثلیث میں شامل کرتے ہیں کبھی ان کو خدا کا اکلوتا بیٹا لکھتے ہیں۔ کبھی ان کو لکھتے ہیں کہ وہ خدا سے جدا تھا۔ کبھی مسیح علیہ السلام کو ابن آدم لکھتے ہیں کبھی لکھتے ہیں کہ حضرت مسیح نے فرمایا کہ موت اور عالم ارواح کی کنجیاں میرے پاس ہیں بتائیے کہ ہم آپ کی کس بات کو مانیں اور کس کا انکار کریں؟ اب یہاں لکھتے ہیں کہ مسیح اور وہ نبی دراصل ایک ہی شخص کے دو نام ہیں۔ (ہدایت نامہ صفحہ ۴۹) یعنی توریت میں مسیح علیہ السلام کے بعد جس نبی پاک کے آنے کا ذکر ہے۔ وہ بھی مسیح علیہ السلام ہی ہیں۔ اور اس کے متعلق اس کتاب میں جو دلائل دیئے گئے۔ ان سے یہ بات پرکھ ثابت نہیں ہو سکتی کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد جو نبی آنے والے تھے۔ وہ بھی حضرت مسیح ہی ہیں؟ مثلاً لکھا ہے کہ خداوند فرما

مسیح کے شاگرد یہودی تھے۔ انہوں نے توریت اور نبیوں کے نوشتوں کی روشنی میں یہ تسلیم و قبول کیا اور کہا۔ (۱) کہ جس نبی کا ذکر موسیٰ نے توریت میں اور نبیوں نے کیا ہے وہ ہم کو مل گیا۔ وہ یسوع ماضی ہے۔ (انجیل یوحنا ۱-۱۷)

(۲) تھوڑے عرصہ بعد متعدد یہودیوں نے توریت شریف اور نبیوں کی کتابوں کی روشنی میں جناب مسیح یسوع کو پہچاننے میں تسلی حاصل کی۔ اور اقرار کیا کہ جو نبی دنیا میں آنے والا تھا۔ فی الحقیقت یہی ہے۔ (یوحنا ۱: ۷-۹) پھر یہودیوں نے ان کو صلیب پر کیوں چڑھایا؟

(۳) پھر شہر کی بار اقرار کیا کہ ایک بڑا نبی ہم میں برپا ہوا۔ (لوقا ۷: ۱۶)

(۴) بزرگ موسیٰ کی توریت شریف میں جس نبی کی بابت پیش خبر دی گئی ہے وہ استواء ۱۸ باب آیت ۱۵ ہے) زندہ یسوع مسیح معلوب نے فرمایا کہ وہ بیشک کوئی میرے حق میں پوری ہوگئے ہے۔ یوں فرمایا کیونکہ اگر تم موسیٰ کا یقین کرتے تو میرا بھی یقین کرتے اس لئے کہ اس نے میرے حق میں کھا ہے۔ (یوحنا ۵: ۲۶)

ان حوالوں میں سے کوئی بھی قابل قبول نہیں ہیں کیونکہ یہ سب لوگوں کی باتیں ہیں۔ جس کسی نے کوئی معجزہ دیکھا تو کہہ دیا کہ وہی نبی ہوگا۔ مسیح علیہ السلام کی زبان سے یہ باتیں صادر نہیں ہوئیں۔ یہ جو آپ نے کھا کہ زندہ یسوع مسیح معلوب نے فرمایا کہ وہ پیش گوئی میرے حق میں پوری ہوگئے۔ یہ الفاظ بھی آپ کے اپنے من گھڑت ہیں۔ کیونکہ اگر تم موسیٰ کا یقین کرتے تو میرا بھی یقین کرتے اس لئے کہ اس نے میرے حق میں کھا ہے (یوحنا ۵: ۲۶)

اس عبارت سے آپ کیسے معلوم ہو گیا کہ آنے والے نبی پاک کے حق میں یہ بات فرمائی گئی تھی؟ حالانکہ اس میں کوئی وضاحت نہیں کی گئی کہ میرے حق میں کیا بات لکھی ہے؟ دیکھو اس سے پہلے لکھا ہے کہ میں اپنے باپ کے نام سے آیا ہوں اور تم مجھے قبول نہیں کرتے۔

(یوحنا ۵: ۳۰) یہ تو صرف اور صرف مسیح علیہ السلام پر ایمان لانے کی بات چل رہی ہے نہ کہ آنے والے نبی پاک کے متعلق؟ آپ نے اس کو مسیح علیہ السلام کے بعد آنے والے نبی پر چسپاں کر لیا ہے۔ اور یہ نہیں دیکھتے کہ یوحنا انجیل کا کیا حال ہوگا؟ جس نے لکھا ہے کہ میں باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں دوسرا مدگار بھجئے گا کہ اس تک تمہارے

ساتھ رہے اور لکھا ہے کہ اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا۔ کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں (یوحنا باب ۱۲-۱۶: ۳۱) بتائیے جناب پادری صاحب یہ یوحنا کی انجیل ہے یا نہیں؟ کیا یوحنا ایک جگہ کچھ لکھتا ہے اور دوسری جگہ آپ کی جھوٹی باتوں کی تائید کرتا ہے؟ ایمان سے بتائیے آپ جھوٹ لکھتے ہیں یا یوحنا؟ معاذ اللہ۔ آپ کو اوپر کا مضمون عذر سے پڑھنا چاہیئے۔ اور خوب سوچ کر جواب دینا چاہیئے اور سب سے عجیب بات یہ ہے کہ آپ اپنی ہر کتاب میں قرآن شریف کے حوالے نقل کرتے ہیں اور پھر بھی صاحب قرآن کا انکار کرتے ہیں؟ حالانکہ قرآن شریف جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ پادری برکت اے خان صاحب کا اپنی ہر کتاب میں قرآن شریف کے حوالے نقل کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ توریت میں جس نبی پاک علیہ السلام کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد خوشخبری دی گئی تھی۔ وہ نبی پاک ہمارے جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں جو آج سے چودہ سو سال پہلے سے ہی تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اگر پادری برکت صاحب یہ خیال رکھتے ہیں۔ کہ وہ نبی جن کی توریت میں خوشخبری دی گئی تھی۔ وہ بھی جناب مسیح علیہ السلام ہی ہیں تو آپ کو یہ بھی ثابت کرنا پڑے گا۔ کہ کیا قرآن شریف بھی حضرت مسیح پر نازل ہوا تھا؟ اس کا جواب تو شاید پادری صاحب نہ دے سکیں۔ کیونکہ جناب پادری صاحب اتنا علم بھی نہیں رکھتے کہ قرآن شریف پر ایمان لانا اور صاحب قرآن کا انکار کرنا چہ معنی دارد۔ کیونکہ جب پادری صاحب صاحب قرآن کا انکار کر چکے ہیں۔ تو قرآن کی آیتیں اپنی کتابوں میں کیوں نقل کرتے ہیں؟ پس یہی ایک سوال ایسا ہے کہ پادری برکت صاحب قیامت کی صبح تک جواب نہیں دے سکتے۔ اور پادری برکت صاحب کو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ

قرآن مجید میں مسیح علیہ السلام کی زبان مبارک سے جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خوشخبری موجود ہے۔ ترجمہ یہ۔ یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا۔ اے نبی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اپنے سے پہلے کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوں اور ان رسول کی نثارت سناتا

ہوں۔ جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے (سورۃ المصفٰی قرآنی مجید)
جناب پادری برکت اے خان صاحب کو چاہیے کہ جہاں اپنے مقصد پورا کرنے کے
لیے قرآن شریف کی اور دوسری آیتیں اپنی کتابوں میں نقل کرتے ہیں۔ وہاں اس
آیت کو بھی نقل کرنا چاہیے۔ جس میں جناب مسیح علیہ السلام نے واضح طور پر ارشاد فرما
دیا ہے کہ میرے بعد جو نبی پاک آنے والے ہیں۔ ان کا نام احمد ہے۔ (حلیٰ الشریعہ علیہ السلام)
ایک جگہ پادری برکت صاحب لکھتے ہیں۔ اگر ہم خدا کی کتاب مقدس کی الہامی
باتوں پر تحریف و تفسیح یا رد و بدل کا الزام لگا کر لے رہے ہیں۔ تو اس کا دوسرے
لفظوں میں یہ مطلب ہے کہ ہم خدا کے کلام مقدس کے اور نبیوں کے نبوت کے منکر ہیں۔
بلکہ خدا تعالیٰ اور اس کے نبیوں کی توہین کے مرتکب ہیں۔ اگے حاشیہ پر لکھتے ہیں۔
بالفرض محال اگر کتاب مقدس بائبل کا وجود دنیا سے اٹھ جائے تو ساری کائنات عالم
جہالت اور وحشتانہ زندگی کا ظلمت کنہ بن جائے۔ (کتاب فلسفۃ وحدت الوجود ص ۱۷)
سب سے پہلے میں بائبل مقدس ہی سے تحریف و تفسیح رد و بدل کا ثبوت پیش
کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے اور اگر کوئی یہ ہو تو ارشاد فرمائیے اور بائبل مقدس کو
تحریف سے بچائیے اگر کیا سکو؟ پیدائش باب ۳۔ میں لکھا ہوا ہے۔ کہ
حضرت لوط علیہ السلام صفر سے نکل کر پہاڑ پر جا بسا اور اسکی دونوں بیٹیاں اس کے
ساتھ تھیں۔ کیونکہ اسے صفر میں بستے ڈرنگا۔ اور وہ اور اسکی دونوں بیٹیاں
ایک غار میں رہنے لگے۔ تب پہلوٹی نے چھوٹی سے کہا کہ ہمارا باپ بڑھا ہے اور
زمین پر کوئی مرد نہیں۔ جو دنیا کے دستور کے مطابق ہمارے پاس آئے۔ تو ہم اپنے
باپ کو مے پلائیں اور اس سے ہم آغوش ہوں۔ تاکہ اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں
سو انہوں نے اسی رات اپنے باپ کو مے پلائی۔ اور پہلوٹی اندر گئی اور اپنے باپ سے
ہم آغوش ہوئی۔ پھر اس نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھ گئی اور دوسرے
سوزیوں ہوا کہ پہلوٹی نے چھوٹی سے کہا کہ دیکھ کر رات کو میں اپنے باپ سے ہم آغوش

ہوئی۔ آج رات بھی اس کو مے پلائیں اور تو بھی جا کر اس سے ہم آغوش ہو تاکہ ہم اپنے
باپ سے نسل باقی رکھیں۔ سو اس رات بھی انہوں نے اپنے باپ کو مے پلائی اور چھوٹی
بھی اور اس سے ہم آغوش ہوئی۔ پھر اس نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھ گئی۔ سو
(لوط علیہ السلام) کی دونوں بیٹیاں اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں۔ اور بڑی کے ہاں ایک
بیٹا پیدا ہوا اور اس نے اس کا نام موآب رکھا۔ وہی موآبیوں کا باپ ہے جو اب تک موجود ہیں۔
اور چھوٹی کے ہاں بھی ایک بیٹا پیدا ہوا۔ اور اس نے اس کا نام بن مینی رکھا۔ وہی بن
عمتیوں کا باپ ہے۔ جو اب تک موجود ہیں۔ (پیدائش باب ۱۹ آیت ۳۰ سے ۳۸ تک)
(معاذ اللہ۔ توبہ استغفر اللہ) مسیحی حضرات انصاف اور ایمان سے بتائیں کہ یہ
افزار دنیا کا ایک معصوم اور پاک نبی علیہ السلام کی ذات پر کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے؟
تو پھر پاک نبی حضرت لوط علیہ السلام کی پاک باعصمت بیٹیوں پر دنیا کا افزار وہ بھی ان
کے باپ سے۔ توبہ۔ توبہ۔ توبہ۔ توبہ استغفر اللہ۔

تمام مسیحی پادری صاحبان مذہب مشرانیل عبداللہ صاحب یہ بتائیں تو سہی کہ یہ
بائبل مقدس میں تحریف ہے یا نہیں؟ اگر یہ بائبل مقدس میں تحریف نہیں تو تحریف
اور کس جانور کا نام ہے؟

اس سے بڑھ کر ایک معصوم نبی اور ان کی پاک دامن بیٹیوں کی کیا توہین ہو سکتی
ہے؟ اور یہ بتائیے کہ یہ توہین امیز کلمات لکھنے والا کون شخص ہے؟ ساری بائبل مقدس
تلاش کر جائیں کہیں بھی بائبل کے مصنف کا نام و نشان نہیں ملے گا؟ پھر سب بل بوتے
پر کہتے ہو کہ بائبل میں تحریف نہیں ہو سکتی؟ اب میں اسی بائبل مقدس سے انبیاء
کرام کی عصمت دکھاتا ہوں۔

یوسف علیہ السلام خوبصورت اور حسین تھا۔ ان باتوں کے بعد یوں ہوا کہ
اس کے آقا کی بیوی کی آنکھ یوسف بزرگی اور اس سے کہا کہ میرے ساتھ ہم بستر ہو سکیں
اس نے انکار کیا اور آقا کی بیوی سے کہا کہ دیکھ میرے آقا کو ضرر بھی نہیں کہ اس گھر
میں میرے پاس کیا کیا ہے اور اس نے اپنا سب کچھ میرے ہاتھ میں چھوڑ دیا ہے۔

اس گھر میں مجھ سے بڑا کوئی نہیں اور اس نے تیرے سوا کوئی چیز مجھ سے باز نہیں رکھی۔ کیونکہ تو اس کی بیوی ہے۔ سو بھلا میں کیوں ایسی بڑی بدی کروں اور خدا کا گنہگار ہوں؟ (پیدائش باب ۳ آیت ۷ سے ۱۲ تک) تب اس عورت نے اس کا پرہیز پھر کر کہا کہ میرے ساتھ ہم بستر ہو۔ وہ اپنا پرہیز اس کے ہاتھ میں چھو کر بھاگ گیا اور باہر نکل گیا۔ حضرات انبیاء و کرام اسی طرح زنا سے بچنے کے لیے انتہائی کوشش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو بڑے کام سے بچا لیتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو معصوم رکھا ہوا ہے۔ حضرت انبیاء و کرام تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی لئے مامور کئے جاتے ہیں کہ لوگوں کو بڑے کاموں سے منع کریں اور بھلائی کا حکم دیں۔ تو حضرت لوط علیہ السلام بھی اسی کام کے لئے بدکار قوم پر بھیجے گئے تھے کہ ان کو بڑے کاموں سے روکیں نہ کہ بڑے کام خود کرتے؟ معاذ اللہ۔ جیسا کہ بائبل مقدس میں رد و بدل کر کے حضرت لوط علیہ السلام پر اور آپ کی پاک دامن بیٹیوں پر زنا کا بہتان عظیم لگایا گیا ہے اور یہ بھی غلط ہے کہ آپ اور آپ کی بیٹیاں کسی پہاڑ کی غار میں رہتی تھیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو اور آپ کی دونوں بیٹیوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر میں پہنچا دیا تھا۔ اور یہ بات بھی قرآن مجید کے خلاف ہے کہ قرب خداوند نے اپنی طرف سے سدوم اور عمو را پر گندھک اور آگ آسمان سے برسائی۔ بلکہ جبرائیل علیہ السلام نے ان شہروں کو اکھاڑ کر اپنے پیروں سے اٹھایا اور آسمان کے قریب تک لے جا کر اوندھا کر ادا کیا یعنی نیچے کی طرف اوپر کودی اور فرشتوں نے ان پر خدا کے حکم سے پتھر برسائے تھے۔ اب میں تحریف کا ایک اور حوالہ پیش کرتا ہوں۔ حضرت ابراہیم نے فرشتوں کے حیاقت نیار کی۔ اور بے خبری روٹی پکائی اور انہوں نے کھایا۔ (دیکھو پیدائش آیت ۱ سے ۱۸ تک باب ۱۸) اے عقل مند کتاب۔ فرشتے کھاتے پیتے نہیں ہیں۔ یہ آپ نے کیا لکھ دیا؟ اسی لئے تو میں کہتا ہوں کہ بائبل مقدس میں تحریف ہو چکی ہے لیکن آپ تو نہیں مانتے؟ اس ضد کا کیا علاج ہے؟ اب سب مسیحی پادری صاحبان اور مشرانجیل صاحب مل کر میرے ان حوالوں کو غلط ثابت

کر رہے اور بائبل مقدس کا مصنف بھی ثابت کر دے۔ اب آپ کا یہ لکھنا کہ اگر کتاب مقدس بائبل کا وجود دنیا سے اٹھ جائے۔ تو ساری کائنات عالم جہالت اور وحشیانہ زندگی کا ظلمت کدہ بن جائے۔ یہ بھی آپ کی جہالت کا ایک ثبوت ہے۔ جب ہم نے بائبل ہی سے تحریف کا ثبوت پیش کر دیا۔ تو ایسی کتاب تحریف شدہ اگر دنیا سے اٹھ جائے تو ساری کائنات کیوں ظلمت کدہ بن جائے؟ اور آپ کو یہ بھی علم نہیں کہ اب ساری کائنات کے لئے آخری الہامی کتاب قرآن شریف موجود ہے جس کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود لے رکھی ہے۔ جس کی تحریف کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ جس کی آیات مبارکہ آپ اپنی ہر کتاب میں لکھتے چلے آ رہے ہیں اور کتاب میں بھی لکھتے ہو کہ مسیح علیہ السلام کی نشان اذ روئے قرآن۔ ہاں اگر کوئی شخص قرآن کریم پر عمل نہ کرے تو اس شخص کی زندگی ضرور بر ضرور ظلمت کدہ بن سکتی ہے۔ اور یہ کتاب قرآن مجید بھی جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ جو آخری کتاب اور آخری شریعت ہے جو تمام زمانوں اور زمانوں کی تمام امتوں کی حیات آخری اور قطعی لائحہ عمل ہے۔ کیونکہ اللہ نے قرآن حکیم میں فرما دیا ہے کہ جس نے ہمارے رسول کی پیروی کر لی یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی اور یہی وجہ ہے اطاعت رسول سے انکار خدا کی خدائی سے بغاوت ہے۔ کیونکہ ہمارے نبی علیہ السلام کے بعد نہ کوئی نیا نبی پیدا ہو سکتا ہے۔ اور نہ کوئی قرآن کے بعد نئی شریعت آ سکتی ہے۔ اور جب جناب عیسیٰ مسیح علیہ السلام آخری زمانہ میں آسمان سے تشریف لائیں گے۔ تو خود بھی شریعت محمدی پر عمل کریں گے۔ اور لوگوں کو بھی شریعت محمدی پر چلنے کا حکم دیں گے۔ نہ کہ تحریف شدہ بائبل مقدس پر؟



ناظرین کرام! اب میں آپ کو پادری برکت لے خان صاحب کا ایک اور کمال دکھا آہوں۔
 اور پادری صاحب کے علم کی داڑھی دیتا ہوں اور حیرت میں بھی ہوں کہ کیا پادری صاحب
 کے ہوش و حواس بھی قائم ہیں یا نہیں؟ لیکن اس بات کا فیصلہ آپ ہو کریں گے۔ یہ تو آپ
 پڑھ چکے ہیں کہ مسیح اور وہ نبی دراصل ایک ہی شخص یسوع کے دو نام ہیں جس کا
 میں جواب اوپر دے چکا ہوں۔ اب اس کی تائید میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ بزرگ موسیٰ
 کی پیش گوئی کے مصداق جناب مسیح کے بعد مزید کسی موجودہ نبی کی آمد کی گنجائش
 باقی نہ رہی۔ کتاب ہذا مشکم پھر آگے لکھتے ہیں کہ جس موجودہ نبی کی آمد بزرگ
 موسیٰ نے ذکر کیا ہے۔ وہ عظیم ترین نبی ہی دراصل مسیح موعود آخر زمان ابدی زندہ نبی
 اور ذات الہی کا ظہور ہوگا (صفحہ ۵۹) اس طرح کے مضامین اس کتاب میں اور بھی موجود
 ہیں۔ جس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا ہے۔ جس کا جواب میں
 اوپر واضح طور پر دے چکا ہوں۔ اب میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جس طرح پادری
 صاحب نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا ہے۔ اب خود ہی اس کتاب میں
 اقرار فرما رہے ہیں اور لکھتے ہیں۔ قرآن کریم کے پہلے پارے میں سورۃ البقرہ آیت ۱۲۹
 میں ایمانداروں کو خطاب کیا گیا ہے اور ایسے الفاظ کو ترک کرنے کی ہدایت دی
 گئی ہے۔ جس کے اندر یہ خرابی تھی کہ اگر زبان موڑ کر اور منہ دبا کر اس کو ادا کیا
 جائے تو اس کے ایسے معنی برآمد ہوں۔ جس میں مخاطب کی شان میں گستاخی پائی
 جائے۔ اور اللہ کو یہ کسی طرح گوارہ نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں
 دانستہ یا نادانستہ گستاخی کی جائے۔ چنانچہ ایسے لفظ کو سرے سے ممنوع قرار دے دیا
 گیا۔ اور اس لفظ کا ہم معنی لفظ اُنْفَرْنَا استعمال کرنے کی اجازت دی گئی صحابہ کرام
 بھی بعض اوقات کسی بات کی وضاحت کے لئے "راعنا" کہہ بیٹھے۔ اب اللہ کریم نے
 ایمانداروں کو مخاطب کر کے اس عمل سے روک دیا اور اس کی جگہ اُنْفَرْنَا استعمال
 کرنے کی ہدایت فرمائی (کتاب ہذا صفحہ ۵۵)

ناظرین کرام! دیکھا آپ نے پہلے تو بڑے زور شور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

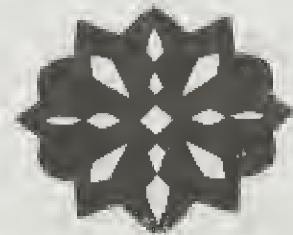
کی مخالفت پر پادری صاحب نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ اور بار بار کہا موسیٰ علیہ السلام
 نے جس نبی پاک کا تورات میں ذکر کیا ہے۔ وہ نبی بھی جناب مسیح علیہ السلام ہی ہیں۔
 دراصل یہ معجزہ ہمارے نبی کریم جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ مخالفت
 کرنے والے مسیحی پادری برکت صاحب کے قلم سے نکھو ادا اور اللہ تعالیٰ نے مخالف
 سے نکھو ادا کیا کہ اللہ کو یہ کسی طرح گوارہ نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان
 میں دانستہ یا نادانستہ گستاخی کی جائے۔ چنانچہ ایسے لفظ کو سرے سے ہی ممنوع
 قرار دے دیا گیا۔ (سبحان اللہ) ناظرین کرام! اب پادری برکت لے خان صاحب
 سے سوال کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ پادری صاحب کیا آپ کے ہوش و حواس قائم
 ہیں اور جناب پادری صاحب صحابہ کرام کا ذکر کر کے حضور علیہ السلام کے صحابہ کرام
 کا بھی اقرار کر لیا۔ یہ ہمارے نبی آخر الزماں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ
 نہیں تو اور کیا ہے؟ کہ مخالف کے قلم سے بھی اقرار کروا ہی لیا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)



زمانہ رسالت میں عیسائی حضرات کا اسلام قبول کرنا۔

انوار الیوم کا مصنف بھی جو عیسائی ہے۔ لکھتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہود و نصاریٰ ایک نبی کے آنے کے منتظر تھے۔ اسی وجہ سے ملک حبشہ کا بادشاہ نجاشی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حال سنا ایمان لایا اور کہا کہ بلا شک یہ وہی نبی ہے۔ جبکہ خبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل میں دی تھی۔ کیونکہ بادشاہ نجاشی تورات و انجیل کا پورا واقف تھا۔ اسی طرح مقدس بادشاہ قبط نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کیا اور بہت سے ہدیے آپ کے حضور میں روانہ کئے۔ اور یہ بادشاہ تورات و انجیل کا بڑا عالم تھا۔ اسی طرح جارد بن العلاء جو اپنی قوم نصاریٰ میں بڑا عالم تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا۔ اور اسی طرح یزید بن ابی سہل نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار کیا۔ ہذا القیاس بہت سے دی شوکت نصاریٰ کے عالموں نے اسلام قبول کیا (انوار آفتاب صداقت کتاب جہاد اول ص ۱۱۷)

لیکن۔ اس آخری زمانہ میں جناب پادری برکت لے خان صاحب (جو اپنے آپ کو تمام جہان کے عالموں سے بہت بڑا عالم خیال کرتے ہیں) کسی حق بات کو بھی تسلیم نہیں کرتے اور غلط عقائد کی کتابیں لکھ لکھ کر خدا تعالیٰ کی مخلوق کو گمراہ کر رہے ہیں۔ (انشاء اللہ تعالیٰ وہ اپنی قبر میں اس کا عذاب ضرور برسروردیکھیں گے۔ پھر اس وقت کا پچھتا نا کچھ کام نہیں آئے گا۔ کیونکہ غلط باتوں سے توبہ کرنی زندگی میں ہوتی ہے۔ مرنے کے بعد توبہ قبول نہیں ہوتی۔



عیسائی پادری ولیم مسیح کے چیلنج

کا
جواب

اور پادری ولیم مسیح کو

دعوت اسلام

ارٹلم: مولانا علامہ محمد اسماعیل نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عیسائی پادری ولیم مسیح کے چیلنج کا جواب

اور

ولیم مسیح کو دعوتِ اسلام

پادری ولیم مسیح سیالکوٹی نے ایک اشتہار شائع کیا ہے جس میں بعنوان

”مسلمانو جواب دو“

دیوبندی دہلی مکتب فکر کے علماء کو بدیں الفاظ چیلنج کیا ہے کہ تمہارے علماء مولوی اسماعیل دہلوی اور اشرف علی تھانوی اپنی تصانیف میں لکھتے ہیں

- محمد صاحب مرکز مٹی میں ملنے والے ہیں۔ (کتاب تقویتہ الایمان ص ۵)
- محمد کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ (تقویتہ الایمان ص ۵) • محمد جیسا علم زید بکر بچوں اور باگلوں کو بلکہ تمام جانوروں کو حاصل ہے (مفتی الایمان ص ۵)

مسلمانو! جب تمہارے نبی مرکز مٹی میں مل گئے۔ جب تمہارے نبی کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ جب تمہارے نبی کا علم بچوں اور باگلوں جیسا ہے • تو ہم تمہیں دعوت دیتے ہیں کہ تمہارے عیسیٰ مسیح کا کلمہ پڑھو کیونکہ تمہارے مسلمانوں کے قرآن سے ثابت ہے کہ • تمہارے نبی حضرت عیسیٰ مسیح آسمانوں میں زندہ موجود ہیں • اور تمہارے نبی عیسیٰ مسیح انہوں کو

بیٹائی بچتے۔ کوڑھوں کو تندرستی بخشتے۔ مردوں کو زندہ کرتے تھے • اور تمہارے نبی عیسیٰ مسیح نے اپنی ماں کی گود میں اپنے نبی ہونے اور کتاب بننے کا بتایا اور اپنی ماں کی پاک دامنی کا اعلان فرمایا • اور تمہارے نبی عیسیٰ مسیح ہر پوشیدہ بات کا علم رکھتے تھے۔ اس لئے آؤ اے مسلمانو۔ تمہارے نبی عیسیٰ مسیح کا کلمہ پڑھو جو زندہ با اختیار اور علم والے ہیں۔ در نہ مردہ بے اختیار بے علم نبی پر تمہارا ایمان رکھنا بے سود ہے۔ اور تم کافر ہی رہو گے۔ (مجاہد ولیم مسیح سیالکوٹی بحوالہ ”رضائے مصطفیٰ“ اپریل ۱۹۸۵ء)

اس کا مدلل و مسکت جواب تو حضرت علامہ مولانا مفتی الحاج ابو داؤد محمد صادق صاحب مدظلہ العالی ”رضائے مصطفیٰ“ میں تحریر فرما چکے ہیں۔

(دیکھو رضائے مصطفیٰ اپریل ۱۹۸۵ء ص ۱۶)

لیکن میں یہاں ولیم مسیح صاحب کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جن دہلی یا دیوبندی علماء نے جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شانِ اقدس میں یہ بے ادب اور گستاخ عبارتیں اپنی کتابوں میں لکھی ہیں۔ ان سب علماء پر عجب و عجم کے علماء کرام نے کفر کا فتویٰ دے دیا ہوا ہے۔ وہ علماء دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ ہم مسلمانوں میں کسی کا یہ باطل عقیدہ نہیں۔ لہذا پادری ولیم مسیح کا یہ لکھنا کہ ”مسلمانو جواب دو“ غلط ہے۔ کیونکہ کوئی مسلمان بھی اپنے نبی پاک علیہ السلام کے متعلق ایسے بے ادب الفاظ لکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب نبیوں اور رسولوں کے سردار ہیں۔ اور حبیب رب العالمین ہیں۔ اور اللہ عز و جل کے خلیفہ اعظم نائب اکبر اور آخری

رسول ہیں۔ اور رحمۃ للعالمین ہیں۔ اور بے مثل اور بے نظیر ہیں اور عالم ماکان و مایکون ہیں۔ اور مختار کل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک علیہ السلام کو تمام اولین و آخرین کا علم عطا فرمایا ہے۔ اور ہمارے نبی جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور میں زندہ موجود ہیں اور یہ زندگی آپ کی دنیا کی سہی ہے اپنے روضہ انور میں باجماعت نماز ادا فرماتے ہیں اپنی امت کا درود سنتے ہیں اور سلام سنتے ہیں اور سلام کا جواب عطا فرماتے ہیں اور ہر صبح و شام امت کے اعمال ملاحظہ فرماتے ہیں جو فرشتے پیش کرتے ہیں جس کے اعمال اچھے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا فرماتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ اور جس کے اعمال بُرے ہوتے ہیں اس کے لئے دعا فرماتے ہیں۔ اور سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو رزق دیتا ہے۔

عیسائی پادری ولیم مسیح کو دعوت اسلام

اس لئے دے رہا ہوں کہ پادری ولیم مسیح نے جو صفات جناب عیسیٰ علیہ السلام کی اشتہار میں لکھی ہیں وہ واقعی صحیح اور بالکل درست ہیں بے شک عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمانوں میں موجود ہیں۔ لیکن پادری ولیم مسیح نے عیسیٰ علیہ السلام کی یہ سب صفات ہمارے قرآن شریف سے ثابت کی ہیں۔ جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا گویا کہ قرآن پاک کو ولیم مسیح نے حق اور سچ مان لیا ہے۔ حالانکہ عقیدہ ان کا

اس کے خلاف ہے۔ اور دعوت دیتے ہیں کہ آؤ مسلمانو ہمارے نبی کا کلمہ پڑھو، حالانکہ پادری صاحب اور تمام عیسائی حضرات کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھا یا گیا۔ (دیکھو انجیل متی باب ۲۷ آیت ۳۵) اور انہوں نے اسے صلیب پر چڑھا یا اور اس کے کپڑے قرعہ ڈال کر بانٹ لئے اور وہاں بیٹھ کر اس کی نگہبانی کرنے لگے اور اس کا الزام لکھ کر اس کے سر سے اوپر لگا دیا کہ یہ یہودیوں کا بادشاہ یسوع ہے۔ اسی باب آیت نمبر ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲ میں لکھا ہے۔ اور راہ چلتے والے سر ہلا ہلا کر اس کو لعن طعن کرتے اور کہتے تھے۔ اے مقدس کے ڈھانے والے اور تین دن میں بنانے والے اپنے تئیں بچا۔ اگر تو خدا کا بیٹا ہے۔ تو صلیب پر سے اتر آ۔ اسی طرح سردار کاہن بھی فقیہوں اور بزرگوں کے ساتھ مل کر ٹھٹھے سے کہتے تھے۔ اس نے اوروں کو بچا یا اپنے تئیں نہیں بچا سکا۔ یہ اسرائیل کا بادشاہ ہے۔ اب صلیب پر سے اتر آئے تو ہم اس پر ایمان لائیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ (دیکھو انجیل مقدس جو متی رسول کی معرفت لکھی گئی ہے۔ مطبوعہ سوسائٹی لاہور)۔

کیوں جناب ولیم مسیح صاحب جب آپ کے عقیدہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب ہو چکے ہیں۔ تو پھر مسلمانو کو دعوت کیوں دے رہے ہو؟ کہ ہمارے نبی عیسیٰ مسیح کا کلمہ پڑھو جو زندہ با اختیار اور علم والے ہیں۔ حالانکہ آپ سب عیسائی حضرات کا دو ہزار سال سے یہی عقیدہ چلا آ رہا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھا یا گیا۔ اور وہ فوت ہو چکے تھے

ہیں۔ جیسا کہ آپ کی انجیل مقدس سے ابھی ثابت کیا گیا ہے۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ آپ کا سب عیسائی حضرات کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کا بیٹا ہے۔ حالانکہ خداوند کریم اس بات سے پاک ہے کہ اس کے کوئی بیٹا یا بیوی ہو۔ اور جناب عیسیٰ علیہ السلام نے خود والدہ کی گود میں فرما دیا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ یعنی نہ خدا ہوں اور نہ خدا کا بیٹا۔ اور صاف صاف فرمایا۔ (ای عباد اللہ یعنی میں خدا کا بندہ ہوں۔ اور کئی جگہ آپ نے انجیل میں فرمایا کہ ابن آدم ہوں) (دیکھو متی باب ۲۰ آیت ۲۵) لیکن اس آدمی پر افسوس جس کے وسیلے سے ابن آدم بکھڑوایا جاتا ہے۔ یہاں عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے آپ کو ابن آدم فرمایا۔ اور (دیکھو انجیل متی باب ۱۶ آیت ۱۷) اور جو کوئی ابن آدم کے برخلاف کوئی بات کرے گا وہ تو اسے معاف کی جائے گی اور اسی باب میں آیت نمبر ۴۰ میں ہے۔ ویسے ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا۔ یہاں بھی عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے آپ کو ابن آدم فرمایا۔ اور کئی جگہ آپ نے اپنے آپ کو ابن آدم فرمایا۔ کہیں ابن اللہ نہیں فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔

ترجمہ: بے شک کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ وہی مسیح مریم کا بیٹا ہے۔ اور مسیح علیہ السلام نے تو یہ کہا تھا۔ اے بنی اسرائیل اللہ کی بندگی کرو۔ جو میرا رب اور تمہارا رب ہے۔ (پ ۶ سورہ المائدہ)

ولیم مسیح نے مسیح علیہ السلام کا کلام جو آپ نے والدہ کی گود میں کیا تھا۔ پورا نقل نہیں کیا اگر آپ پورا کلام آپ کا نقل کرتے تو آپ کو اچھی طرح

ثابت ہو جاتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ خدا ہیں اور نہ خدا کے بیٹے۔ لہذا میں یہاں قرآن شریف سورہ مريم سے وہ کلام آپ کا پورا نقل کرتا ہوں جو آپ نے والدہ ماجدہ کی گود میں فرمایا تھا۔ جب قوم نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ بچہ کہاں سے لائی ہے جبکہ آپ کی شادی نہیں ہوئی۔ چونکہ آپ نے خاموش رہنے کا روزہ رکھا ہوا تھا۔ اس لئے آپ نے بچے کی طرف اشارہ کیا۔ یعنی بچے سے ہی دریافت کر لو کہ تو کہاں سے آیا ہے تب قوم نے کہا کہ ہم کیسے کلام کریں اس سے جو شیر خوار بچہ تیری گود میں ہے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے قوم کی یہ بات سنی۔ تو اس وقت آپ والدہ کی گود میں دودھ پی رہے تھے۔ تو آپ دودھ چھوڑ کر قوم کی طرف مخاطب ہوئے۔ اور بائیں ہاتھ کی ٹیک لگا کر دائیں ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

ترجمہ: تحقیق میں بندہ اللہ کا ہوں۔ دی ہے مجھ کو کتاب اور کیا ہے مجھ کو نبی اور کیا ہے مجھ کو برکت والا جہاں ہوں میں۔ اور حکم کیا مجھ کو ساتھ نماز کے اور زکوٰۃ کے جب تک رہوں میں جیتا اور خوش سلوک ساتھ ماں اپنی کے اور نہیں کیا مجھ کو سرکش بد بخت۔ اور سلامتی ہے اوپر میرے جس دن پیدا ہوا میں۔ اور جس دن مروعں گا میں اور جس دن لٹوں گا میں زندہ ہو کر۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یہ سہ عیسیٰ (علیہ السلام) بیٹا مریم کا بات حق کی وہ جو بیچ اس کے شک کرتے ہیں۔ اور نہیں لائق واسطے اللہ کے یہ کہ پکڑے اولاد پاک ہے

اس کو جب مقرر کرتا ہے کچھ کام۔ پس سوائے اس کے نہیں کہہتا ہے اس کو ہو پس وہ ہو جاتا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا: یے شک اللہ رب ہے میرا اور تمہارا تو اس کی بندگی کرو۔ یہ ہے راہ سیدھی (پہلے سورہ مریم) جناب ولیم مسیح! یہ ہے عیسیٰ علیہ السلام کا پورا کلام جس میں خدا یا خدا کا بیٹا ہونے کی پورے طور پر نفی کی گئی ہے۔ اور الوہیت کے لئے کوئی شہادت موجود نہیں۔ فرماتے ہیں میں اللہ کا بندہ ہوں۔ یعنی نہ اللہ ہوں نہ اللہ کا بیٹا پھر فرماتے ہیں کہ اللہ نے مجھ کو کتاب یعنی انجیل شریف عطا فرمائی اور مجھ کو نبوت عطا فرمائی۔ اور مجھے برکت والا کیا۔ پھر فرماتے ہیں اللہ نے مجھ کو نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم کیا۔ تعجب ہے ولیم مسیح کی عقل پر کہ آپ اتنا بھی نہیں سمجھ سکتے کہ یہ سب صفات بندے کی ہیں یا خدا کی؟ ثابت ہوا کہ پادری صاحب خالق اور مخلوق میں تمیز نہیں کر سکتے حالانکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے کلام کا ہر جملہ اپنی ذات کے لئے الوہیت کی نفی کرتا ہے۔ پھر آگے فرمایا: سلامتی ہے اچھے میرے جس دن پیدا ہوا میں۔ اور جس دن مرنے کا اور جس دن زندہ کیا جاؤں گا۔ ظاہر ہے کہ نماز پڑھنا زکوٰۃ دینا۔ پیدا ہونا۔ کھانا۔ پینا۔ سونا۔ مرنے۔ پھر زندہ ہو کر اٹھنا یہ سب صفات بندے کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب صفات سے پاک ہے اسی لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے والدہ کی گود میں سب سے پہلے یہ بات فرمائی کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ یعنی خدا نہیں نہ خدا کا بیٹا۔ اس طرح حضرت مسیح علیہ السلام نے الوہیت کی نفی فرمائی اور عبودیت کا ثبوت دیا۔ پھر

حضرت مسیح الہ کیسے ہوئے؟

اب چند حوالے آپ کی انجیل سے نقل کرتا ہوں۔ تاکہ اچھی طرح ثابت ہو جائے۔ کہ آپ نے کہیں بھی الوہیت کا دعویٰ نہیں کیا۔

نمبر ۱:- حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ جو تم کو قبول کرتا ہے۔ وہ مجھے قبول کرتا ہے۔ اور جو مجھے قبول کرتا ہے۔ وہ میرے بھنے والے کو قبول کرتا ہے۔ (انجیل متی باب ۱۰ آیت ۴۰)

یہاں مسیح علیہ السلام نے واضح طور پر فرما دیا کہ میں خدا کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ ثابت ہوا کہ مسیح علیہ السلام خدا نہیں کیونکہ بھنے والا اور جسے بھیجا جائے یہ دو ذاتیں ایک وقت خدا نہیں ہو سکتیں اس طرح دو خدا ماننے بڑے گے۔ اور خدا تعالیٰ واحد لا شریک ہے۔

نمبر ۲:- میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوٹی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ (انجیل متی باب ۱۰ آیت ۲۴)

آپ کے اس کلام سے بھی ثابت ہوا کہ مسیح علیہ السلام نہ خدا ہیں نہ خدا کے بیٹے بلکہ خدا کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔

نمبر ۳:- یسوع نے اس سے کہا۔ اے شیطان دور ہو کیونکہ لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر۔ (انجیل متی باب ۱۰ آیت ۱۰) مسیح علیہ السلام نے سجدہ عبادت صرف خداوند قدوس کی ذات

ہی کے لئے فرمایا۔ اور اپنی ذات کو سجدہ عبادت کرنے کا قطعاً حکم جاری نہیں کیا۔ ثابت ہوا کہ مسیح علیہ السلام خدا نہیں۔ اور نہ خدا کے بیٹے۔

نمبر ۴:- یسوع نے ان کی طرف دیکھ کر کہا۔ کہ یہ آدمیوں سے تو نہیں ہو سکتا۔

لیکن خدا سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ (انجیل متی باب ۱۹ آیت ۲۶)
 نمبر ۵:- مگر یسوع نے ان سے کہا کہ نبی اپنے وطن اور اپنے گھر کے سوا اور
 کہیں بے عزت نہیں ہوتا۔ اور اس نے ان کی بے اعتقادگی کے سبب
 سے وہاں بہت سے معجزے نہ دکھائے۔ (انجیل متی باب ۱۳ آیت ۵۸)

پادری ولیم مسیح صاحب دیکھا آپ نے۔ حضرت مسیح علیہ السلام
 نے واضح الفاظ میں اپنے نبی ہونے کا اقرار کیا اور ظاہر بات ہے کہ نبی
 نہ خدا ہوتا ہے نہ خدا کا بیٹا بلکہ خدا کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوتا ہے۔

نمبر ۶:- لیکن اگر میں خدا کے روح کی مدد سے بدر و خون کو نکالتا ہوں
 تو خدا کی بادشاہی تمہارے پاس آئے گی۔ (انجیل متی باب ۱۲ آیت ۲۸)

دیکھئے یہاں آپ نے اپنے کلام میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت کو کیسے بیان
 کیا ہے۔ اور اپنی عبودیت کا کس طرح اقرار کیا ہے۔ ثابت ہوا کہ عیسیٰ
 علیہ السلام نہ خدا ہیں نہ خدا کے بیٹے۔

نمبر ۷:- اب ایک حوالہ انجیل یوحنا سے نقل کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیے۔
 میں آپ سے کچھ نہیں کر سکتا جیسا سنا ہوں عدالت کرتا ہوں۔

اور میری عدالت راست ہے۔ کیونکہ میں اپنی مرضی نہیں بلکہ اپنے بھیجے
 والے کی مرضی چاہتا ہوں۔ (انجیل یوحنا باب ۸ آیت ۳۰)

یعنی اللہ تعالیٰ کی جانب سے اطلاع پائے اور کچھ سنے بغیر مسیح علیہ
 السلام کوئی بات ارشاد نہیں فرماتے۔ خدا سے سن کر لوگوں میں پیغام
 پہنچانا ہی وحی الہی کی تعریف ہے۔ جو نبوت کے لئے لازمی اور الوہیت کے

لئے باطل ہے۔

اب انا جیل شریف سے روز روشنی کی طرح ثابت ہو گیا کہ حضرت
 مسیح علیہ السلام نہ خدا تھے اور نہ خدا کے بیٹے۔ صرف اللہ تعالیٰ کے بھیجے
 ہوئے نبی اور رسول تھے۔

میں مسیحی پادریوں کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ انا جیل سے کہیں
 بھی بزبان مسیح علیہ السلام یہ الفاظ دکھائیں کہ آپ نے فرمایا ہو کہ
 میری عبادت کرو میں اللہ ہوں۔ انشاء اللہ قیامت کی صبح تک نہیں
 دکھا سکیں گے۔ اب میں وہ مناظرہ نقل کرتا ہوں جو جناب رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم اور نجران کے عیسائی حضرات کے درمیان ہوا تھا۔

نجران کے نصاریٰ کا وفد

مفسرین فرماتے ہیں ایک وفد نجران کے نصاریٰ کا جناب رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں مدینہ شریف حاضر ہوا جو ساٹھ سواروں
 پر مشتمل تھا۔ اس میں چودہ سردار تھے۔ اور تین اس قوم کے بڑے اکابر
 مقتدا اور ایک عاقب جس کا نام عبدالمسیح تھا۔ یہ شخص امیر قوم تھا اور
 بغیر اس کی رائے کے نصاریٰ کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ دوسرا سید جس
 کا نام ایہم تھا۔ یہ شخص اپنی قوم کا معتمد اعظم اور مالیات کا افسر اعلیٰ
 تھا خورد و نوش اور رسد کے تمام انتظامات اسی کے حکم سے ہوتے
 تھے۔ تیسرا ابو حارثہ ابن علقمہ تھا۔ یہ شخص نصاریٰ کے تمام علماء اور

پادریوں کا پیشوائے اعظم تھا۔ سلاطین روم اس کے علم اور اس کی دینی عظمت کے لحاظ سے اس کا اکرام و ادب کرتے تھے۔ یہ تمام لوگ عمدہ اور قیمتی پوشاکیں پہن کر بڑی شان اور شکوہ سے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مناظرہ کرنے کے قصد سے آئے اور مسجد اقدس میں داخل ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نماز عصر ادا فرما رہے تھے۔ ان لوگوں کی نماز کا وقت بھی آگیا اور انہوں نے بھی مسجد شریف ہی میں جانب مشرق متوجہ ہو کر نماز شروع کر دی۔ فراغ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو شروع کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم اسلام لاؤ۔ کہنے لگے ہم آپ سے پہلے اسلام لاپچکے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ غلط ہے۔ یہ دعویٰ جھوٹا ہے تمہیں اسلام سے تمہارا یہ دعویٰ روکتا ہے۔ کہ اللہ کے اولاد ہے۔ اور تمہاری صلیب پرستی روکتی ہے۔ اور خنزیر کھانا روکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر عیسیٰ خدا کے بیٹے نہ ہوں۔ تو بتائیے ان کا باپ کون ہے اور سب کے سب بولنے لگے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ بیٹا باپ سے ضرور مشابہ ہوتا ہے۔ انہوں نے اقرار کیا پھر فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب جی لا یموت ہے۔ اس کے لئے موت محال ہے اور عیسیٰ علیہ السلام پر موت آنے والی ہے انہوں نے اس کا بھی اقرار کیا۔ پھر فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب بندوں کا کارساز اور ان کا حافظ حقیقی اور روزی دینے والا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں حضور صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا کیا حضرت عیسیٰ بھی ایسے ہی ہیں۔ کہنے لگے نہیں پھر فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ پر آسمان اور زمین کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں انہوں نے اقرار کیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا تو کیا حضرت عیسیٰ بغیر تعلیم الہی اس میں سے کچھ جانتے ہیں۔ انہوں نے کہا نہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ حضرت عیسیٰ حمل میں رہے۔ پیدا ہونے والوں کی طرح پیدا ہوئے۔ بچوں کی طرح غذا دیئے گئے کھاتے پیتے تھے۔ عوارض بشری رکھتے تھے۔ انہوں نے اس کا اقرار کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پھر وہ کیسے الہ ہو سکتے ہیں؟ جیسا کہ تمہارا گمان ہے۔ اس پر وہ سب ساکت رہ گئے۔ اور ان سے کوئی جواب بن نہ آیا۔ اس پر سورہ آل عمران کی اقل سے کچھ اور پر انہی آیتیں نازل ہوئیں۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ وہ وقت قریب ہے جبکہ تم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو جائے گا وہ عدل کرنے والا حاکم ہوگا۔ صلیب کو توڑے گا۔ خنزیر کو قتل کرے گا۔ اور جزیہ کو معاف کر دے گا۔ مال تقسیم کرے گا۔ اتنا کہ اس وقت مال لینے والا ہی کوئی نہ ملے گا۔ بلکہ اس وقت ایک سجدہ دنیا کی تمام نعمتوں کے مقابلہ میں زیادہ عزیز ہوگا۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تمہیں شک ہو۔ تو یہ آیت مبارکہ پڑھو۔ کہ اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہ ہوگا۔

جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اس کی وفات سے قبل ایمان نہ لائے۔
 اس حدیث شریف کو بخاری اور مسلم نے بھی نقل کیا ہے۔
 ۲۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم نے فرمایا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جب زمین کی طرف نزول کریں
 گے تو شادی کریں گے اور ان کی اولاد پیدا ہوگی اور دنیا میں پتالیس
 برس تک رہیں گے۔ پھر وفات پائیں گے اور میری قبر میں میرے ساتھ
 دفن کئے جائیں گے اور قیامت کے دن میں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام
 دونوں ایک ہی قبر سے ابھرنا اور عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان
 اٹھیں گے۔ (شکوۃ شریف)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی شریعت محمدی کے تابع ہوں گے

اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے۔
 تو دین محمدی کے تابع ہوں گے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم ہمارے نبی پاک کی شریعت کے مطابق لوگوں کو حکم کریں گے۔
 اور انجیل کے احکام کو دخل نہیں دیں گے۔ بلکہ قرآن شریف اور حدیث
 پاک پر عمل کریں گے۔ اور لوگوں کو بھی شریعت محمدی پر عمل کرنے کا
 حکم دیں گے۔ سوائے بعض احکام کے کہ ہماری شریعت میں نہیں ہیں۔ تو

انجن سے کٹ کر رہ جائے۔ تو پچھلے ڈبے کبھی سفر نہیں کر سکتے وہ
 حضرت گاڑی کا اگلا ڈبہ ہیں ہم پچھلے ڈبے ہیں۔ اگر وہ ایمان
 سے رہ گئے۔ تو ہم کیسے مومن ہو سکتے ہیں؟ انشاء اللہ تعالیٰ آگے
 قرآن پاک اور حدیث شریف کی روشنی میں عظمت خلاقے
 راشدین کا بیان ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مجھے
 اس کی توفیق عطا فرمائے۔

وَمَا خُوفُنِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَالْيَمِينُ

سارے صحابہ رضی اللہ عنہم برحق ہیں

قرآن کریم صحابہ کرام کی حقانیت و صداقت کا اعلان فرما
 رہا ہے۔ فرماتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ط
 ترجمہ یہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) شک کی جگہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے
 اعلان کیا کہ قرآن شریف میں کوئی شک و تردید نہیں۔ شک کی
 چار صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا بھجنے والا غلطی کرے، لانے والا
 غلطی کرے، جس کے پاس آیا ہو وہ غلطی کرے، جنہوں نے
 اس سے سن کر لوگوں کو پہنچایا ہو۔ انہوں نے دیانت سے
 کام نہ لیا ہو۔ اگر ان چاروں درجوں میں کلام محفوظ ہے۔ تو
 واقعی شک و شبہ کے لائق نہیں۔ قرآن شریف کا بھجنے والا اللہ تعالیٰ

لانے والے حضرت جبریل علیہ السلام، لینے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر ہم تک پہنچانے والے صحابہ کرام ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) اگر قرآن شریف اللہ تعالیٰ، جبریل علیہ السلام، نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک تو محفوظ رہے لیکن صحابہ کرام سچے نہ ہوں۔ اور ان کے ذریعہ قرآن ہم کو پہنچے تو یقیناً قرآن میں شک پیدا ہو گیا۔ کیونکہ فاسق کی کوئی بات قابل اعتبار نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔ اگر تمہارے پاس فاسق کوئی خبر لاوے۔ تو تحقیق کر لیا کرو۔ اب قرآن کا بھی اعتبار نہ رہے گا۔ قرآن شریف پر یقین جب ہی ہو سکتا ہے۔ کہ صحابہ کرام کے تقوے اور دیانت پر یقین ہو۔ اور قرآن شریف نے ہی ارشاد فرمایا کہ قرآن ہدایت ہے ان متقیوں کی جو غیب پر ایمان لائے ہیں۔ ثابت ہوگا کہ صحابہ کرام کو قرآن شریف نے ہی ہدایت دی ہے۔ اور یہ لوگ قرآن پاک ہی کی ہدایت سے ایسے اعلیٰ متقی بنے ہیں۔ قرآن پاک نے ہی ان کی کایا پلٹ دی۔ اگر قرآن پاک کا کمال دیکھنا ہو تو صحابہ کرام کا تقویٰ دیکھو۔

محمد اسماعیل نقشبندی

قرآن شریف سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت کا بیان

پہلی آیت :- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُوْمِنُونَ بِاللَّهِ ط وَكَوْنُ مِنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ لَکَانَ خَیْرًا لَّهٖمْ ط مِنْهُمْ الْمُؤْمِنُونَ وَاکْثَرُهُمْ الْفٰسِقُونَ۔

ترجمہ :- تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہو میں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ اور اگر کتابی ایمان لاتے تو ان کا بھلا تھا ان میں کچھ مسلمان ہیں اور زیادہ فاسق ہیں۔ (سورۃ آل عمران پارہ ۱)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ صحابہ رضی اللہ عنہم کی فضیلتوں کو اور ان کی بزرگیوں کو خود اُن سے بیان فرماتا ہے اور اُن سے مخاطب ہو کر ارشاد فرماتا ہے۔ کہ تم بہترین امت سے ہو۔ کہ لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہو اور بُری باتوں سے منع کرتے ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد کس کی طرف ہے ؟ یقیناً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں ہے۔ خصوصاً حضرت صدیق اکبر حضرت عمر فاروق حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شان میں ہے۔ اور جو لوگ ان پاک حضرات کے شان میں بے ادبی اور گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں۔ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

کیونکہ یہ لوگ قرآن شریف اور حدیث پاک کے منکر ہیں۔ اور جو قرآن شریف و حدیث پاک کا منکر ہو۔ وہ یقیناً دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس کے ایمان اور اسلام کا کوئی ثبوت نہیں۔ کیونکہ قرآن کی آیتیں تو ایسی صاف ہیں کہ ان میں کوئی کسی قسم کی تاویل ہو ہی نہیں سکتی صاف لفظوں میں اللہ تعالیٰ صحابہ کے ایمان اور اعمال کو بیان فرما رہا ہے۔ لیکن ہم کو سخت حیرت ہے کہ رافضی لوگ کیوں نہیں مانتے ؟

دوسری آیت :- فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَادْخَرُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ
أُودُوا فِي سَبِيلِي وَ قَتَلُوا أَوْ كَفَرُوا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ
لَا دُخْلَ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا مِنْ عَذَابِ اللَّهِ
وَاللَّهُ عَزِيزٌ مُنْذِرٌ (پارہ ۲ سورۃ آل عمران)

ترجمہ :- پس جن لوگوں نے وطن چھوڑا اور نکالے گئے اپنے گھروں سے اور ایذا دیئے گئے بیچ راہ میری کے اور لڑے اور مارے گئے البتہ دُور کردوں گا میں ان سے بُرائیاں ان کی اور البتہ داخل کردوں گا اُن کو بہشتوں میں کہ چلتی ہیں نیچے ان کے سے نہریں ثواب نزدیک خدا کے سے اور اللہ نزدیک اس کے ہے اچھا ثواب۔

نواب محسن الملک سید محمد ہمدانی علی خان صاحب جو کافی عرصہ سے شیعہ عالم رہ چکے تھے۔ اپنی کتاب "آیاتِ بینات" میں لکھتے ہیں کہ

اس آیت میں اللہ جل شانہ ہاجرین کی تعریف کرتا ہے۔ اور ان کی جنتی ہونے کی بشارت دیتا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ جن لوگوں نے میرے پیچھے اپنے وطن اور گھر اور کنبے قبیلے کو چھوڑا اور جن پر میرے اُد پر ایمان لانے سے تکلیفیں پہنچیں اور جن کو میری راہ میں ایذا دی گئیں تو میں بھی اپنے ایسے سچے ایمان لانے والوں اور پکے مسلمانوں سے بڑی مہربانی سے پیش آؤں گا اور اُن کو بہت اچھا بدلہ دے گا اور ان کی بھول چوک کو نہ دیکھوں گا۔ بلکہ ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دوں گا۔ پھر آگے لکھتے ہیں۔ پس اب ان آیتوں کے دیکھنے والوں سے ہم عرض کرتے ہیں کہ جن ہاجرین کی نسبت خدا نے یہ وعدے کئے ہیں۔ اور جن کے بہشتی ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ وہ کون تھے کیا وہ لوگ ہاجرین نہ تھے۔ یا جن کا نام ابوبکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم ہے۔ اور کیا گھر بار چھوڑنے والوں میں وہ اشخاص لَا كُفْرًا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ کے وعدے سے خارج کر دیئے گئے ہیں ؟ اے بھائیو! اس آیت کو پڑھ کر اب تم ہاجرین کے گناہوں کے ڈھونڈنے میں اوقات ضائع نہ کرو۔ اور ان کی برائیوں کی تلاش میں اپنی عمر نہ گنواؤ اگر دو چار عیب ان کے تم نے ڈھونڈ بھی لئے۔ تو جب تک تم ہاجرین میں ہونے سے انکا انکار نہ کرو گے اور جب تک تم ان کی ہجرت کا اقرار کرتے رہو گے۔ تمہاری عیب جوئی اور نکتہ چینی کچھ کام نہ آوے گی اور اس سے ان کے

یقینی جنتی اور قطعی بہشتی ہونے میں کچھ ضرر نہ ہوگا۔ اس لئے کہ وہ خود فرما چکا ہے کہ ان کے گناہوں سے درگزر کروں گا اور ضرر ضرر ان کو جنت میں داخل کروں گا۔ (آیاتِ بینات حصہ اول ص ۲۶-۲۷)

تیسری آیت :- لَوْ لَا كُتِبَ مِنَ اللَّهِ سَبْقٌ لِّمُشْكِمٍ فِيمَا أَكْثَرَ تَمَّ عَذَابٌ عَظِيمٌ (پارہ ۵ سورۃ الانفال)

ترجمہ :- اگر نہ ہوتا لکھا ہوا اللہ کی طرف سے کہ پہلے گزرا البتہ لگتا تم کو پہنچ اس چیز کے کہ لیا تھا تم نے عذاب بڑا۔
مفسرین فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر عذاب نازل ہوتا تو عمر اور سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سوا اور کوئی نجات نہ پاتا۔ اس واسطے کہ یہی دونوں صحابی کافروں کے قتل کا مشورہ دیتے تھے۔ فدیہ لینے کا تھیں۔

اب ذرا ناظرین حضرات رافضی کا کلام سنیں۔ لکھتے ہیں اور مشورہ دربارہ اسیران بدر تو پیش نظر ہی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فدیہ لے کر چھوڑ دینے کی رائے دی۔ جو باعثِ عتاب و عذاب ہوئی۔ دوسرے شجاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ اشد اعلیٰ الکفار جن کو حضرت عقیل کے قتل کے مشورہ سے معراج دی جاتی ہے اور اس مشورہ سے آپ نے مذہبِ اہل سنت کے حق میں جو یہ فائدہ حضرت عمر کا کافروں پر سخت ہونا اور خدا کی راہ میں برادری

اور قربت کا کچھ خیال نہ کرنا بتایا ہے۔ اُس سے کچھ نفع تو حاصل نہیں ہو سکتا۔

البتہ بفحوائعِ مصرع بہ

دل کے خوش کرتے کو غالب یہ خیال اچھا ہے۔

(کتاب آیاتِ حکمت جلد دوم ص ۶۵)

ناظرین کرام یہ رافضی کسی طرح بھی حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے خوش نہیں ہو سکتے۔ جب ہر طرح سے اصحابِ ثلاثہ کی مخالفت ہی منظور ہے۔ تو رافضی لوگ کبھی ان حضرات سے راضی نہیں ہو سکتے۔ حالانکہ یہ قرآن شریف کی آیت ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالی بھی موجود ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ان رافضی لوگوں کا نہ قرآن شریف پر اعتماد ہے۔ نہ حدیث شریف پر۔ کیونکہ جب جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فدیہ لینے کا مشورہ دیا۔ تو ان کے لئے باعثِ عتاب و عذاب بتایا۔ اور جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے اپنے کافر رشتہ داروں کو قتل کا مشورہ دیا۔ تو ان پر طعن کرنا شروع کر دیا۔ حالانکہ یہ قرآن شریف کی آیت بھی ان ہی کے مشورہ کے مطابق نازل ہوئی جس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر عذابِ الہی نازل ہوتا تو عمر اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما کے سوا اور کوئی نجات نہ پاتا۔ اس سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ حضرت

صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا ہاجرین اور اہل بدر میں سے ہونا یقینی ہوا۔ اور رافضی کا قول باطل ہو گیا جیسا کہ "تقلیب الحکایہ" میں لکھا ہے کہ اصحاب ثلاثہ از ہاجرین اولین بنودند یعنی یہ تینوں حضرات پہلے اصحاب ہاجرین اولین میں نہ تھے۔ اور یہ قول بھی رافضی کا مردود ہو گیا جیسا کہ اُن کا گمان ہے کہ معاذ اللہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ابتداء ہی سے منافق تھے اور کبھی دل سے ایمان نہ لائے تھے۔ اور ان کی نیت نیک نہ تھی اور کتاب آیات محکمات جلد دوم ص ۲۵ میں رافضی مصنف نے یہاں تک لکھ دیا کہ ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کو تو پیغمبر خدا کے ساتھ عشق کا مرتبہ نہ تھا ہاں ہمارے سنی بھائی صحابہ ثلاثہ کے عشق میں از خود رفتہ ہو گئے ہیں۔ کہ خدا کی آیتوں سے بے سرو پامعنی نکالتے ہیں اور یہ خیالی نہیں کرتے کہ جب وہ باوجود اٹھان و انفار بمقابلہ کفار میدان جنگ میں نہ ٹکے تو ایسے نازک وقت میں ان سے جانثاری کی کب توقع ہو سکتی ہے۔ معاذ اللہ۔

چوتھی آیت :- وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَلَبُوا وَجْهًا وَقَدْ فَتَنَّا سَبِيلَ اللَّهِ
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَلَبُوا وَجْهًا وَقَدْ فَتَنَّا سَبِيلَ اللَّهِ
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَلَبُوا وَجْهًا وَقَدْ فَتَنَّا سَبِيلَ اللَّهِ
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَلَبُوا وَجْهًا وَقَدْ فَتَنَّا سَبِيلَ اللَّهِ
(پارہ ۱ سورۃ الانفال)

ترجمہ :- اور جو لوگ کہ ایمان لائے اور وطن چھوڑا اور جہاد کیا بیچ راہ

ثابت ہوا کہ تاقیامت دین محمدی کے سوا کوئی دین قبول نہیں ہوگا۔ صرف اور صرف ہمارے پیغمبر آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم با اختیار اور علم والے ہی کی شریعت پر عمل کرنا نجات کا باعث ہوگا۔ نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود شریعت محمدی کے تابع ہوں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی روضہ انور میں دفن ہوں گے۔

کیوں جناب ولیم مسیح صاحب پھر آپ کس بل بوتے پر مسلمانوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلمہ پڑھنے کی دعوت دے رہے ہیں؟ جبکہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھتے ہوں گے اور جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت و شریعت کے سوا ان کو بھی چارہ نہ ہوگا۔

اس لئے میں آپ کو اور سب عیسائی حضرات کو

دعوت دیتا ہوں کہ آؤ ہمارے نبی حضرت

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھ کر مسلمان

ہو جاؤ جو زندہ با اختیار اور علم والے نبی اور

تمام نبیوں کے سردار ہیں کیونکہ ہمارے نبی پاک

کی تابعداری پر ہی نجات کا دار و مدار ہے۔

ناظرین کرام

چونکہ عیسائی پادری ولیم میچ کے چیلنج کو ایک سال گزرنے پر بھی کسی دیوبندی وہابی وغیرہ کی طرف سے کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ لہذا میں نے عیسائی پادری کے چیلنج کا جواب دینا ضروری سمجھا اور اپنا فرض ادا کر دیا۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْإِسْلَامُ ط

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ
وَصَحْبِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ ط

(مولانا) محمد اسماعیل نقشبندی
(رحمۃ اللہ علیہ)

خليفة برحق تھے ابو بکر، عمر و عثمان
شیرِ خدا علی مرتضیٰ کا فرمان
(رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

عظمت خلفاء راشدین

(حصہ اول)

جس میں شیعہ علماء کی کتابوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ
خلفاء ثلاثہ کی خلافت برحق تھی۔

اِز قلم: مولانا علامہ محمد اسماعیل نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

فہرست مضامین عظمتِ خلفاءِ راشدین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	پیش لفظ	۱۵	۵۲۵	بخاری شریف صحابہ ثلاثہ کے فضائل	۵۲۹
۲	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان	۱۶	۵۲۶	حدیث نمبر ۱	"
۳	سارے صحابہ رضی اللہ عنہم برحق ہیں	۱۷	۵۲۸	حدیث نمبر ۲	۵۵۰
۴	قرآن شریف صحابہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت	۱۸	۵۳۰	حدیث نمبر ۳	۵۵۲
۵	پہلی آیت	۱۹	۵۳۱	حدیث نمبر ۴	۵۵۳
۶	دوسری آیت	۲۰	۵۳۲	حدیث نمبر ۵	۵۵۴
۷	تیسری آیت	۲۱	۵۳۳	حدیث نمبر ۶	۵۵۸
۸	چوتھی آیت	۲۲	۵۳۵	حدیث نمبر ۷	۵۵۹
۹	پانچویں آیت	۲۳	۵۳۶	حدیث نمبر ۸	۵۶۰
۱۰	چھٹی آیت	۲۴	۵۳۸	حدیث نمبر ۹	۵۶۱
۱۱	ساتویں آیت	۲۵	۵۳۹	حدیث نمبر ۱۰	۵۶۲
۱۲	آٹھویں آیت	۲۶	۵۴۰	حدیث نمبر ۱۱	۵۶۳
۱۳	نویں آیت	۲۷	۵۴۱	حدیث نمبر ۱۲	۵۶۴
۱۴	دسویں آیت	۲۸	۵۴۲	حدیث نمبر ۱۳	۵۶۵

نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۲۹	حدیث نمبر ۱۴	۵۶۶	۳۲	شیعہ کتب سے صحابہ کرام رضی اللہ	۵۶۵
۳۰	چاروں خلفائے راشدین کی	۵۶۷		عنہم کی تعریف شیعہ کتب سے ثبوت	
	عظمت کا بیان		۳۵	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جنگ میں	۵۶۹
۳۱	حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ			نہ جانے کا مشورہ	
	عنہما کے فضائل	۵۷۰	۳۶	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا	۵۸۲
۳۲	صحابہ کرام کا آپس میں اتحاد و	۵۷۱		حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مشورہ	
	اتفاق اور محبت شیعہ کتب سے			رافضی حضرات سے چند سوالات	
۳۳	نکاح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا	۵۷۲			

پیش لفظ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مُحَمَّدٌ وَنُصَّيٌّ عَلَى رَسُولِهِ الْكَوْنِ

رافضی اور اہل سنت کا اصل اختلافی مسئلہ معاملہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے۔ اہل سنت و جماعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان چاروں خلفائے راشدین کو درجہ بدرجہ حق مانتے ہیں۔ اور سب صحابہ رضی اللہ عنہم کو عادل جانتے اور مانتے ہیں۔ کسی صحابی کے شان میں بے ادبی اور گستاخی کرنے کی جرأت نہیں کرتے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میرے صحابہ کو بُرا نہ کہو اس لئے کہ اگر کوئی تم میں سے احد پہاڑ کی برابر سوتا اللہ کی راہ میں خرچ کر لے تو صحابی کے ایک مُد (سیر بھر وزن) یا آدھے (کے ثواب) کے برابر بھی (ثواب کو) نہیں پہنچ سکتا۔ (بخاری ترمذی جلد دوم ص ۳۸۶)۔

اور فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے صحابہ آسمان کے ستاروں کی مثل ہیں کہ کسی کی روشنی زیادہ ہے اور کسی کی کم ہے۔ لیکن نور سب میں موجود ہے۔ اور فرمایا جس وقت کہ دیکھو تم اُن لوگوں کو بُرا کہتے ہیں میرے اصحاب کو پس

کہو کہ لعنت خدا کی ہو تمہارے اس فعل بد پر۔ (مشکوٰۃ شریف) پس اہل سنت اسی لئے حق پر ہیں۔ کہ سب صحابہ رضی اللہ عنہم کو عادل جانتے ہیں۔ کسی کے شان میں بے ادبی کے کلمات استعمال نہیں کرتے۔ اور فرمایا جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں فرمایا کہ ہلاک ہوں گے میرے حق میں اور بسبب میرے دو شخص ایک تو حد سے زیادہ محبت کرنے والا تعریف کرے گا میری ساجد اس چیز کے کہ نہیں ہے مجھ میں یعنی تفضیل دے گا مجھ کو تمام صحابہ پر یا انبیاء پر یا اللہ کہے گا مجھ کو مانند جماعت نصیر یہ کے اور دوسرا دشمن کہ باعث ہوگی اس کو دشمنی یہ اس پر بہتان کرے گا مجھ پر۔ اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ خارجی اور رافضی دونوں گروہ تباہ ہو جائیں گے۔ کہ رافضی سوائے مولا علی رضی اللہ عنہ کے خلفائے ثلاثہ کو بُرا جانتے ہیں یہاں تک کہ ان کو منافق بلکہ کافر تک کہہ دیتے ہیں معاذ اللہ اس لئے ان کا ایمان برباد ہو گیا۔ اور خارجی مولا علی رضی اللہ عنہ کو دشمن رکھتے ہیں۔

اس حدیث پاک سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ دونوں فرقے رافضی اور خارجی گمراہ ہیں اور باطل پر ہیں۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان

① حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں ایک فرقہ ہوگا جن کو رافضی کہتے ہوں گے وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیں گے جب تم ان سے ملو تو انہیں قتل کر ڈالو کیونکہ وہ مشرک ہیں۔

② حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اے علی رضی اللہ عنہ تم جنت میں ہو۔ اے علی تم جنت میں ہو۔ اے علی تم جنت میں ہو۔ جنت میں ہو۔ عنقریب ایک فرقہ ہوگا جنہیں رافضی کہتے ہوں گے۔ جب تم انہیں پاتا تو ان سے قتال کرنا انہوں نے پوچھا اے نبی اللہ کیا علامت ہے۔ آپ نے فرمایا وہ جمعہ اور جمعہ کی نگرانی نہ کریں گے اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیں گے (نہینہ الماسد دوم ص ۳۸) خلفائے ثلاثہ کے شان میں بے ادبی اور گستاخی کے الفاظ استعمال کرنے والا شخص مرتد ہے۔ اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ کیونکہ وہ حضرات اسلام کی صفِ اول ہیں۔ اور صفِ اول کی نماز فاسد ہو تو پچھلی صفوں کی نماز درست نہیں ہو سکتی کیونکہ امام کو دیکھنے والی صفِ اول ہی ہے۔ اگر انجن کے پیچھے والا طرب

اللہ کے اور جن لوگوں نے کہ جگہ دی اور مدد کی یہ لوگ وہی ہیں ایمان والے سچے واسطے ان کے بخشش ہے اور رزق ہے باکرامت۔ قرآن شریف کی اس آیت سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ ہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم کے ایمان اور اسلام کی شہادت خود ارشاد فرما رہا ہے۔ اور ان کو پکے سچے مسلمان ثابت کر رہا ہے۔ اور ان کے لئے بخشش اور رزق باکرامت کا وعدہ فرما رہا ہے۔ اب کون بد بخت ان کے ایمان اور اسلام میں شبہ پیدا کر کے اپنی عاقبت برباد کرے گا؟ جب کہ اللہ تعالیٰ خود فرما رہا ہے۔ کہ جن لوگوں نے ہجرت کی اور اپنے گھر بار کو چھوڑا اور جنہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ہجرت کرنے والوں کو اپنے گھروں میں جگہ دی اور ان کی ہر طرح کی مدد کی۔ وہ سچے مسلمان اور پکے ایمان لانے والے ہیں۔ اور مغفرت اور رزق کریم ان کے حصہ میں ہے۔ پس خدا تعالیٰ کی ایسی شہادت کو سن کر کون بد نصیب شخص ہوگا۔ کہ ہاجرین و انصار کے ایمان میں شبہ کرے؟ اور جہنم کا راستہ اختیار کرے۔ اور اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا باعث بنے۔

یا نَحُوسِ آیت :- اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجْهَهُمْ لِیَسْبِلَ اللّٰهُ
بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ لَا اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ
وَاُدَلِّیْكَ هُمْ الْفَائِزُونَ - (پارہ ۷ سورۃ توبہ)

ترجمہ :- جو لوگ کہ ایمان لائے ہیں اور ہجرت کی اور جہاد کیا بیچ راہ اللہ کے ساتھ مالوں اپنے کے اور جانوں اپنی کے بڑے ہیں درجے میں نزدیک اللہ کے اور یہ لوگ وہی ہیں مراد پانے والے۔

مقدمین کرام ارشاد فرماتے ہیں کہ قریش مکہ فخریہ کہتے تھے کہ خانہ کعبہ کی تعمیر کرنے میں اور ایام حج میں لوگوں کو پانی پلایا کرتے ہیں۔ اسلام کے مقابلہ میں وہ اپنی نیکیوں پر فخر کرتے تھے کہ ہم مجاور بیت اللہ اور اس کے خادم ہیں۔ ہم سے بڑھ کر خدا کے نزدیک کس کا رتبہ ہے۔

واضح ہو کہ یہ بشارت ان مسلمانوں کے لئے ہے جنہوں نے ایمان لاکر ہجرت کی اور اپنی جان اور مال سے جہاد کیلئے جن میں خلفائے اربعہ بدرجہ اولیٰ شامل ہیں۔ اب ان اوصاف کے مقابلہ میں تعمیر مسجد اور حاجیوں کو پانی پلانا کیا ہے؟ فرض کر دو کسی نے سونے کی مسجد بنائی اور شربت اور دودھ کی سبیل لگائی پھر یہ کام ابقائے اسلام اور اچیلے ملت خیر الانام کے حق میں اشاعت علوم اور بنائے مسجد اور جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہو سکتا ہے؟

چھٹی آیت :- وَالَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هُمْ بِإِحْسَانٍ لَا يَرْضَى اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ
وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا بِإِذْنِ اللَّهِ
ترجمہ :- اور اُن کے بڑھ جانے والے پہلے ہجرت کرنے والوں سے اور بدو
دینے والوں سے اور وہ لوگ کہ پیروی کرتے ہیں ان کی ساتھ نیکی کے
راضی ہوا اللہ ان سے اور راضی ہوئے وہ اس سے اور تیار کیں
واسطے ان کے بہشتیں چلتی ہیں نیچے ان کے نہریں ہمیشہ رہنے والے
بیچ ان کے ہمیشہ ۔

مفسرین فرماتے ہیں۔ اس سے وہ لوگ مراد ہیں۔ جو عام مسلمانوں پر سبقت رکھتے ہیں مہاجروں میں سے یعنی وہ لوگ جو مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ کو آئے اس سے اہل بدر مراد ہیں یا وہ مسلمان جو ہجرت سے قبل ایمان لائے یا وہ جنہوں نے دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی یا وہ جنہوں نے بیعت رضوان کی۔ اور انصار میں سے یعنی وہ مسلمان جو مدینہ منورہ کے رہنے والے ہیں۔ اور مکہ معظمہ کے رہنے والوں کی انہوں نے مدد کی۔ اس سے سب صحابہ مہاجر اور انصار رضی اللہ عنہم مراد ہیں۔ ان سب سے اللہ تعالیٰ راضی ہوا۔ اور خوش ہوئے وہ خدا سے دین و دنیا کی نعمتیں پا کر۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ مجاہدین کی تعریف کرتا ہے۔ اور ان کو جنتی ہونے کی بشارت دیتا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ جن لوگوں نے

اس آیت میں اللہ تعالیٰ مجاہدین کی تعریف کرتا ہے۔ اور ان کو جنتی ہونے کی بشارت دیتا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ جن لوگوں نے

میرے لئے اپنے وطن اور گھر اور کنبے قبیلے کو چھوڑا اور جن پر میرے
اوپر ایمان لانے سے تکلیفیں پہنچیں اور جن کو میری راہ میں ایذا پہن
دی گئیں تو میں بھی ان سے بڑی ہربانی سے پیش آؤں گا اور
ان کو بہت اچھا بدلہ دوں گا اور ان کو ایسی جنتوں میں داخل
کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

ساتویں آیت :- مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ
عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكْعًا سُجَّدًا ابْتِغَاءَ وَضْعًا مِنْ
اللَّهِ وَرِضْوَانًا (بارہ ۲۶ سورۃ الفتح)

ترجمہ :- محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت
ہیں۔ اور آپس میں نرم دل تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدے میں
گرتے اللہ کا فضل و رضا چاہتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یاروں کے
ظاہر اور باطن کی خوبیاں بیان کی ہیں۔ تاکہ مخالفوں پر حجت ہو۔ کہ
ایسے لوگ خدا پرست حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق ہیں۔ اور یہ
معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام کی صحبت ایسا عالی مرتبہ رکھتی ہے کہ جہاں
ابوبکر آئے تو صدیق اکبر بن گئے عمر آئے تو فاروق اعظم بن گئے عثمان
آئے تو ذو النورین بن گئے علی آئے تو مولائے کائنات بن گئے رضی اللہ عنہم
یہ سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا اثر تھا۔ غرضیکہ اس آیت

میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی ظاہری خوبیاں بیان کی
گئی ہیں کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق ہیں۔ اور ساتھ
موجود رہتے ہیں اور کافروں پر سخت زور آور ہیں۔ اور آپس میں
نرم دل ہیں اور ہمیشہ نماز میں مشغول رہتے ہیں۔ اور ان کے چہروں
پر اللہ کا نور ہے۔ سجدے کے سبب سے کہ ہزاروں میں پہچانے
جاتے ہیں۔ اور باطن کی خوبی یہ ہے کہ یہ سب صرف اللہ کی رضامندی
کے واسطے ہے۔ اور اللہ کا فضل چاہتے ہیں۔ ملک و دولت دنیا نہیں
چاہتے یعنی نیت ان کی اللہ کی رضا ہے۔ یہاں کار نقیبہ شعار نہیں۔
اس امت میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے اُمتی ہونے کا دعویٰ تو کرتے ہیں۔ مگر بعض صحابہ کو بُرا جانتے ہیں۔
اور ان کے شان میں بے ہودہ کلمات استعمال کرتے ہیں۔ خصوصاً
حضرت صدیق اکبر عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ عنہم کو۔

حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت منع فرمادیا تھا۔ کہ
میرے صحابہ کو بُرا مت کہو۔ جو ان کی کتابوں میں بھی لکھا ہوا ہے۔
پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کرتے ہیں۔ اور
اصحاب ثلاثہ کو بُرا کہنے سے باز نہیں آتے۔ میرے خیال میں جو اصلی
شیعہ ہیں خواہ وہ حضرات جنات سے ہوں یا انسانوں سے ہوں
ہرگز کسی صحابی کے شان میں بے ادبی اور گستاخی کے الفاظ استعمال
کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا باعث نہیں ہوتے۔ یہ

صرف نکلی شیعہ جو اصل میں رافضی کہلاتے ہیں۔ وہی بے ادبی کا باعث ہوتے ہیں۔

جمہور مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ سب صفتیں صحابہ کی ہیں، مگر ان الفاظ میں اشارہ خواص اصحاب کے ساتھ ہے۔ ہر ایک صفت خاص ہونے کا وَالَّذِينَ مَعَهُ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صفت ہے۔ اس واسطے کہ قرب اور معیت اور مصاحبت اور رفاقت کے ساتھ گھر اور غار اور سفروں میں آپ مخصوص ہیں۔ اور اَشْبَدَّاءَ عَلَى الْفَقَارِ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صفت ہے۔ اس واسطے کہ مشرکوں اور منافقوں کے ساتھ آپ نہایت سخت اور کڑے تھے۔ اور سب عالم اس بات پر متفق ہیں کہ دُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی صفت ہے۔ اس واسطے کہ آپ کی نرم دلی اور حیاء اور دلنوازی اور وفا مشہور و معروف ہے۔ خالق اور خلائق سب کے نزدیک آپ ان صفتوں اور نشانوں سے موصوف اور موسوم ہیں۔ رُكْعًا سَجْدًا حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے حال کی شرح ہے۔ اس واسطے کہ آپ کی اکثر اوقات عبادت ہی میں گزرتی تھی یہاں تک کہ ہر شب ہزار بار نماز شروع کرنے میں اللہ اکبر کہتے کی آواز خلوت سے آپ کے آستانِ عالی کے خادموں کے کان میں پہنچتی تھی۔ یعنی مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ ہر رات میں ہزار رکعت نوافل پڑھتے تھے۔ سُبْحَانَ اللَّهِ۔ یہ تو ہے عقیدہ اہل سنت و جماعت کا۔

اب سنئے رافضی لوگوں کا عقیدہ۔ جو ان کی کتابوں میں لکھا ہے۔ پس جبکہ اصحاب کبار کی طرف سے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو فتنہ و فساد کا خیال ہوا۔ اور اللہ جل شانہ ان الفاظ پاک سے واللہ یُعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ خدا تم کو لوگوں کے (شر) سے محفوظ رکھے گا۔ وعدہ فرمائے۔ تو اس سے اظہر من الشمس ہے۔ کہ اصحاب اپنے پیغمبر کے ایسے سخت مخالف تھے کہ پروردگار عالم نے ان کے شر و فساد سے محفوظ رکھنے کا وعدہ فرمایا۔ مَعَاذَ اللَّهِ اسْتَغْفِرُ اللَّهُ۔

(کتاب آیات محمدات جلد دوم مطبوعہ نظامی پریس لکھنؤ ص ۳۳۸)

ناظرین حضرات دیکھا آپ نے ان رافضی لوگوں نے اصحاب کبار رضی اللہ عنہم پر کیسا بے بنیاد بہتان لگایا۔ جو آیت کافروں کے شر سے محفوظ رکھنے کے لئے نازل ہوئی۔ اس کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر چسپاں کر دیا اور قرآن کے معنی بدل دیئے۔ مَعَاذَ اللَّهِ اسْتَغْفِرُ اللَّهُ۔

آٹھویں آیت: لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُوهُنَّكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا۔ (پارہ ۲۳ سورۃ الفتح)

ترجمہ: بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس درخت کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے۔ تو ان پر اطمینان اُتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیعت الرضوان کے شاملین کو اپنی رضا کی سند عطا کی اور ان پر رحمت کا نازل کرنا اور فتح و حصول غنائم کی خوشخبری دی۔ قارئین کرام غور کا مقام ہے۔ جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس بیعت میں شامل ہوئے اور اس پر قائم رہے۔ ان کو منشور رضا الہی عطا ہو چکا اور اللہ تعالیٰ کے دربار سے ملا ہوا رضائے الہی کا تمتعہ واپس نہیں لیا جاسکتا۔ اور یہ بات مسلمہ ثبوت ہے۔ کہ اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم میں سے شیخین تو اس بیعت میں شریک تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مکہ معظمہ میں سفیر بن کر گئے ہوئے تھے اور گویا وہ اس بیعت میں پہلے ہی سے داخل ہو چکے تھے۔ کیونکہ بیعت لینے سے مطلب ہی یہ تھا کہ کوئی شخص ایسے مشکل وقت میں ہمت مار کر لشکر اسلام کا ساتھ نہ چھوڑ دے۔ وہ تو پہلے ہی سے اس عہد کی وفا کا علی ثبوت دے چکے تھے۔ کہ دشمن کے شہر میں امیر رسول صلی اللہ علیہ وسلم مان کر چلے گئے تھے۔ دم آ کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی بیعت میں اسی طرح شریک فرمایا تھا کہ خاص اپنے دست مبارک کو دست عثمان رضی اللہ عنہ بتایا۔ جس سے بیعت عثمان کا رتبہ سب سے بڑھ گیا۔

قارئین کرام اب ذرا رافضی مصنف کی بات بھی سن لیں۔ کہ

کیا لکھتا ہے۔ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کی حاضری اور غیر حاضری سے شیعوں کو کوئی غرض و مطلب نہیں ہے۔ اور ان کی حاضری اور غیر حاضری دونوں مساوی ہیں اگر بالفرض وہ حاضر تھے تو گویا وہ بھی ان بیعت کرنے والوں میں شامل تھے لہذا وہ بھی مثل اپنے بھائیوں کے بسبب نقص ایمان و نکت بیعت اس فضیلت سے خارج ہیں۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔ (آیات کلمات جلد دوم ص ۱۸۱)

نویس آیت :- وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ إِنَّمَا اسْتُخْلِفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلِيُمَكِّنَ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْناً يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئاً وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ۔ (پارہ سورہ نور)

ترجمہ :- اور وعدہ کیا اللہ نے ان لوگوں سے کہ ایمان لائے ہیں تم میں سے اور کام کئے ہیں اچھے۔ البتہ خلیفہ کرے گا ان کو بیچ زمین کے۔ جیسا کہ خلیفہ کیا تھا ان لوگوں کو کہ پہلے ان سے تھے اور البتہ ثابت کر دے گا واسطے ان کے دین ان کا جو بند کر لیا ہے واسطے ان کے اور البتہ بدل دے گا ان کو پیچھے ڈران کے امن عبادت کریں گے میری نہیں شریک لادیں گے ساتھ میرے کچھ اور جو کوئی کفر کرے پیچھے اس کے پس یہ لوگ وہی ہیں فاسق۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت اعجاز قرآن اور صحت نبوت اور خلفائے راشدین کی خلافت پر دلیل ہے۔ شان نزول اس آیت کا مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ بہت مشہور یہ بات ہے کہ ان ایمان والوں سے غریب تھا جہرہ مراد ہیں۔ جنہوں نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں انصار کے گھروں میں قیام کیا اور اکثر قبائل عرب جو مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں تھے قریش ان سے مل کر ان غریبوں کے ساتھ لڑنے پر متفق ہوئے اور دن رات دھکیاں دیتے اور سخت پیغام کہلا بھیجتے تھے اور غریب ہاجر اکثر اپنے پاس ہتھیار رکھتے اور خوف و ہراس میں بسر کرتے۔ ایک دن آپس میں کہنے لگے کہ کوئی زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ ہم لوگ اپنے کو مطمئن اور بے خوف دیکھیں اور فراغت سے خیر و عافیت کے ساتھ بیٹھیں۔ تو حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور وعدہ کر کے قسم کھائی کہ ضرور ان کو خلیفہ کرے گا۔ کافروں کی زمین پر عرب و عجم میں یعنی جس طرح خلیفہ کئے گئے وہ لوگ جو ان کے قبل تھے یعنی بنی اسرائیل کہ انہیں مصر اور شام کی زمین عطا فرمائی۔ یہاں تک کہ انہوں نے وہاں ایسا تصرف کیا جیسا بادشاہ اپنے ملکوں میں کرتے ہیں۔ اور تھوڑی مدت میں مومنوں سے اپنا وعدہ وفا کیا۔ عرب کے جزیرے اور کسریٰ کے شہر اور روم کے شہر انہیں عطا فرمائے۔

چنانچہ یہ وعدہ اللہ تعالیٰ کا حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق

اور حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حق میں پورا ہوا۔ اور یہ سب باتیں ان میں پائی گئیں یہ لوگ سچے مسلمان تھے جب یہ سورت نازل ہوئی تو بھی اس وعدہ میں شامل تھے۔ اور یہ کہ جو اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا کہ کئی شخصوں کو خلیفہ کرے گا سو ان کو خلیفہ کیا۔ پھر اس کے بعد اگر کوئی ناشکری کرے کہ ایسے شخصوں کے خلیفہ ہونے سے اللہ تعالیٰ کا احسان نہ مانے اور ان کی خلافت کے حق ہونے کا منکر ہو۔ تو وہ قرآن کے حکم سے فاسق ہے۔ بے حکم کہ خدا کا حکم نہیں مانتا۔ کہ جس کو خدا تعالیٰ نے اپنی طرف سے خلیفہ بنایا۔ ان کو بے حق نہیں سمجھنا۔ پھر اس مقام پر اگر کوئی کہے کہ اس آیت سے حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کی خلافت مراد ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک شخص تھے۔ اور وعدہ ہے کہ کئی شخص خلیفہ ہوں گے۔ جیسا کہ خدا کی مرضی کے موافق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ ہوئے۔ اُن کے بعد خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق حضرت عمر رضی اللہ عنہ دوسرے خلیفہ ہوئے۔ اُن کے بعد خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تیسرے خلیفہ ہوئے۔ ان کے بعد خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ چوتھے خلیفہ ہوئے۔ اور خدا تعالیٰ کی زبردست حکمت اس میں یہ تھی کہ اگر سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوتے۔ تو اس حالت میں باقی تینوں خلفاء خلافت

سے محروم رہتے۔ کیونکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ عمر میں سب سے چھوٹے تھے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ہی یہ خلفاء ثلاثہ دنیا سے تشریف لے گئے۔ پس اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ درجہ بدرجہ خلافت راشدہ ختم ہوئی جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمادیا تھا کہ خلافت راشدہ تیس سال رہے گی۔ اس کے بعد ملوکیت یعنی بادشاہت قائم ہو جائے گی۔ پس قرآن شریف و حدیث پاک کے فرمان کے مطابق یہ خلافت راشدہ ختم ہوئی۔ اب جو کوئی اس پر اعتراض کرے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو غضب کر لیا گیا ہے۔ وہ کاذب ہے کہ قرآن شریف اور حدیث پاک پر بہتان باندھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا نافرمان ہے۔ کہ کسی حالت میں بھی قرآن پاک و حدیث شریف کو نہیں مانتا۔

وَسَوْسَ آيَتِنَا لَا يَسْتَوِيٰ جُنُودُكَ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ
وَقَتْلِهِ اُولَئِكَ اَعْظَمُ وَرَجَاةً مِنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدِ
وَقَتْلُوْا وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ
ترجمہ:- نہیں برابر تم میں سے وہ شخص کہ جس نے خرچ کیا تھا پہلے
فتح مکہ سے اور لڑائی کی تھی یہ لوگ بڑے ہیں درجوں میں ان
لوگوں سے کہ خرچ کیا انہوں نے پیچھے اس سے اور لڑائی کی اور ہر

ایک کو وعدہ دیا ہے۔ اللہ نے اچھا۔ اور اللہ سمجھتا اس چیز کے کہ کرتے ہو تم خبردار ہے۔ (پارہ ۲ سورۃ الحدید)
اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ حضرت نے اپنا سارا مال ہی خدا کے راستے میں خرچ کر دیا تھا۔ چنانچہ معالم میں بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک عبا پہنے جسے کانٹے سے باندھا تھا (یعنی بجائے بند کے کانٹے تھے) کہ جبرائیل علیہ السلام آئے اور حضور سے کہا کہ کیا سبب ہے کہ ابوبکر ایسی عبا پہنے ہیں جس کے بند کانٹے ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنا مال میرے لئے قبل فتح مکہ معظمہ خرچ کر ڈالا۔
جبرائیل علیہ السلام نے کہا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ میرا سلام ابوبکر سے کہہ دیں۔ اور کہیں کہ تم ہم سے اس فقر میں راضی ہو۔ یا ناخوش۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سن کر عرض کی کیا میں اپنے رب سے ناخوش ہوں میں راضی ہوں۔ میں راضی ہوں۔
ناظرین حضرات اب میں بخاری شریف سے اصحاب ثلاثہ کے فضائل تحریر کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے اور انصاف کیجئے۔

بخاری شریف سے اصحابِ ثلاثہ کے فضائل

(مکملہ ۱) - محمد بن یحییٰ، سعید، قتادہ رضی اللہ عنہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں (ایک روز) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہ ابوبکر، عمر، عثمان (رضی اللہ عنہم) کوہِ احد پر چڑھے اچانک پہاڑ (احد) ان کے ساتھ (جوشِ مسرت) جھومنے لگا۔ تو آپ نے فرمایا: احد! ٹھہر جا تیرے اوپر ایک نبی ہے ایک صدیق ہے۔ اور دو شہید ہیں۔ (بخاری شریف مزمع جلد دوم صفحہ ۳۸۸-۳۸۹)

اس حدیث شریف سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صدیق ہیں۔ اور حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما شہید ہیں۔ اور ثباتِ لسانِ نبوت سے ثابت ہو گئی کہ اصحابِ ثلاثہ سچے مسلمان اور سچے ایمان والے تھے۔ جن کو جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے جنت کا ٹکٹ بھی مل چکا ہے۔ جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ اب جو کوئی ان پاک حضرات کو معاذ اللہ فاسق یا منافق کہے۔ وہ خود بے دین و گمراہ اور جہنمی ہے۔ اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

(مکملہ ۲) - محمد بن یحییٰ، سلمان، شریک سعید بن مسیب۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ گھر میں وضو کر کے باہر نکلے اور جی میں کہا۔ کہ میں آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لگا رہوں گا۔ اور آپ ہی کے ہمراہ رہوں گا۔ وہ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے مسجد میں جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوچھا لوگوں نے بتلایا کہ آپ اس طرف تشریف لے گئے ہیں۔ میں بھی آپ کے نشانِ قدم مبارک پر چلا۔ یہاں تک کہ چاہا اریں پر جا پہنچا۔ اور دروازہ پر بیٹھ گیا۔ اور اس کا دروازہ کھجور کی شاخوں کا تھا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت سے فارغ ہوئے۔ اور آپ نے وضو کیا۔ پھر میں آپ کے پاس گیا۔ تو بیزاریس پر تشریف فرما تھے۔ آپ اس کے چبوترے کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ اور اپنی پٹلیوں کو کھول کر کوٹیں میں لٹکا دیا تھا۔ میں نے سلام کیا۔ اس کے بعد میں لوٹ آیا۔ اور دروازہ پر بیٹھ گیا اور اپنے جی میں کہا کہ آج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دربان ہوں گا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے دریافت کیا کون؟ انہوں نے کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ میں نے کہا ٹھہریئے۔ پھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ اور میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ ابوبکر اجازت مانگتے ہیں۔ فرمایا ان کو اجازت دو اور جنت کی بشارت دے دو میں نے آگے بڑھ کر

ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا اندر آجائیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو جنت کی خوشخبری دیتے ہیں۔ چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اندر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داہنی طرف چوتھرے پر بیٹھ گئے اور انہوں نے بھی اپنے دونوں پاؤں کنوئیں میں لٹکا دیئے اور اپنی پنڈلیاں کھول لیں۔ پھر میں لوٹ گیا۔ اور اپنی جگہ بیٹھ گیا۔ یکا یک ایک شخص نے دروازہ ہلایا میں نے کہا کون؟ اس نے کہا عمر میں نے کہا ٹھہریئے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کر کے عرض کیا عمر بن خطاب آئے ہیں۔ اجازت مانگتے ہیں۔ فرمایا ان کو اجازت دو۔ اور انہیں بھی جنت کی بشارت دے دو۔ میں نے حضرت عمر کے پاس جا کر کہا۔ اندر آجائیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنت کی بشارت دی ہے۔ وہ اندر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چوتھرے پر آپ کی بائیں طرف بیٹھ گئے اور انہوں نے بھی اپنے دونوں پاؤں کنوئیں میں لٹکا دیئے۔ اس کے بعد میں لوٹا اور اپنی جگہ جا بیٹھا چنانچہ ایک شخص آیا دروازہ پر دستک دیتے لگا۔ میں نے پوچھا کون؟ اس نے کہا عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) میں نے کہا ٹھہریئے اور میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اطلاع دی۔ فرمایا ان کو اندر آنے کی اجازت دو۔ نیز انہیں جنت کی بشارت دو ایک مصیبت پر جو انہیں پہنچے گی۔ میں ان کے پاس گیا اور میں نے ان سے

کہا اندر آجائیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنت کی بشارت دی ہے۔ ایک مصیبت پر جو آپ کو پہنچے گی۔ پھر وہ اندر آئے اور انہوں نے چوتھرے کو بھرا ہوا دیکھا۔ تو وہ اس کے سامنے دوسری طرف بیٹھ گئے۔ (بخاری شریف ترجم جلد دوم ص ۳۸۶-۳۸۷)

اس حدیث پاک سے بھی ثابت ہوا کہ اصحاب ثلاثہ جناب صدیق اکبر اور جناب عمر فاروق اور جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہم جنتی ہیں۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی مبارک میں ان پاک حضرات کو جنت کا ٹکٹ عطا فرما چکے ہیں ثابت ہوا کہ اصحاب ثلاثہ کے مخالف لوگ ان پاک حضرات کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو قطعی جنتی فرما چکے ہیں۔ لہذا ان پاک حضرات کو فاسق و منافق کہنے والے خود گمراہ بے دین جہنمی ہیں۔ اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

اب قرآن شریف و حدیث بخاری شریف سے یہ بات روز بروز روشن کی طرح ثابت ہو گئی کہ جو شخص حضرت صحابہ اور خاص کر بیعت الرضوان میں شرکت کرنے والوں کو معاذ اللہ کہے یا کہ ان کو منافق کہے کہ بعد میں ابوبکر صدیق یا فاروق اعظم یا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسلام سے پھر گئے۔ وہ کافر اور مرتد ہے کیونکہ پھر اس کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی علم نہ تھا کہ ان حضرات کا انجام کیا ہو گا۔ کہ ان کو اپنی خوشنودی کا

تمغہ دے دیا۔

نمبر ۳۱۰۔ مسلم اور ہیثم، ایوب عکرمہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو اپنا خلیل (خاص دوست) بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن وہ میرے بھائی اور میرے صحابی ہیں۔ (بخاری شریف مترجم ج ۳ ص ۳۸۸) اس حدیث پاک سے بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ثابت ہو گیا کہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بہت بلند ہے۔ اب جو کوئی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو منافق کہے یا اپنی کسی کتاب میں یہ بے ادب کلمہ لکھے وہ ہرگز مسلمان نہیں رہ سکتا۔ فوراً ہی مرتد ہو کر دائرہ اسلام سے خارج ہو جائیگا اس لئے کہ اس خبیث نے اس حدیث پاک کا انکار کیا ہے۔

نمبر ۳۱۱۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا ابوبکر اپنی چادر کا کنارہ اٹھائے ہوئے آئے ان کا گھٹنا کھل گیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے یہ دوست لڑ کر آرہے ہیں۔ ابوبکر نے آکر سلام کیا۔ اور کہا کہ میرے اور ابن خطاب کے درمیان کچھ جھگڑا ہو گیا۔ میں نے بے ساختہ انہیں کچھ کہہ دیا اس کے بعد میں شرمندہ ہوا۔ اور ان سے درخواست معاف کر دینے کی میں نے کی لیکن انہوں نے معافی دینے سے انکار کر دیا۔ لہذا میں

آپ کے پاس التجا لایا ہوں۔ آپ نے تین مرتبہ فرمایا اے ابوبکر خدا تعالیٰ تمہیں معاف کر دے۔ عمر رضی اللہ عنہ شرمندہ ہوئے۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مکان پر گئے۔ اور دریافت کیا۔ ابوبکر یہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا نہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے۔ آپ کو سلام کیا۔ آنحضرت کا چہرہ متغیر ہونے لگا حتیٰ کہ ابوبکر ڈر گئے دونوں گھٹنوں کے بل ہو کر عرض کیا کہ میں نے ہی ظلم کیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف بھیجا۔ تو تم لوگوں نے کہا۔ جھوٹا ہے۔ اور ابوبکر نے کہا سچ کہتے ہیں اور انہوں نے اپنی جان و مال سے میری خدمت کی۔ پس کیا تم میرے لئے میرے دوست کو چھوڑ دو گے یا نہیں دو مرتبہ (یہی فرمایا) اس کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کسی نے نہیں ستایا۔

(بخاری شریف مترجم جلد دوم ص ۳۸۸-۳۸۹)

اس حدیث شریف سے نہیں باتیں ثابت ہوئیں۔ پہلی بات یہ ثابت ہوئی کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مرتبہ سب صحابہ سے بلند ہے۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے مجھے ابوبکر صدیق نے سچا کہا۔ اور اپنی جان و مال سے میری خدمت کی۔ دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب صحابہ رضی اللہ عنہم کے دوست ہیں۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تمہارے یہ دوست لڑ کر آرہے

ہیں۔ تیسری یہ بات ثابت ہوئی کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست ہیں۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں۔ پس کیا تم میرے دوست کو میرے لئے چھوڑ دو گے یا نہیں؟ یہ کلمہ آپ نے دو مرتبہ ارشاد فرمایا۔ اس حدیث شریف کو پڑھ لینے کے بعد کوئی شخص جناب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو منافق کہے۔ تو وہ مرتد ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس لئے کہ اُس نے بخاری شریف کی صحیح حدیث کا انکار کیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گمراہی کو نہ مانا۔ اور جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو نہ مانے وہ یقیناً دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

نمبر ۵ :- حضرت محمد بن حنفیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا میں نے اپنے والد (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ محمد بن حنفیہ بیان کرتے ہیں۔ پھر میں نے کہا۔ ان کے بعد کون ہیں؟ فرمایا عمر رضی اللہ عنہ تو میں ڈر گیا۔ کہ اب کی مرتبہ وہ عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیں گے تو میں نے اس لئے کہا۔ تو پھر آپ، آپ نے فرمایا میں تو مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں۔ (بخاری شریف مزمع جلد دوم ص ۳۸۵)

اس حدیث شریف سے یہ بات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

کی زبان مبارک سے ثابت ہو گئی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو حسب صحابہ رضی اللہ عنہم پر فضیلت ہے۔ اب جو کوئی شخص اس فضیلت کا انکار کرے۔ اُس نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث پاک کا انکار کیا۔

نمبر ۶ :- معلیٰ، عبدالعزیز، خالد، ابو عثمان۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ ذات السلاسل میں (ایک لشکر کا امیر کر کے) بھیجا (وہ فرماتے ہیں) جب میں (اس غزوہ سے لوٹ کر) آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دریافت کیا۔ آپ کو سب سے زیادہ کس سے محبت ہے۔ فرمایا عائشہ سے میں نے عرض کیا کہ مردوں میں کس سے زیادہ محبت ہے فرمایا عائشہ کے باپ سے۔ میں نے عرض کیا پھر کس سے فرمایا عمر سے۔ پھر آپ نے چند آدمیوں کا نام لیا۔ (بخاری شریف مزمع جلد دوم ص ۳۸۵)

اس حدیث پاک سے صاف طور پر یہ بات ظاہر ہو گئی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیٹی اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کمال محبت ہے۔ پھر ان کے بعد ان کے والد ماجد حضرت جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کمال محبت ہے۔ پھر اُن کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

سے کمال محبت ہے۔ اب اس حدیث شریف کے پڑھ لینے کے بعد اگر کوئی بد بخت ان تینوں حضرات کے شان میں کوئی بُرا کلمہ اپنی زبان بے لگام سے نکالے۔ تو وہ مرتد ہے۔ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس لئے کہ جن حضرات کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کمال محبت کا اظہار فرما چکے ہیں یہ بد بخت اس کا انکار کر رہا ہے۔ اس لئے یہ بے ادب اور گستاخ ہے۔ کہ حضور علیہ السلام کے ارشادِ عالی کے مقابلے میں ان عالی مرتبہ حضرات کے شان میں بے ادب کلمات استعمال کرتا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمان ہے۔ لہذا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

تمیز ۷ :- جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے معراج شریف کی رات جنت میں ایک محل دیکھا جس کے صحن میں ایک نوجوان عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے دریافت کیا یہ کس کا محل ہے۔ ایک شخص نے کہا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا۔ میں نے جانا اندر داخل ہو کر محل کو دیکھوں لیکن پھر تمہاری غیرت مجھ کو یاد آگئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ! کیا میں آپ کے داخل ہونے پر غیرت کروں گا؟ (بخاری شریف جلد دوم ص ۳۸۹)

اس حدیث شریف سے بھی ثابت ہوا۔ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ قطعی جنتی ہیں۔ اس لئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے خود جنت میں ان کا محل دیکھ لیا۔ اور ارشاد فرمایا۔ کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کا محل جنت میں دیکھا ہے۔

اب جو کوئی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ منافق کہے یا کتابوں میں لکھے وہ مرتد ہے۔ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

تمیز ۸ :- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ایک چرواہا اپنی بکریوں میں تھا کہ ایک بھیڑیے نے اس پر حملہ کیا۔ اور ان میں سے ایک بکری کو اٹھالے گیا چرواہے نے اس بکری کو چھڑا لیا۔ بھیڑیے نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ بسع کے (پھاڑنے والے) اُس دن بکری کا کون محافظ ہوگا۔ جس دن میرے سوا بکری چروانے والا کوئی نظر نہ آئے گا۔ ایک شخص بیل کو ہانکے لئے چلا جا رہا تھا۔ اس پر سوار ہو گیا۔ تو بیل نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ مجھے اس لئے نہیں پیدا کیا گیا کہ تم مجھ پر سواری کرو بلکہ میں کاشتکاری کے کاموں کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ لوگوں نے یہ واقعہ سُن کر سبحن اللہ کہا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں اور ابو بکر اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما اس پر ایمان لائے ہیں۔ (بخاری شریف جلد دوم ص ۳۸۹)

اس حدیث شریف سے ایک بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے ایمان کی گواہی اپنی زبان مبارک سے

ارشاد فرمائی۔ اس لئے کہ حضور سرور عالم جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اس پر ایمان لائے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات مبارک کے ساتھ ان دونوں حضرات کے ایمان کا ذکر فرمایا۔ اور جن حضرات کے ایمان کی گواہی دونوں جہان کے سرور جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمادیں وہ کبھی بھی دین اسلام سے پھر نہیں سکتے اس لئے کہ حضور علیہ السلام کی کلام مبارک وحی الہی سے ہے۔ اب جو کوئی کہے یا کتابوں میں لکھے کہ یہ حضرات معاذ اللہ منافق تھے بعد میں دین اسلام سے پھر گئے۔ وہ بے دین مرتد ہے۔ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

ناظرین کرام یہ سب حدیثیں بخاری شریف سے من وعن نقل کر رہا ہوں اور ایسی حدیثوں کا کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ قرآن شریف کے بعد بخاری شریف کا درجہ ہے۔

(نمبر ۹) :- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا۔ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی برابر کسی کو نہ سمجھتے تھے پھر حضرت عمر کو پھر حضرت عثمان کو رضی اللہ عنہما اس کے بعد ہم اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیتے تھے ان میں باہم کسی کو ترجیح نہ دیتے تھے۔

(بخاری شریف مترجم جلد دوم صفحہ ۳۹۶)

اس حدیث شریف سے بھی یہ بات ثابت ہو گئی۔ کہ اصحاب کبار رضی اللہ عنہم اصحاب ثلاثہ حضرت ابوبکر حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کو اپنے ادھر بزرگی دیتے تھے۔ اور اپنے سے افضل جانتے تھے جن میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اور ان سب حضرات نے خلفائے ثلاثہ کی بیعت بھی کر لی تھی اور آپس میں ایک دوسرے کے مددگار و معاون بھی رہے۔

(نمبر ۱۰) :- ایک حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ جب تم سے شیطان کسی راستہ چلتے ہوئے ملتا ہے۔ تو وہ تمہارے راستہ کو چھوڑ کر کسی اور راہ پر چلنے لگتا ہے۔ (بخاری شریف جلد دوم صفحہ ۳۹۷)

سبحان اللہ کیا شان ہے۔ جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان مبارک سے اللہ کی قسم اٹھا کر فاروق اعظم کا رعب و جلال کا ذکر فرما رہے ہیں۔ یعنی شیطان بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر بھاگ جاتا ہے۔ اس سے ایک بات ثابت ہو گئی۔ کہ حضرت فاروق اعظم پر شیطان کا مکڑ نہیں چلتا۔ لیکن جو لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر تبرّا کرتے ہیں شیطان ان پر ضرور مسلط ہوتا ہے۔ اور اس طرح شیطان، فاروق اعظم سے بدلہ لیتا ہے۔ خود تو شیطان کا فاروق اعظم پر بس نہیں چل سکتا۔

لیکن ان لوگوں پر شیطان ضرور سوار ہو جاتا ہے۔ جو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بُرا کہتے ہیں گویا شیطان ان کی زبان سے بولتا ہے۔ کلام تو شیطان کرتا ہے۔ لیکن زبان اُن لوگوں کی ہوتی ہے۔ جو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بُرا جانتے ہیں۔ اس طرح شیطان حضرت فاروق اعظم سے بدلہ لیتا ہے۔ گویا حضرت فاروق اعظم کو بُرا کہنے والے خود شیطان ہی ہوتے ہیں۔ اسی لئے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس وقت دیکھو تم ان لوگوں کو کہ بُرا کہتے ہیں۔ میرے اصحاب کو پس کہو کہ لعنت خدا کی ہو تمہارے اس فعل بد پر۔

نمبر ۱۱ :- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ تم سے پہلی امتوں میں کچھ لوگ محدث ہو کر تھے۔ اگر میری امت میں کوئی محدث ملے، ہو تو وہ عمر ہوگا۔ دوسری روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں۔ کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پیشتر بنی اسرائیل میں کچھ لوگ ایسے ہوئے تھے۔ کہ ان سے اللہ تعالیٰ کی جانب سے باتیں کی جاتی تھیں بغیر اس کے کہ وہ نبی ہو پس اگر میری امت میں ایسا کوئی ہو تو عمر ہوگا۔

(بخاری شریف مترجم جلد دوم ص ۳۹۳)

سبحان اللہ اس حدیث شریف میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو محدث کا خطاب عطا فرما رہے ہیں۔ مجھ کو ان لوگوں پر حیرت ہے۔ کہ بخاری شریف کی یہ روایتیں ان کو نظر نہیں آتیں جو لوگ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے شان میں یہودہ کلمات استعمال کرتے ہیں؟ حالانکہ یہ لوگ خلفائے ثلاثہ کے شان میں بے ادب کلمات استعمال کرنے کے لئے خود اپنی کتابوں میں بخاری بخاری پکارتے ہیں۔ مگر کوئی صحیح حوالہ نقل نہیں کرتے صرف بخاری کے نام کو بدنام کرتے ہیں۔ اور قرآن شریف میں جو آیات کفار کے لئے نازل کی گئی ہیں۔ ان آیات کو صحابہ رضی اللہ عنہم پر چسپاں کرتے ہیں۔

نمبر ۱۲ :- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے ہیں۔ اس وقت سے ہم برابر کامیاب اور غالب رہے ہیں۔

(بخاری شریف مترجم جلد دوم ص ۳۹۳)

اب ایک حدیث شریف اسی کتاب سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے سنئے۔ کہ کیا فرماتے ہیں خیر خدا حیدر کرار رضی اللہ عنہ۔

نمبر ۱۳ :- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے تابوت پر رکھے گئے تو لوگوں نے ان کو گھیر لیا وہ لوگ دعا مانگتے جاتے تھے۔ اور نماز پڑھتے تھے۔

اس سے پیشتر کہ جنازہ اٹھایا جائے۔ یہیں بھی انہی لوگوں میں تھا۔ کہ
 یکا یک ایک شخص نے میرا شانہ پکڑ لیا۔ اور وہ حضرت علی رضی اللہ
 عنہ تھے۔ پھر انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے دعا رحمت
 کی اور کہا اے عمر رضی اللہ عنہ تم نے اپنے بعد کسی ایسے شخص
 کو نہیں چھوڑا جو عمل کے اعتبار سے مجھے تم جیسا محبوب ہوتا۔ اور
 خدا تعالیٰ کی قسم میں خیال کرتا تھا کہ خدا تعالیٰ تم کو تمہارے دونوں
 ساتھیوں کے ساتھ رکھے گا۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے
 اکثر و بیشتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرمانے سنا ہے کہ
 میں تھا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ اور میں گیا اور ابوبکر و
 عمر رضی اللہ عنہما اور میں داخل ہوا اور ابوبکر و عمر اور میں نکلا اور ابوبکر و
 عمر رضی اللہ عنہما (یعنی آپ اپنے ہر کام اور ہر فعل میں ان کو شریک
 رکھتے تھے۔ بخاری شریف مترجم جلد دوم ص ۳۹۵)

اب رافضی حضرات کو اس حدیث شریف کو بار بار پڑھنا چاہیے
 کیونکہ یہ حدیث شریف حضرت مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کی زبان
 مبارک سے ارشاد ہو رہی ہے۔ خود فرمایئے کہ حضرت علی المرتضیٰ
 رضی اللہ عنہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے کیسی محبت کا اظہار
 فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اے عمر رضی اللہ عنہ تم نے اپنے
 بعد ایسا کوئی آدمی نہیں چھوڑا۔ جو مجھے تم جیسا محبوب ہوتا۔ کیوں
 جناب یہ بھی تو بخاری شریف کی حدیث مبارک ہے۔ یہ آپ کو کیوں

نہیں نظر آتی۔ کیا اس حدیث شریف کے پڑھنے کے وقت آپ کی آنکھوں
 میں سفید موتیا اتر آتا ہے؟

(نمبر ۴۴)۔ حضرت ابو عمرو قرشی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی تھا جس نے چاہ رو کر کھڑیا
 اس کے لئے جنت ہے۔ اور اس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کھڑیا
 تھا۔ اور جس نے حبش عسرت کا سامان تیار کر دیا۔ وہ بھی جنت کا
 مستحق ہے۔ اور اس کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام سامان تیار
 کیا تھا۔ (بخاری شریف مترجم جلد دوم ص ۳۹۵)

اس حدیث شریف سے بھی یہ بات ثابت ہو گئی کہ جناب
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے حضرت عثمان رضی اللہ
 عنہ کے لئے جنت واجب ہو گئی۔ اور وہ قطعی حقیقی ہیں۔ اب اگر
 کوئی بے دین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ منافق کہے یا
 کہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دین حق سے پھر گئے تھے
 تو وہ یقیناً مرتد ہے۔ اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ کیونکہ
 اُس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کی ہے۔ اور
 حدیث پاک کا انکار کیا ہے۔

چاروں خلفائے راشدین کی عظمت کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور آپ نے خدا کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ کہاں ہیں۔ انہوں نے عرض کیا میں حاضر ہوں یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا میرے پاس آ جاؤ۔ وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب گئے۔ آپ نے انہیں اپنے سینے سے لگایا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ اور نہایت بلند آواز سے فرمایا اے مسلمانوں کے گروہ یہ ابو بکر صدیق ہیں مہاجرین اور انصار کے شیخ ہیں یہ میرے صحابی اور صدیق ہیں۔ انہوں نے میری اُس وقت تصدیق کی جب اور لوگ جھٹلاتے تھے اور مجھے اُس وقت پناہ دی جب اور لوگ مجھے ہنکاتے تھے اور اُس وقت میرے انیس بنے جب اور لوگوں نے مجھے وحشت میں ڈال دیا تھا۔ یہی وہ ہیں جن کی نسبت خدا نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ ان کو دنیا میں والد اور آخرت میں اپنا خلیل بناؤں اور اپنی جان و مال سے میری غنوار سی کی۔ اپنے مال سے بلال رضی اللہ عنہ کو میرے لئے خریدا۔ پس ان سے دشمنی رکھنے والے پر خدا کی لعنت اور خدا اس سے بری ہے۔ اور میں اس کے

بری ہوں۔ پس جسے پسند ہو کہ خدا اور رسول سے بیزار ہو وہ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما پر تبرا کہے۔ جو حاضر ہیں ان کو چاہیے کہ غائب کو یہ خبر پہنچا دیں۔ پھر آپ نے فرمایا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہاں ہیں۔ وہ اُچھل کر کھڑے ہو گئے اور عرض کرنے لگے۔ یا رسول اللہ میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا میرے پاس آ جاؤ۔ وہ قریب آ گئے۔ آپ نے انہیں اپنے سینے سے لگایا۔ اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ اور نہایت بلند آواز سے فرمایا۔ اے مسلمانوں کے گروہ یہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں یہ مہاجرین اور انصار کے شیخ ہیں۔ یہی وہ ہیں جن کے قلب اور زبان پر خدا نے حق نازل فرمایا۔ یہی وہ ہیں جو حق گو ہیں اگرچہ کسی کو تلخ معلوم ہو۔ پس ان سے دشمنی رکھنے والے پر خدا کی لعنت ہے۔ اور خدا اور میں اس سے بری ہوں۔

پھر آپ نے فرمایا۔ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کہاں ہیں انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا میرے پاس آ جاؤ۔ وہ قریب آئے۔ تو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے سینے سے لگایا۔ اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ اور فرمایا اے مسلمانوں کے گروہ یہ عثمان رضی اللہ عنہ مہاجرین اور انصار کے شیخ ہیں۔ یہ وہ ہیں جن سے آسمان کے فرشتے شربت پیتے ہیں۔ انہی کی نسبت خدا نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں انہیں اپنا

سہارا اور داماد بنالوں۔ اور اگر میرے پاس کوئی تیسری بیٹی ہوتی تو اس کا نکاح بھی انہیں سے کر دیتا۔ پس ان سے دشمنی رکھنے والے پر خدا کی لعنت اور لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے۔ پھر فرمایا۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہاں ہیں۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں حاضر ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس آ جاؤ تو آپ نے انہیں سینہ سے لگا لیا۔ اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ اور نہایت بلند آواز سے فرمایا۔ اے مسلمانوں کے گرد یہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ مہاجرین اور انصار کے شیخ ہیں۔ یہ میرے بھائی چچا کے بیٹے اور میرے داماد ہیں۔ یہ میرے گوشت و خون ہیں۔ یہ میری بیقرار یوں کے دُور کرنے والے ہیں۔ یہ شہر خدا ہیں اور زمین میں خدا کے دشمنوں کے لئے شمشیر خداوندی ہیں۔ پس ان سے دشمنی رکھنے والے پر خدا کی لعنت اور لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے۔ خدا اس سے بری ہے۔ اور میں بھی اس سے بری ہوں۔ پس جو خدا کی اور میری بیزاری چاہے۔ وہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر تبرا کہے۔

(نزہۃ المجالس دوم صفحہ ۴۳۱-۴۳۲)

حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے فضائل

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ ایک بار حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی طرف نگاہ کی اور فرمایا میں تم دونوں سے محبت کرتا ہوں۔ اور جس سے میں محبت کرتا ہوں خدا اس سے محبت کرنے لگتا ہے اور خدا کو تم دونوں کے ساتھ مجھ سے زیادہ محبت ہے۔ اور تم دونوں سے ملائکہ کو بھی محبت ہو گئی ہے۔ کیوں کہ خدا کو تم سے محبت ہے۔ خدا اس سے محبت کرے جس کو تم سے محبت ہو۔ خدا اس کا دشمن ہو جائے جس کو تم دونوں سے دشمنی ہو۔ جو تم دونوں سے میل رکھے خدا اس سے میل رکھے اور جو تم دونوں سے جدائی اختیار کرے۔ خدا اس سے جدائی اختیار کرے۔

(نزہۃ المجالس دوم صفحہ ۴۳۱)

صحابہ کرام کا آپس میں اتحاد و اتفاق اور محبت کا شیعہ کتب سے ثبوت

پس ایک دن حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے عمر اور سعد بن معاذ (رضی اللہ عنہما) سے کہا اٹھو علی (رضی اللہ عنہ) کے پاس چلیں اور ان سے کہیں فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کی خواستگاری کرو۔ اگر تنگ دستی مانع ہو تو ہم ان کی مدد کریں۔ سعد بن معاذ نے کہا بہت ٹھیک ہے۔ یہ کہہ کر اٹھے اور جناب امیر کے پاس پہنچے۔ حضرت ابوبکر نے کہلے علی آپ کو کونسی چیز فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کی خواستگاری سے مانع ہے ہم کو گمان یہ ہے کہ خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو آپ کے لئے رکھا ہے۔ باقی اور لوگوں سے منع کیا ہے جب جناب امیر نے ابوبکر سے یہ کلام سنا۔ آنسو چشمہائے مبارک سے جاری ہوئے اور فرمایا میرا اندوہ تم نے نازہ کیا اور جو قدرندہ میرے دل میں پنہاں تھی اس کو تم نے تیز کر دیا۔ کون ایسا ہو گا جو فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کی خواستگاری نہ چاہتا ہو۔ لیکن مجھے تنگ دستی اس امر کے اظہار سے شرم دلاتی ہے۔ ان لوگوں نے جس طرح ہوا حضرت کو راضی کیا۔ کہ جناب رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جا کر

فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کی خواستگاری کریں۔

(کتاب جلاء العیون جلد اول صفحہ ۱۹۶)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ کو حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کی خواستگاری کا مشورہ دینے والوں میں حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کا نام سرفہرست ہے۔ اس جماعت کی طرف سے گفتگو کرنے والے حضرت ابوبکر ہیں۔ انہیں حضرت علی کی ہچکچاہٹ کی وجہ معلوم تھی کہ تنگ دستی ہے۔ اس کا علاج انہوں نے پہلے تجویز کر لیا۔ کہ مالی امداد دیں گے۔ یعنی حضرت ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے دلی دوست تھے اور سچے خیر خواہ تھے اور ان کی خاطر مالی ایثار کرنے کے لئے تیار تھے۔ ناظرین کرام یہ یاد رکھئے کہ یہ حوالے شیعہ حضرات کی کتابوں سے نقل کئے جا رہے ہیں۔

نکاح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے رب نے حکم دیا ہے۔ کہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو علی (رضی اللہ عنہ) سے نکاح کر دوں۔ پس تو جا ابو بکر، عمر، عثمان، علی طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم جلد اتنے ہی آدمی انصار سے بلالہ فرمایا میں تمہیں گواہ کرتا ہوں۔ کہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح علی (رضی اللہ عنہ) سے کر دیا (کشف الغمہ ص ۱۸ بحوالہ تحذیر المسلمین ص ۱۹۵)

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جبرائیل نازل ہوا اور کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ نے عرش پر فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا نکاح علی (رضی اللہ عنہ) سے کر دیا۔ اور مقرب ترین فرشتوں کو نکاح کا گواہ بنایا۔ آپ زمین پر یہ نکاح کر دیں۔ اور اپنی امت کے بہترین آدمیوں کو اس پر گواہ بنائیں۔ (فصل الخطاب ص ۱۸ بحوالہ تحذیر المسلمین ص ۱۹۵-۱۹۶) ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا۔

(۱) اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن لوگوں کو دعوت دی ان میں اصحاب ثلاثہ سرفہرست ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اس نکاح کے گواہ ان لوگوں کو بنائیں جو بہترین امت ہیں۔

(۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی لہذا

اصحاب ثلاثہ بہترین امت میں سے ہیں۔
(۴) جو مقام عرش پر مقرب ترین فرشتوں کا ہے۔ وہی مقام زمین پر اصحاب ثلاثہ کا ہے۔
نتیجہ یہ نکلا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جن لوگوں کو بہترین امت قرار دیں ان پر اگر کوئی شخص طعن کرے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اسے خدا و رسول سے کوئی محبت اور تعلق نہیں ہے۔

شیعہ کُتب سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعریف

جلاء العیون شیعہ حضرات کی معتبر کتاب ہے۔ اس میں لکھا ہے
 (۱)۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول
 مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ کو سب نہ کرنا اس
 واسطے کہ کوئی شخص تم سے خرچ کرے برابر اُحد پہاڑ کے سونا راہ
 خدا میں اور صحابی دے ایک مٹھی یا آدھی۔ تو تمہارا پہاڑوں برابر
 سونا خیرات کرنا اس مٹھی کے برابر نہیں ہو سکتا۔

(۲)۔ ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔ کہ جب تم ایسے گروہ کو دیکھو
 میرے صحابہ پر لعنت کرتا ہے۔ پس تم کہو۔ ان صحابہ کو بُرا کہتے ہیں
 اس بدی کی وجہ سے اللہ کی لعنت ہو۔

(۳)۔ اور فرمایا اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو میرے
 صحابہ کے بارے میں میرے بعد اپنی اغراض کا نشانہ نہ بنانا جس
 نے ان کو میری محبت کی وجہ سے دوست رکھا۔ اس نے مجھے
 دوست رکھا اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض
 رکھا۔ اور جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھ کو ایذا دی۔ اور جس
 نے مجھ کو ایذا دی اس نے خدا کو ایذا دی۔ اور جس نے خدا کو
 ایذا دی اس کو خدا اپنی گرفت میں لے لے گا۔

(جللاء العیون مصنفہ محمد باقر مجاہد عالم شیعہ جلد اول ص ۳۲)

شیعہ کُتب سے ثبوت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو میدان جنگ میں جانے کا مشورہ

جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے غزوہ روم میں شرکت
 کے لئے حضرت سے مشورہ لیا۔ تو فرمایا خداوند عالم حوزہ اسلام
 کے استحکام اور ان کی غیر محفوظ جگہوں کو (دشمن کی) نظر سے
 بچائے رکھنے کا ضامن ہے۔ جس نے اس وقت ان کی مدد کی
 جب وہ اس قدر کم تھے کہ اپنی حفاظت نہیں کر سکتے تھے۔ وہی
 خدا اب بھی زندہ اور حجت لایعوت ہے۔

تم اگر خود ان دشمنوں کی طرف گئے اور ان سے ٹکرائی اور
 معاملہ دگرگوں ہو گیا تو دور کے شہروں کے سوا مسلمانوں کے
 لئے کوئی پناہ کی جگہ نہیں رہے گی اور نہ تمہارے بعد کوئی ایسی
 جگہ رہے گی۔ جہاں پلٹ کر آ سکیں۔ تم (اپنے بچائے) ان کی طرف
 کوئی تجربہ کار آدمی بھیجو اور اس کے ساتھ اچھے کارکن اور
 خیر خواہ بھیج دو۔ پس اگر اللہ نے غلبہ دیا تو تم یہی چاہتے ہو۔ اور
 اگر دوسری صورت (شکست) ہوئی تو تم لوگوں کے لئے مددگار
 اور مسلمانوں کے لئے پناہ گاہ ہو گے۔ (بیچ البلاغہ خطبہ نمبر ۱۳ ص ۳۲)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس کلام سے حسب ذیل
 امور ثابت ہوتے ہیں۔

۱۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر پورا اعتماد و بھروسہ تھا اور باہمی کامل اتحاد تھا۔ کہ ہر ایک معاملہ میں ان سے مشورہ لیا جاتا تھا۔ ورنہ یہ مسلم ہے۔ کہ کوئی شخص اپنے دشمن سے ایسے اہم معاملہ میں ہرگز مشورہ نہیں لیا کرتا۔

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا لمبا دواوی سمجھتے تھے اور ان کو کچھ صدمہ پہنچنا صدمہ اسلام تصور فرماتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ مشورہ نہ دیا۔ کہ اس ہم میں بذات خود معرکہ کارزار میں جائیں۔ اگر خدا خواستہ باہمی کدورت ہوتی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خیر خواہ نہ ہوتے تو یہ مشورہ کیوں دینے کہ آپ لڑائی میں نہ جائیں۔ تاکہ کوئی صدمہ نہ پہنچ جائے۔ بلکہ ان کی تو یہ خواہش چاہیے تھی کہ یہ خود دہاں جائیں ان کا دہاں کام تمام ہو اور آپ کے لئے جگہ خالی ہو۔ غرض جناب امیر رضی اللہ عنہ کا یہ مشورہ دینا کہ آپ میدان جنگ میں نہ جائیں۔ بلکہ آزمودہ کار جبریل کو بھیج دیں۔ اس کا بٹن ثبوت ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صادق الودود دوست تھے۔

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کامیابی کو کامیابی اسلام تصور کرتے تھے۔ اس لئے ان کو تسلی دی کہ اگر خدا تعالیٰ تمہارا اور مسلمانوں کا خود حافظ و ناصر ہے۔

جب مسلمان تھوڑے تھے اس وقت بھی ان کی حفاظت فرمائی اور اب تو خدا کے فضل سے مسلمانوں کی تعداد کثیر ہے۔ پھر اس کی تائید و نصرت پر کیوں بھروسہ نہ کیا جائے۔ جناب امیر رضی اللہ عنہ کے کلام سے یارہ لوگوں کی اس من گھڑت کی بھی تیرید ہوتی ہے۔ کہ مسلمان بعد وصال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف تین چار ہی رہ گئے تھے۔ باقی سب معاذ اللہ اسلام سے پھر گئے تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو آپ یوں فرماتے کہ پہلے مسلمانوں کی تعداد کثیر تھی۔ اب گنتی کے چند آدمی مسلمان رہ گئے ہیں۔ ان کو اس مہم پر بھیجو تو فتح ہوگی۔ ورنہ شکست۔

حضرت علی کا حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کی مشورہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جنگ فارس میں شرکت کے لئے آپ سے مشورہ لیا۔ تو فرمایا اس امر (جنگ) میں کامیابی اور ناکامی کا تدار و مدار فوج کی کمی اور زیادتی پر نہیں ہے۔ یہ تو اللہ کا دین ہے جسے اس نے سب دیتوں پر غالب کیا ہے اور اس کا لشکر ہے جسے اللہ نے تیار کیا ہے۔ اور اس کی ایسی نصرت کی ہے کہ وہ بڑھ کر وہاں تک پہنچا جہاں تک پہنچ گیا اور وہاں تک پھیلا جہاں تک پھیل گیا۔ اور ہم سے اللہ کا وعدہ ہے اور خدا اپنا وعدہ ضرور ضرور پورا کرنے والا ہے۔ اور (امور سلطنت میں) حاکم کی جیتھیت وہی ہوتی ہے۔ جو مہروں میں ڈورے کی جو انہیں ایک جگہ ملا کر رکھتا ہے۔ پس اگر ڈور ٹوٹ جائے تو سب مہرے بکھر جائیں گے۔ اور پھر کبھی سمٹ نہ سکیں گے۔ آج عرب والے اگر چہ گنتی میں کم ہیں۔ لیکن اسلام کی وجہ سے وہ بہت ہیں اور باہمی اتحاد کی وجہ سے غالب ہیں۔ تم اپنی جگہ کھوٹی کی طرح جم کر نظم و نسق کی چکی چلاتے رہو۔ اور عرب کو جنگ کی آگ کا مقابلہ کرنے دو۔ اس لئے کہ اگر تم اس زمین سے دور ہو گئے۔ تو عرب اطراف و جوانب سے تم پر ٹوٹ پڑیں گے۔ یہاں تک کہ تمہیں اپنے سامنے کے حالات سے زیادہ ان

انتظامات کی فکر ہو جائے گی جنہیں تم غیر محفوظ چھوڑ گئے ہو۔ کل اگر عجم والے تمہیں دیکھیں گے تو آپس میں کہیں گے کہ یہی تو اصل (سردار) عرب ہے۔ اگر تم نے اس کا قلع قمع کر دیا تو اسودہ ہو جاؤ گے۔ لیکن تم یہ جو کہتے ہو۔ کہ وہ لوگ مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے چل پڑے ہیں۔ تو اللہ ان کے بڑھنے کو تم سے زیادہ بڑا سمجھتا ہے۔ اور جسے وہ بڑا سمجھے اس کے بدلنے پر زیادہ قادر ہے۔ اور یہ جو کہتے ہو کہ ان کی تعداد بہت ہے تو ہم سابق میں کثرت کے بل بوتے پر نہیں لڑا کرتے تھے۔ بلکہ (اللہ کی) تائید و نصرت کے سہارے پر۔

(نسخ البلاغہ حصہ اول خطبہ نمبر ۱ ص ۵۵)

جناب امیر رضی اللہ عنہ کے اس فصیح و بلیغ خطبے میں (قیمتی مشورہ) آفتابِ نمرود کی طرح روشن ہے کہ علی المرتضیٰ اور خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہما باہم شیعہ و شکر تھے۔ دونوں کو ایک دوسرے پر مکمل اعتماد و محبوسہ تھا۔ اس میں بھی غزوہ روم کی طرح جب امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسد اللہ الغالب رضی اللہ عنہ سے مشورہ طلب کیا تو آپ نے کمالِ خیر خواہی سے اُن کو یہی مشورہ دیا کہ آپ بذاتِ خود معرکہ کارزار میں تشریف نہ لے جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ ایرانی آپ کو لشکرِ اسلام کا قائد اعظم سمجھ کر یکبارگی ٹوٹ پڑیں آپ کو نقصان

پہنچانے کی سعی کریں۔ اگر خدا نخواستہ باہمی دشمنی ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خوب موقعہ ملتا آگیا تھا۔ یہی مشورہ دیتے کہ تم خود لڑائی پر جاؤ تاکہ ایلانی تمہارا کام تمام کر دیں اور خلافت کی گدسی ہمارے لئے خالی ہو جائے۔ اور آپ نے یہ جو فرمایا کہ حاکم کی حیثیت وہی ہوتی ہے۔ جو مہروں میں ڈور سے کی۔ یعنی تسبیح کا ڈور جب ٹوٹ جائے تو موتی بھی بکھر جاتے ہیں۔ تو اس امر پر ناطق فیصلہ ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو برحق خلیفہ سمجھتے تھے ورنہ یہ مثال کیوں دیتے؟ شیر خدا کی نگاہ میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات بقاء اسلام و اسلامیان کھنی اور آپ صدق دل سے آپ کی سلامتی جان کے منمنی تھے۔ اس سے زیادہ واضح اور روشن دلیل اس امر کی اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سچا خلیفہ رسول اور پیشوائے اسلام سمجھتے تھے۔ غرض اس خطبہ کا لفظ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تعریف سے پُر ہے۔ پھر رافضی حضرات کو غور کرنا چاہیے۔ کہ جس شخص کی تعریف حضرت علی المرتضیٰ فرمائیں۔ تم اُس کو منافق کہو؟ حیرت کی بات ہے۔ کہ پھر تم نے شیر خدا کو کیا مانا؟ اور آپ کے ارشاد کی کیا عزت کی؟ اور یہ حوالے بھی آپ کی کتابوں کے ہیں۔ پھر کس قدر شرم کی بات ہے۔ کہ اپنی کتابوں کو بھی نہیں مانتے۔

اب آخر میں

رافضی حضرات سے چند سوالات

کر کے ختم کرتا ہوں

①۔ پہلے ایک حوالہ شیعہ حضرات کی معتبر کتاب سے نقل کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیے۔ ”تاجدارِ دو عالم نے تمام مسلمانوں کو جمع کر کے ایک عظیم الشان خطبہ دیا اور ان منافق صحابہ کا نام لے لے کر فرمایا۔ جاؤ میری مسجد اور میری محفل سے نکل جاؤ۔ جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ حضور علیہ السلام نے جمعہ میں خطبہ دیا۔ پس فرمایا۔ اے فلاں فلاں نکل جا۔ کیوں کہ تو منافق ہے۔ ان میں سے بہت سے آدمیوں کو رسوا کر کے نکال دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو منافقین مرد نکالے گئے۔ وہ تین سو اور عورتیں ایک سو ستر تھیں۔ یہ منافق مرد اور عورتیں خاص مدینہ کے رہنے والے اور اپنے اپنے ہم خیال لوگوں کے سردار تھے۔“ (جلد العیون اردو جلد اول ص ۴۲۳)

اب یہاں ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے۔ جس کا جواب رافضی حضرات کے منہ پر ہے۔ جو اصحابِ ثلاثہ کو معاذ اللہ منافق کہتے ہیں اور اپنی اپنی کتابوں میں بھی لکھتے ہیں۔ اگر اصحابِ ثلاثہ حضرت ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم معاذ اللہ ثم معاذ اللہ

منافق تھے۔ تو جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن حضرات کو مسجد سے کیوں نہ نکال دیا؟ بلکہ آپ نے اُن کو ہمیشہ اپنے خاص مصاحب بنا کر رکھا۔ اور بعد وفات شریف بھی اُن کو اپنے پاس ہی جگہ عنایت فرمائی۔ دیکھ لیجئے اب بھی ان کو ایسی ہمنشین حاصل ہے۔ کہ آپ کے دو وزیر آپ کے پہلو پہ پہلو سوئے ہوئے ہیں جن کو آپ حشر کے روز ساتھ لے کر قبر انور سے باہر تشریف لائیں گے۔

(۲) اگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ معاذ اللہ منافق و کافر تھے۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اپنا نکاح کیوں کیا؟ اور اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ معاذ اللہ منافق و کافر تھے تو جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے اپنا نکاح کیوں کیا؟ اور اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ معاذ اللہ منافق تھے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو صاحبزادیوں کا نکاح یکے بعد دیگرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کیوں کر دیا؟ حالانکہ قرآن شریف نے اس سے صریح ممانعت کر دی ہے۔ کہ کفار کو ناطے دیئے جائیں یا اُن سے لئے جائیں۔

(۳) اگر اصحاب ثلاثہ معاذ اللہ منافق و کافر تھے ان کو اہل بیت سے بغض و عداوت تھی تو جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کیوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نکاح کر دی؟ اگر کہا

جائے کہ انہوں نے جبراً چھین لی تو آپ کی شجاعت و غیرت پر حرف آتا ہے۔ اگر رضامندی سے نکاح کر دی تو ان کی فضیلت ثابت ہوئی۔ اور یہ نکاح شیعہ حضرات کی کتابوں سے ثابت ہے۔ یہاں صرف ایک حوالہ شیعہ حضرات کی معتبر کتاب سے نقل کرنا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم سے عقد کیا اور چالیس ہزار درہم ہرم میں دیئے۔“ (کتاب آیات محکمات جلد دوم ص ۳۳) مصنف مودعی بیاضی اگرچہ یہ کتاب صحابہ ثلاثہ کے سخت خلاف لکھی گئی ہے۔ لیکن نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ساتھ ام کلثوم کا انکار نہ کر سکے۔ اور ہر چالیس ہزار درہم سے معاملہ صاف ہو گیا۔ کہ نکاح حضرت ام کلثوم کا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی رضامندی سے ہوا عطا۔ باقی سب روایتیں غلط اور یہودہ ہیں۔

(۴) اگر اصحاب ثلاثہ معاذ اللہ منافق و کافر تھے تو جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کیوں نہ کی؟ حالانکہ قرآن پاک کا حکم ہے۔ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے۔ اور فرمایا کافروں سے قتال کیجئے تاکہ فتنہ مٹ جائے اور اللہ کا دین پھیل جائے۔

(۵) اگر اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم معاذ اللہ مومن نہ تھے تو کیوں نصرت الہی ان کے شامل حال رہی۔ قیصر و کسریٰ کی حکومت الٹ دی

ملک بھر میں اسلامی سلطنت قائم ہو گئی۔ ہر ایک معرکہ میں مظفر
منصور ہوئے حتیٰ کہ خلافت بھی انہی کو ملی۔ اور اللہ کا دین مشرق و
مغرب تک پھیل گیا۔

(۶)۔ اگر خلافت اصحابِ ثلاثہ حق نہ تھی، تو حضرت شہر بانو
بنت یزدجرد و دختر شاہ فارس جو مالِ غنیمت میں آئی تھی۔ تو
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو دے
دی۔ تو آپ نے کیوں قبول کی؟ جبکہ یہ غنیمت درست اور
حلال ہی نہ تھی۔ اس لئے کہ رافضی حضرات خلفائے ثلاثہ کی
خلافت کو مانتے ہی نہیں اور کہتے ہیں۔ کہ خلفائے ثلاثہ زبردستی
تحتِ خلافت پر بیٹھ گئے۔ ان کی خلافت ناجائز خلافت تھی۔
تو جب اُن کی خلافت ہی ناجائز تھی تو جہاد کیسے جائز ہو سکتا
ہے؟ اور جب جہاد ہی ناجائز ہوا تو مالِ غنیمت کیسے جائز ہو سکتا
ہے؟ سوچو اور پھر سوچ کر جواب دو۔

میں یہ چند سوالات رافضی حضرات کی خدمت میں پیش کرتا
ہوں اور امید کرتا ہوں کہ کوئی صاحبِ جواب یا صواب سے مطلع
کریں گے۔ اور اگر جواب نہ دے سکیں اور ہرگز نہیں دے سکتے۔ تو
خدا را را راست پر آجائیں اور اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی
بدگوئی سے باز آجائیں۔ (محمد اسماعیل نقشبندی)

(حصہ اول ختم ہوا)

شیر خدا علی المرتضیٰ کا فرمان

خلیفہ برحق تھے ابو بکر، عمر و عثمان

(رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

عظمتِ خلفائے راشدین

(حصہ دوم)

جس میں شیعہ حضرات کی کتابوں سے ثابت کیا گیا ہے

کہ
خلفائے ثلاثہ کی خلافت برحق تھی

از قلم

مولانا علامہ محمد اسماعیل نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

فہرست مضامین عظمتِ خلفائے راشدین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	خلافت و امامت	۵۹۰	۱۵	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ	۶۲۲
۲	کیا حضرت علی بلا فصل غیفر تھے؟	۵۹۱		کی حدیث شریف	
۳	امام معصوم نہیں ہوتے	۵۹۳	۱۶	حضرت علی نے اپنے عہد خلافت میں	۶۲۵
۴	حضرت علی نے حضرت صدیق اکبر کی	۵۹۳		خلافت ثلاثہ کے کسی قانون کو نہیں بدلا	
۵	بیعت کمر لی تھی۔		۱۷	شیر خدا کیوں خاموش رہے کیوں	۶۲۶
	صدیق اکبر کی بیعت کرنے والے	۵۹۷		تکوار نہ اٹھائی؟	
	چار لاکھ آدمی تھے۔		۱۸	جناب امیر رضی اللہ عنہ نے قرآن	۶۲۷
۶	کیا..... خلافت کا فیصلہ فرمایا تھا؟	۵۹۸		کو جمع فرمایا	
۷	مقام خیم غدیر میں خطبہ	۶۰۷	۱۹	یہی قرآن شریف صحیح ہے جو اب	۶۲۹
۸	خیمہ صاحب کا بیان	۶۰۸		لوگوں کے ہاتھوں میں ہے	
۹	حدیثِ قطاس کا صحیح پس منظر	۶۱۲	۲۰	رافضی علماء کا علی المرتضیٰ	۶۳۱
۱۰	جو بات حضور علیہ السلام لکھوانا	۶۱۳		پر بہتانِ عظیم	
	چاہتے تھے اس کی حیثیت کیا تھی؟	۶۱۶	۲۱	قیامت سے پہلے رجعت	۶۳۳
۱۱	کیا وہ تحریر ضروری تھی؟	۶۱۷	۲۲	حضرت امام حسن عسکری کی	۶۳۷
۱۲	حبینا کتاب اللہ	۶۱۸		تعریف اور رافضی لقب	
۱۳	کتاب موعظہ غدیر	۶۱۹	۲۳	امام حسن سے رافضی لوگوں کا سلوک	۶۳۸
۱۴	علامہ الحائری سے سوالات	۶۱۹	۲۴	قاتلانِ امام حسین شیعہ ہی تھے	۶۴۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خلافت و امامت

رافضی اور اہل سنت و جماعت کا معرکہ الآرامہ خلافت و امامت کا ہے۔ میں اس پر کسی قدر تفصیل سے روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ یہی مسئلہ تمام نزاعات کا اصلُ الاصول ہے۔ مسئلہ خلافت میں اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے۔ خلافت راشدہ کا زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس سال ارشاد فرمایا ہے۔

اول جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔ پھر جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔ پھر جناب عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور پھر جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ منصبِ خلافت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر متمکن ہوئے۔ سب کی خلافت جائزہ خلافت تھی۔ یہی ترتیب رب العباد کو منظور تھی۔ اور اپنے وعدے کے مطابق حق تعالیٰ نے اُن بزرگانِ اسلام کو یہ جلیل القدر منصبِ خلافت عطا فرمایا تھا۔ خلافت و امامت ایک ہی چیز ہے۔ لیکن امامت اصولِ دین سے نہیں ہے۔ رافضی حضرات کا مذہب ہے۔ کہ امامت اصولِ دین سے ہے۔

حقِ امامت بعد وفات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تھا۔ ان کی امامت منصوص تھی۔ خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم

نے انہی کی امامت پر نص کی۔ لیکن خلفائے ثلاثہ زبردستی تحت خلافت پر بیٹھ گئے۔ ان کی خلافت ناجائز خلافت تھی۔ ان کا زمانہ جو درجہ کا تھا۔ عدل و انصاف کا زمانہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تھا۔

کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بلا فصل تھے؟

اس امر کا فیصلہ خود شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی زبان مبارک سے ہی فرما دیا تھا۔ آپ نے ایک خط حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا تھا۔ جس کا ترجمہ یہ ہے جن لوگوں نے ابو بکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ انہوں نے میری بیعت بھی کر لی ہے۔ اس کے بعد کسی کے لئے چوں و چرا کی گنجائش نہیں۔ خلیفہ کے انتخاب کا حق مہاجرین و انصار کو ہے۔ انہی نے شیخین کو خلیفہ منتخب کیا تھا۔ ان کے اتفاق کے بعد جو شخص بیعت میں گمراہ کرے گا۔ اسے مجبور کیا جائے گا مہاجرین و انصار کی طرح تم بھی بیعت کر لو۔ عافیت و سلامتی اسی میں ہے۔ ورنہ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔

(شیعہ کی معتبر کتاب بیح البلاغہ ص ۲۴۵ خطبہ نمبر ۳)

اور سینئر جناب شیر خدا نے فرمایا۔ لوگوں کے لئے ایک نہ ایک امیر (حاکم) کا ہونا لازم ہے۔ نیکو کار ہو یا فاسق و فاجر تاکہ اس کی حکومت میں مومن عمل (نہیں) کریں اور کافر اس میں اپنے پورے

پورے حقوق حاصل کریں اور اسی حال میں خدا انہیں آخری مدت تک پہنچا دے۔ اس کے ذریعہ بقایا مال جمع کئے جائیں۔ اس کی ہمسای میں دشمن سے جنگ کی جائے۔ اس کے ذریعہ راستے محفوظ رہیں۔ اور اس کی امداد سے کمزور کا حق طاقتور سے واپس لیا جاوے تاکہ نیک راحت لے اور فاسق و قاجر کے شر سے محفوظ رہے۔ (بیح البلاغہ ص ۲۴۵ خطبہ نمبر ۳)

اب تو رافضی حضرات کے قلم سے اور جناب علی رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافت برحق تھی۔ کیونکہ شیر خدا فرما چکے تھے۔ کہ میری بیعت ان لوگوں نے کی ہے۔ جنہوں نے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پر بیعت کی تھی ثابت ہو گیا کہ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت برحق تھی۔ اگر ان حضرات کی خلافت ناجائز ہوتی۔ تو جناب علی رضی اللہ عنہ ان کی خلافت کا کبھی حوالہ نہ دیتے۔ دوسری بات یہ ثابت ہوئی۔ کہ خلیفہ کے انتخاب کا حق مہاجرین و انصار کو ہے۔ کیونکہ انہی نے شیخین کو خلیفہ منتخب کیا تھا۔ تب ہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرما رہے تھے۔ کہ مہاجرین و انصار کی طرح تم بھی میری بیعت کر لو۔ یہ تو جناب امیر رضی اللہ عنہ کا ناطق فیصلہ ہے۔ تیسری بات یہ ثابت ہوئی کہ خلافت کے لئے امام کا معصوم ہونا

ضروری نہیں۔ جیسا کہ رافضی حضرات کا عقیدہ ہے کہ امام معصوم ہوتے ہیں۔ معصوم تو صرف انبیاء کرام اور فرشتے ہیں۔ کوئی غیر نبی معصوم نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ لوگوں کے لئے ایک امیر (حاکم) کا ہونا لازم ہے۔ نبیکو کار ہو یا فاسق و فاجر۔ جناب امیر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے ثابت ہو گیا کہ مسلمانوں کے لئے امیر ہونا یا امام ہونا ضروری ہے۔ لیکن امام کا معصوم ہونا ضروری نہیں اور نہ امام معصوم ہوتا ہے۔ چوتھی بات یہ ثابت ہو گئی کہ حضرت علی المرتضیٰ خلیفہ بلا فصل نہ تھے۔ اگر حضرت امیر بلا فصل خلیفہ ہونے کا حق رکھتے۔ تو کبھی شیخین کی بیعت نہ کرتے اور اپنے حق خلافت کا پُر زور مطالبہ کرتے۔ لیکن آپ نے ہرگز خلافت کا مطالبہ نہیں کیا۔ بلکہ بلا عذر خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو مان لیا اور بیعت کر لی۔ اپنی ہی کتاب سے حوالہ سینے۔

جب حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ لشکر لے کر مدینہ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ لوگ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر و جمع ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور پوچھا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس اجتماع کیسا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ اسی طرح ہے جیسے تو نے دیکھا ہے۔ اس پر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی

بیعت کر لی ہے؟ جواب دیا ہاں اسامہ کر لی ہے۔

(احتجاج طبرسی ص ۱۱۳ مطبوعہ نجف اشرف بحوالہ تحفہ جعفریہ ص ۳۸۳)

ناظرین کو ام۔ نہج البلاغہ سے ایک اور حوالہ پیش کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے۔ وہ شخص کامیاب ہے جو پرو مال (مددگاروں) کے ساتھ اٹھے۔ (جب مددگار نہ ہوں تو جھگڑے سے کنارہ کش ہو کر مخلوق کو (بدامنی) سے راحت میں رکھے۔ میرا خلافت کے لئے کھڑا ہونا) گندا پانی اور وہ لقمہ ہے۔ جس کے کھانے والے کو اچھو ہو جاتا ہے۔ اور پکنے سے پہلے پھل توڑنے والا ایسا ہی ہے جیسے غیر کی زمین پر کھیتی کر رہا ہو۔ (نہج البلاغہ ص ۲۲ خطبہ نمبر ۲)

جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے دو باتیں روز روشن کی طرح ثابت ہو گئیں۔ ایک تو یہ کہ آپ خلافت کے طالب نہ تھے اپنے لئے خلافت کو گندا پانی اور گندا لقمہ سمجھتے تھے دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ آپ اپنی خلافت کو بلا فصل نہ سمجھتے تھے کیونکہ آپ نے خود فرما دیا تھا کہ پکنے سے پہلے پھل توڑنے والا ایسا ہی ہے۔ جیسے غیر کی زمین پر کھیتی کر رہا ہو۔ یعنی آپ کی خلافت کا ابھی وقت ہی نہیں آیا۔ ابھی خلفائے ثلاثہ کی باری ہے۔ اس ارشاد سے خلافت کا تمام جھگڑا ہی ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ آپ خود فرما چکے ہیں کہ پکنے سے پہلے پھل توڑنے والا ایسا ہی ہے۔ جیسے غیر کی زمین پر کھیتی کر رہا ہو۔ یعنی ابھی غیر کی خلافت کا وقت

ہے۔ میری خلافت کا وقت ابھی نہیں آیا۔ جیسا کہ رافضی لوگوں نے شور مچا رکھا ہے کہ علی المرتضیٰ کی خلافت کو غصب کر لیا گیا۔

اب ایک حوالہ اسی کتاب سے اور نقل کرتا ہوں۔ اگر اس پر رافضی حضرات غور کریں گے تو مسئلہ خلافت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک خط حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا۔ حقیقت یہ ہے کہ میری بیعت انہی لوگوں نے کی۔ جنہوں نے ابوبکر عمر اور عثمان (رضی اللہ عنہم) کی بیعت کی تھی۔ انہی شرائط کے مطابق) نہ تو (بوقت بیعت) موجود رہنے والے کو کسی نئے چناؤ کا اختیار رہ جاتا ہے۔ اور نہ غیر حاضر رہنے والے ہی کو منتخب قلیف کے رد کرنے کا حق پہنچتا ہے۔ اور جہاں تک شوریٰ کا تعلق ہے۔ سو وہ صرف مہاجرین و انصار کا حق ہے۔ چنانچہ اگر وہ کسی ایک شخص پر متفق ہو جائیں اور اس (متفق علیہ شخص) کا نام امام رکھ لیں۔ تو اس کا رد وائی کو اللہ کی رضا سے تعبیر کیا جائے گا۔ اب اگر کوئی علیحدگی پسند اس کا رد وائی پر طعنہ زنی کرتا ہو یا کوئی نئی راہ نکال کر ان کے فیصلے سے الگ ہو جائے تو وہ اسے لوٹا کر اسی مقام پر لائیں گے۔ جہاں سے وہ نکل بھاگا تھا اور اگر وہ اپنے ہی موقف پر اڑا رہے۔ تو اس سے بایں دلیل مقاتلہ کریں گے کہ وہ مومنین کی راہ کو چھوڑ کر دوسرے راستے پر گامزن ہوا ہے۔ اور جدھر اس نے منہ کر لیا اللہ

اس کا رخ ادھر ہی رکھے گا۔ (سبح ابلاغہ ص ۳۸ مکتوب نمبر ۶)
ناظرین کو ام۔ پوری توجہ سے غور فرمائیں۔ کہ مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کے مطابق کیا مسئلہ خلافت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم نہیں ہو جاتا؟ یقینی طور پر ختم ہو جاتا ہے۔ کسی رافضی کو چوں چہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ لیکن ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں۔ دراصل حضرت علی المرتضیٰ کے اس ارشاد میں ہر اس اعتراض کا جواب موجود ہے۔ جو رافضی لوگ اپنی اپنی کتابوں میں لکھ چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میری بیعت انہی لوگوں نے کی جنہوں نے خلفائے ثلاثہ کی بیعت کی تھی اس سے ثابت ہوا کہ حضرت علی کے نزدیک خلفائے ثلاثہ کی خلافت برحق تھی ورنہ آپ ان کی خلافت کا کبھی حوالہ نہ دیتے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جہاں تک شوریٰ کا تعلق ہے سو وہ مہاجرین اور انصار کا حق ہے۔ جس شخص پر وہ متفق ہو جائیں وہی ان کا امام ہے۔ اور یہ بھی فرما دیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا بھی وہی ہے۔ اور یہ بھی فرما دیا۔ اگر کوئی مہاجرین و انصار کے کئے ہوئے اس فیصلے کو جو کوئی نہ مانے اس سے جنگ کی جائے گی۔ کیونکہ وہ مومنین کے اس فیصلے کے خلاف دوسری طرف جا رہا ہے۔ حضرت امیر جناب علی المرتضیٰ کے اس ارشاد گرامی سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ خلفائے ثلاثہ مومن تھے اور ان کی خلافت۔ خلافت حق تھی۔ اور آپ کے اس ارشاد سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو نہ ماننے والوں کا منہ جس طرف پھر گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کا رخ ادھر ہی رکھے گا تاویل کرام

یہ سب حوائے رافضی لوگوں کے جید علماء کے ہیں۔

نواب محسن الملک سید محمد ہمدی علی خان صاحب جو کافی عرصہ پہلے شیعہ رہ چکے ہیں نے ایک عجیب نکتہ تحریر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ پس اگر مطابق اصول شیعہ کے کہ کفر اور عدم ایمان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فرض کیا جاوے تو تمام مہاجرین و انصار بلکہ تمام اصحاب رضی اللہ عنہم کا کافر ہونا لازم آتا ہے۔ اس لئے کہ سبھوں نے ان کو اپنا سردار بنایا اور بعد پیغمبر علیہ السلام کے ان کو خلیفہ کیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور یہ بیعت کرنے والے دس بیس سو دو سو ہزار دو ہزار آدمی نہ تھے۔ بلکہ لاکھوں تھے۔ اس لئے کہ اصحاب نبوی بعد پیغمبر خدا علیہ السلام والثناء کے بروایت ایک لاکھ سے زیادہ اور بروایت ملا باقر مجلسی جواہرہوں نے تذکرۃ الأئمہ میں لکھی ہے چار لاکھ تھے۔ تو جب چار لاکھ آدمی (العباد باللہ) ایک کافر کو اپنا سردار بنا دیں۔ تو پھر ان کے کفر میں (معاذ اللہ) کیا شک رہا یہ امر کہ سب مسلمانوں نے جو اس وقت تھے۔ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی باقرار علمائے شیعہ ثابت ہے۔ جیسا کہ شریف مرتضیٰ کے قول سے ظاہر ہے۔ جو "بخارالانوار" مجلد تین میں منقول اور جس کا ترجمہ مجتہد صاحب نے بایں الفاظ کیا (جمع مسلمانان بابوبکر بیعت کردند و اظهار رضا و خوشنودی باد و سکون اطمینان بسوے او نمودند و گفتند کہ مخالف او بدعت کنندہ و خارج از اسلام است۔)

ترجمہ اردو۔ "تمام مسلمانوں نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے بیعت کی اور اپنی رضا و خوشنودی کا اظہار کیا۔ اور انہیں سکون و اطمینان دلا کہ کہا کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی مخالفت کرنے والے بدعتی اور اسلام سے خارج ہیں۔" اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ سبحان اللہ کیا دین و ایمان ہے۔ حضرات شیعہ کا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عداوت سے دین محمدی کو باطل کرتے ہیں اور چار لاکھ مسلمانوں کو جو مہاجرین اور انصار اور مجاہدین تھے۔ اور جن میں بنی ہاشم اور اہل بیعت نبوی بھی داخل تھے۔ ان سب کو صراحتاً اور کتباً کافر بناتے ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذالک) (کتاب آیات بینات مستفہ سید ہمدی علی خان ص ۱۱۳-۱۱۴)

کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی مبارک میں خلافت کا فیصلہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمادیا تھا؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں

دلائل ملاحظہ فرمائیے۔ رافضی حضرات کی کتابوں سے نقل کرتا ہوں۔
حوالہ نمبر ۱۔ ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ چلو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھیں کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا۔ حضرت نے فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوائے

میرے کسی اور کو خلیفہ نہ بنائیں گے مگر اصحاب رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھ کو خلیفہ نہ بننے دیں گے۔ (کتاب آیات مملکت جلد دوم ص ۱۱۸) رافضی لوگوں کی بڑی معتبر کتاب ہے۔

اس روایت سے ثابت ہو گیا کہ آنحضرت علیہ السلام نے اپنی زندگی مبارک میں ختم غدیر میں خلافت کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا۔ ورنہ پوچھنے کی کیا ضرورت تھی؟

حوالہ نمبر ۲ :- جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کہ حاکم امر مسلمان ہو لازم ہے کہ انصار نیکو کار کی رعایت کرے اور بدکار سے درگزر کرے۔ (رافضی حضرت کی کتاب جلاء العیون جلد اول ص ۱۱۸) اس روایت سے بھی روزِ روشن کی طرح ثابت ہوا کہ خلافت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی شریف میں کوئی فیصلہ نہیں فرمایا تھا۔ ورنہ وصیت نہ فرماتے۔

حوالہ نمبر ۳ :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چشم مبارک کھول کر فرمایا اے عباس اے علم رسول خدا میری وصیت کو میرے اہل بیت اور میری عورتوں کے حق میں قبول کرو۔ میری میراث کو اور میرا دین ادا کرو۔ عباس (رضی اللہ عنہ) نے کہا یا رسول اللہ میں مرد غیال دار ہوں اور آپ ہوائے تند اور ابر بہار سے زیادہ تر بخشش اور سخاوت فرمانے والے ہیں۔ میرا مال آپ کے وعدوں کی بخششوں کو وفا نہیں کر سکتا اس سے مجھے معاف رکھیے اور اس شخص کو حکم کیجئے جو طاقت اور

ہمت میں مجھ سے زیادہ ہو۔ حضرت نے تبین بار اس کلام کا اعادہ فرمایا اور ہر مرتبہ عباس (رضی اللہ عنہ) نے وہی جواب دیا اس وقت حضرت نے فرمایا۔ میں اپنی میراث اسے دوں گا۔ جو قبول کرے۔ جو حق قبول کرنے کا ہے۔ اور وہ اس کے لائق ہے۔ اور جس طرح اے عباس تم نے جواب دیا ہے۔ وہ جواب نہ دے گا۔ پس جناب امیر سے خطاب فرمایا اور ارشاد فرمایا۔ یا علی (رضی اللہ عنہ) تم میری میراث لو اور تم سے مخصوص ہے۔ اور کسی کو اس میں نزاع نہیں۔ میری وصیت قبول کرو۔ اور میرے قرض کو ادا کرو۔ الخ (جلاء العیون جلد اول ص ۱۱۸)

اس روایت سے بھی یہی ثابت ہوا کہ خلافت کا فیصلہ اگر علی رضی اللہ عنہ کے حق میں ہو گیا ہوتا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہلے سے ہی فرمایا جاتا کہ ہم نے تم کو خلیفہ کر دیا ہے تم ایسا کرنا دیا کرنا۔

حوالہ نمبر ۴ :- شیخ مفید نے روایت کی ہے۔ کہ حضرت نے لوگوں کو رخصت کیا۔ سب چلے گئے۔ عباس اور ان کے بیٹے فضل اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اور اہل بیت مخصوص نزدیک حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رہ گئے۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر امر خلافت ہم بنی ہاشم میں قرار پائے گا۔ پس ہم کو بشارت دیجئے کہ ہم خوش ہوں اور اگر آپ جانتے ہیں کہ ہم پر ستم کریں گے اور ہم سے خلافت کو غصب کریں گے۔ پس اپنے اصحاب سے ہماری سفارش کیجئے۔ حضرت نے فرمایا۔ تم کو

بعد میرے ضعیف کریں گے اور تم پر غالب ہوں گے۔
(جلد اول ص ۱۷۸)

اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ حرم غدیر میں خلافت کا کوئی فیصلہ نہیں ہوا تھا اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت مل چکی تھی۔ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایسا سوال کیوں کیا؟
حوالہ نمبر ۵۔ فارسی کتاب سے اردو ترجمہ۔

سید ابن طاووس و ابن شہر آشوب اور دیگر حضرات نے روایت کیا کہ عامر بن طفیل اور زید بن قیس جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کی نیت سے آئے اور مسجد میں داخل ہوئے۔ تو عامر بن طفیل آپ کے نزدیک گیا۔ اور کہا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو میرے لئے کیا انعام ہوگا اور مجھے اس سے کیا فائدہ ملے گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں بھی وہی ملے گا جو تمام مسلمانوں کو ملتا ہے یعنی تمہارا فائدہ اور نقصان سب کے ساتھ مشترک ہوگا) اس نے کہا میری خواہش یہ ہے کہ آپ مجھے اپنے بعد خلیفہ بنا دیں۔ اس پر آپ نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ مجھے اور تجھے اس میں کوئی دخل نہیں۔

(حیات القلوب فارسی جلد دوم ص ۴۴)

سو اگر فیصلہ خلافت بحق علی رضی اللہ عنہ ہو گیا ہوتا تو آپ کا ارشاد یہ ہوتا کہ خلافت کا فیصلہ تو ہم بحق علی رضی اللہ عنہ کر چکے ہیں۔

اب اس کا مطالبہ بے سود ہے۔ آپ کا یہ فرمانا کہ خلافت کا فیصلہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اس امر کا یہی ثبوت ہے کہ آپ نے اپنی زندگی میں خلافت کا فیصلہ ہرگز نہیں فرمایا۔

حوالہ نمبر ۶۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) منبر پر تشریف لے گئے اور ان سے اپنی خبر وفات بیان فرمائی اور ارشاد کیا۔ خدا کو میں اسے یاد دلاتا ہوں۔ جو بعد میری امت پر سردار ہو۔ کہ البتہ مسلمانوں کی جماعت پر اور ان کے ضعیفوں پر رحم کرے۔ اور ان کے عالم کی تعظیم کرے اور ان کو ضرر نہ پہنچائے۔
(جلد اول ص ۱۷۸)

یہ آخری وصیت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپ نے اپنی زندگی مبارک میں خلافت کا کوئی فیصلہ نہیں کیا۔

حوالہ نمبر ۷۔ بے شمار مہاجرین و انصار امر خلافت ظاہر میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) خلیفہ قرار پائے۔ سبقت خلافت کی اور اکثر مہاجرین و انصار نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے بیعت کر لی۔ جب سید اوصیا دفن سرور انبیاء (علیہ السلام) سے فارغ ہوئے۔ اور بے دفائی اصحاب کی اور لوگوں کے کفر و نفاق کو دیکھا (معاذ اللہ) محزون غمگین ہوئے۔ اسی رات جناب امیر حسنین رضی اللہ عنہم کو ہمراہ لے کر ایک ایک گھر میں مہاجرین و انصار کے تشریف لائے اور ان کو عقوبات الہی

سے ڈرایا اور وصیت رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) جو بمقام غدیر خم فرمائی تھی پڑھ کر سنایا اور نصرت و مدد چاہی مگر سوائے چوبیسوں مردم کے اس گروہ کے کسی نے قبول نہ کیا اور صبح ہوئی چار آدمیوں سے زیادہ بیعت جناب امیر رضی اللہ عنہ پر قائم نہ تھے۔ اسی طرح جناب امیر رضی اللہ عنہ لوگوں کو تین شب دعوت بیعت فرماتے رہے اور ان سے طلب نصرت کرتے تھے۔ مگر بجز چار آدمیوں کے اور بروایت دیگر تین آدمیوں کے سوا اور کوئی بیعت قبول نہ کرتا۔ (جلاء العیون اردو جلد اول ص ۲۷ رافضی لوگوں کی بڑی معتبر کتاب ہے)

حوالہ نمبر ۸۔ پس فرمایا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یا علی (رضی اللہ عنہ) تم کیا کرو گے۔ اگر یہ گروہ میرے بعد تم پر امیر ہوں اور تم پر سبقت کریں۔ اور نہ بد دوستی تم کو بیعت کے لئے بلائے اور جب تم انکار کرو اور تم کو گمراہی سے پکڑ لیں۔ اور تم کو اندوہ ناک بے یار و کمکار..... لے جائیں اور بعد ازاں میری جگہ گوشہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو آزر دہ و رنجیدہ کریں..... پس جناب امیر (رضی اللہ عنہ) نے کہا۔ یا حضرت اگر یاد رہے نہیں تو صبر کروں گا۔ لیکن ان سے بیعت نہ کروں گا۔ مگر یاد رہے۔ تو ان سے قتال کروں گا (جلاء العیون جلد اول ص ۲۷) اس روایت سے بھی صاف صاف طور پر یہ بات ثابت ہو گئی۔ کہ جناب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی زندگی مبارک میں ہرگز خلافت کا فیصلہ نہیں فرمایا۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ یا علی تم کیا کرو گے

اگر یہ گروہ میرے بعد تم پر امیر ہوں۔ اگر آپ نے بحق علی رضی اللہ عنہ خلافت کا فیصلہ فرما دیا ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ میرے بعد یہ گروہ تم پر امیر ہوں۔ بلکہ آپ فرما دیتے کہ یا علی ہم نے آپ کو اپنے بعد خلیفہ کر دیا ہے۔

حوالہ نمبر ۹۔ وہ لوگ اب کہاں ہیں جنہیں جب اسلام کی طرف دعوت دی گئی تو اسے قبول کر لیا۔ قرآن پڑھا تو اس پر عمل بھی کیا انہیں جہاد کے لئے ابھارا گیا تو اس طرح شوق سے بڑھے۔ جیسے دودھ پلانے والی اونٹنیاں اپنے بچوں کی طرف بڑھتی ہیں۔ تنکواریں نیاموں سے نکال کر دستہ بدستہ اور صف بصف بڑھتے ہوئے زمین کے اطراف پر قابو پا گئے۔ ان میں سے کچھ مر گئے اور کچھ زندہ بچے۔ نہ زندہ رہنے والوں کے مژدہ سے وہ خوش تھے اور نہ مرنے والوں کی تعزیت سے متاثر تھے۔ رونے سے ان کی آنکھیں سفید، ریزوں سے ان کے پیٹ خالی۔ دعا (کی کثرت) سے ہونٹ خشک اور شب خیزی کے لئے بیداری سے ان کے رنگ زرد ہو گئے تھے۔ اور خضوع و خشوع کرنے والوں کی طرح ان کے چہرے خاک آلود رہتے تھے۔ یہ میرے وہ بھائی تھے۔ جو دنیا سے گزر گئے۔ اب ہم حق بجانب ہیں اگر ان کے دیدار کے پیاسے ہوں اور ان کے فراق میں اپنی انگلیاں کاٹیں۔ بے شک شیطان تمہارے واسطے اپنے راستے آسان کر رہا ہے۔ اور چاہتا ہے۔ کہ تمہارے دین کی ایک ایک گرہ کھول

دے اور تم میں اتفاق کی بجائے پھوٹ ڈال دے۔ تو تم اس کے
دوسو سو اور پھونکوں سے منہ موڑے اور نصیحت پیش کرنے
والے کا ہدیہ قبول کر لو اور اپنے نفسوں کو اس کا پابند بنا لو۔
(ریح البلاغہ حصہ اول ص ۴۱۲-۴۱۳)

اس روایت سے روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا۔ کہ جناب امیر
رضی اللہ عنہ نے اپنے اس خطبہ میں خلفائے ثلاثہ کا کیا عمدہ شان بیان
کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ یہ میرے وہ بھائی تھے جو دنیا سے گزر گئے۔
اب ہم حق بجانب ہیں کہ ان کے دیدار کے پیا سے ہوں اور ان کے
فراق میں اپنی انگلیاں کاٹیں۔ رافضی لوگ بتائیں تو سہی کہ اگر یہ
لوگ خلفائے ثلاثہ نہیں تھے۔ تو اور کون تھے؟ جن کی ایسی تعریف
جناب امیر رضی اللہ عنہ نے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ رافضی حضرات کو ہدایت
فرمائے۔ تاکہ یہ لوگ خلفائے ثلاثہ کی بدگوئی سے باز رہیں۔

جناب علی المرتضیٰ کا مجمع عام میں خطبہ

حوالہ نمبر ۱۔ ب۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں
ایک مجمع عام میں خطبہ کے دوران فرمایا۔ اے اللہ جس طرح تو نے
خلفائے راشدین کی اصلاح فرمائی۔ اسی طرح ہماری اصلاح فرما۔
پوچھا گیا وہ کون ہیں؟ فرمایا وہ میرے دوست میرے بزرگ ابو بکر

اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ جو ہدایت کے امام ہیں۔ قریش کے دو
عظیم فرد ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مقتدا ہیں۔
اور شیخ الاسلام ہیں۔ جس نے ان کی پیروی کی بچ گیا جس نے
ان کی اتباع کی صراط مستقیم پر چل پڑا۔ (شافی جلد ۲ ص ۴۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس خطبہ اور اس اعلان کو خاص
اہمیت حاصل ہے۔

① یہ خطبہ اس وقت دیا گیا جب آپ عہد خلافت پر عملاً متمکن
تھے۔ اقتدار حاصل تھا۔ نہ کسی کا ڈر تھا۔ نہ لحاظ نہ تقیہ کی
حاجت تھی۔ اس لئے وہی کچھ فرمایا جسے آپ نے حق سمجھا۔
② حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شیخین کو خلفائے راشدین فرمایا۔
اور ان دو بزرگوں کو شیخین کا لقب سب سے پہلے آپ
نے دیا۔ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ انہیں غاصب سمجھتے۔ تو
برسر منبر ان الفاظ سے یاد نہ کرتے۔

③ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں شیخ الاسلام اپنا دوست
اور اپنا بزرگ فرمایا۔

④ حضرت نے انہیں ہدایت کے امام کے لقب سے یاد فرمایا۔ اس
لئے جو ان کی امامت کا قائل نہ ہو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ
کی امامت کا قائل کیسے ہو سکتا ہے؟

⑤ حضرت نے انہیں معیار حق قرار دیا اس لئے فرمایا۔ کہ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قابل اقتداء ہیں۔

(۶) حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے بغیر کسی لاگ لپیٹ کے اعلان فرمایا کہ جو شخص ان کی پیروی کرے گا مگر اسی سے محفوظ رہے گا۔ اور صراط مستقیم یہی ہے۔

مقام خم غدیر میں خطبہ

رافضی لوگوں کا زیادہ دار و مدار حدیث خم غدیر پر ہے۔ اور اس کو وہ حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت بلا فصل پر زبردست دلیل سمجھتے ہیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج الوداع سے مراجعت فرمائی اور آپ نے مقام خم غدیر میں قیام فرمایا جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان واقع ہے۔ تو بعض اشخاص نے جو بامتختی جناب امیر رضی اللہ عنہ ہم ملک یمن پر مامور تھے جناب علی رضی اللہ عنہ کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بے جا شکایات کیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال سے کہ اگر ماتحت لوگ اپنے افسر سے اس طرح کی بدگمانیاں کریں گے۔ تو انتظام میں خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے حضور علیہ السلام نے عام لوگوں کو جمع کر کے خطبہ فرمایا۔ جس سے اصلی غرض امیر رضی اللہ عنہ کی بریت اور شایکوں کو تنبیہ تھی اور اس خطبہ میں

یہ الفاظ فرمائے ترجمہ: اے جماعت مسلماناں کیا میں تمہارے نزدیک تمہاری جانوں سے بہتر نہیں ہوں؟ حاضرین نے عرض کیا۔ ہاں حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ جو شخص مجھ کو دوست رکھے وہ علی رضی اللہ عنہ کو بھی دوست رکھتا ہے۔ بار خدایا۔ جو شخص علی رضی اللہ عنہ کو دوست رکھے تو بھی اس کو دوست رکھیو۔ اور جو علی رضی اللہ عنہ کو دشمن رکھے۔ تو بھی اس کو دشمن رکھیو۔

رافضی لوگ کہتے ہیں کہ یہ خلافت بلا فصل علی رضی اللہ عنہ کا اعلان تھا۔ جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے حکم سے کیا۔ چنانچہ بارہا جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا پیغام سنایا کہ علی رضی اللہ عنہ کی ولایت کا اعلان کیا جائے۔ لیکن آپ ڈرتے تھے کہ لوگ کہیں گے کہ اپنے داماد کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ آخر جبرائیل علیہ السلام نے یہ آیت سنائی۔ ترجمہ: ”اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو حکم تیرے رب نے آپ کو دیا ہے۔ اس کی تبلیغ کرو دیجئے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا۔ تو حق رسالت کا ادا نہ کیا اور خدا لوگوں کے شر سے آپ کو بچانے والا ہے۔ خدا کافروں کی رہبری نہیں کرتا۔“

قارئین کرام اب ذرا خمینی صاحب کا بیان بھی ملاحظہ فرمائیں۔

خمینی صاحب کا بیان

ترجمہ: ”سم ولایت پر (امامت) عقیدہ رکھتے ہیں اور ہمارا یہ

بھی عقیدہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ضروری تھا کہ وہ بعد کے لئے خلیفہ معین اور نامزد کرتے اور آپ نے ایسا ہی کیا۔
(خمینی صاحب کی کتاب الحکومت الاسلامیہ بحوالہ ایرانی انقلاب ص ۴۲)

(۲) اس سلسلہ کلام میں چند سطر کے بعد خمینی صاحب نے لکھا ہے کہ اپنے بعد کے لئے خلیفہ کو نامزد کر دینا ہی وہ عمل ہے کہ جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فریضہ رسالت کی ادائیگی کی تکمیل ہوئی۔ (کتاب ص ۴۱)

(۳) یہی بات خمینی صاحب نے اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ دوسری جگہ ان الفاظ میں فرمائی ہے۔ ترجمہ ”اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد کے لئے خلیفہ نامزد نہ کرتے تو سمجھا جاتا کہ امت کو جو پیغام پہنچانا اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے ذمہ کیا گیا تھا۔ وہ آپ نے نہیں پہنچایا۔ اور رسالت کا فریضہ ادا نہیں کیا۔ (معاذ اللہ) کتاب ص ۴۲ بحوالہ ایرانی انقلاب ص ۴۱“

(۴) اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ نے وحی کے طور پر کلام فرمایا۔ اور اس میں یہ حکم دیا کہ جو شخص ان کے بعد ان کا خلیفہ و جانشین ہوگا۔ اور حکومت کا نظام چلائے گا۔ اس کے بارے میں اللہ کا جو حکم ان پر نازل ہوا ہے۔ وہ لوگوں کو پہنچا دیں اور اس کی تبلیغ اور اعلان کر دیں۔ تو آپ نے اللہ کے اس حکم کی تعمیل کی۔ اور خلافت کے لئے امیر المؤمنین علی کو نامزد کر دیا۔ (کتاب ص ۴۲ بحوالہ ایرانی انقلاب ص ۴۱)

(۵) آگے اسی کتاب میں ایک جگہ خمینی صاحب فرماتے ہیں۔
ترجمہ ”اور حج الوداع میں غدیر خم کے مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی علیہ السلام کو اپنے بعد کے لئے حکمران نامزد کر دیا اور اسی وقت سے قوم کے دلوں میں مخالفت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔“
(کتاب ص ۴۱ بحوالہ ایرانی انقلاب ص ۴۱)

(۶) اس سلسلہ میں خمینی صاحب کی ایک اور عبارت ملاحظہ فرمائیے۔
ترجمہ ”اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد کیلئے امیر المؤمنین علیہ السلام کو لوگوں پر حاکم اور والی کی حیثیت سے نامزد کر دیا۔ اور پھر امامت و ولایت کا یہ منصب ایک امام سے اگلے امام کی طرف برابر منتقل ہوتا رہا۔ یہاں تک الحجۃ القائم یعنی امام غائب مہدی منتظر تک پہنچ کر یہ سلسلہ اپنی نہایت کو پہنچ گیا۔ (کتاب ص ۴۲ بحوالہ ایرانی انقلاب ص ۴۱) خمینی صاحب کے یہ بیانات سراسر غلط ہیں۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر بہتان عظیم ہے کہ آپ نے اپنی زندگی مبارک میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ مقرر کر دیا تھا۔ آپ نے اپنی زندگی مبارک میں ہرگز ہرگز کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا جیسا کہ میں نے رافضی حضرات کی معتبر کتابوں سے اوپر بیان کر دیا ہے۔ اور جن کتابوں کے میں نے اوپر حوالے تحریر کئے ہیں۔ کوئی رافضی یا شیعہ انکار نہیں کر سکتا۔ کہ یہ حوالے غلط ہیں یا ہماری یہ کتابیں ہی نہیں ہیں۔ اور ساری دنیا کے رافضی حضرات کو میرا یہ چیلنج ہے کہ میرا کوئی حوالہ غلط ثابت کر کے

دکھلائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ قیامت کی جمع تک نہ دکھاسکے گا۔

قارئین کرام غور فرمائیں۔ کہ خم غدیر کے مقام پر جو خطبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔ جو اوپر لکھا جا چکا ہے اس میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو ولایت علی رضی اللہ عنہ یا خلافت بلا فصل پر صراحت یا کنایت سے دلالت کرے۔ حدیث خریفہ کا حرف اسی قدر مفہوم ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکایات بے بنیاد ہیں ان کے ماتحتوں کو شکایت کرنے وقت یہ خیال کرنا چاہیئے۔ کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست کی شکایت کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کو ان سے محبت و پیار کرنا چاہیئے۔ اور علی رضی اللہ عنہ کی عداوت باعث ناراضا مندی حق تعالیٰ ہے۔ رافضی لوگ تبلیغ کی آیت مبارک لکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ جیسے کہ خیمتی صاحب نے بھی لکھا ہے۔ جو اوپر نقل کیا جا چکا ہے۔ اس آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہے۔ ”اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) جو حکم آپ کے رب نے آپ کو دیا ہے۔ اس کی تبلیغ کر دیجیئے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا۔ تو حق رسالت کا ادا نہ کیا اور خدا لوگوں کے شر سے آپ کو بچانے والا ہے۔ اور خدا کا فرد کی رہبری نہیں کرتا۔ ناظرین حضرات غور فرمائیں۔ اس آیت کریمہ میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے۔ جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل پر صراحت یا کنایت سے دلالت کرے۔ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کو جو احکام حق تعالیٰ نے بابت توحید نماز و روزہ حج

زکوٰۃ وغیرہ بذریعہ وحی بھیج دیئے ہیں۔ ان کی بخوبی تبلیغ کر دینی چاہیئے اگر آپ ایسا نہ کریں گے۔ تو حق رسالت ادا نہ ہوگا۔ اور لوگوں کی شر و ایذا کا کچھ حکم نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ اور ناصر ہے۔ اب رافضی حضرات ایمان داری سے ہٹائیں کہ اس آیت کریمہ سے کیسے ثابت ہو سکتا ہے؟ کہ آیت مبارک خیر خدا کی خلافت بلا فصل کے لئے نازل ہوئی ہے۔ جبکہ آیت مبارک میں ایسا کوئی لفظ ہی نہیں ہے۔ جس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل یا امامت کا ذکر تک بھی ہو۔؟

حدیث قرطاس کا صحیح پس منظر

ترجمہ۔ جب حضور علیہ السلام کے وصال کا وقت قریب آیا۔ تو دولت خانہ بنوی میں لوگ جمع تھے۔ جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آڈ میں تم کو ایسی تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو گے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ حضور علیہ السلام کو اس وقت بیماری کی تکلیف زیادہ ہے۔ تمہارے پاس قرآن ہے۔ اور قرآن ہمارے واسطے کافی ہے۔ پس گھر والوں نے اختلاف کیا۔ بعض کہتے تھے۔ کہ سامان کتابت آپ کے پاس رکھ دو تاکہ وہ تمہارے لئے ایسی تحریر لکھ دیں کہ جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو گے۔ اور بعض وہی بات کہتے تھے۔ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہی تھی۔ پس جب ان

کا اختلاف زیادہ ہوا۔ اور باتیں بڑھیں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ (بخاری شریف)

دوسری روایت یہ ہے۔ سعید ابن جبیر سے روایت ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ جمعرات کا دن اور کیسا جمعرات کا دن کہ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود زیادہ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس (سامان کتابت لائے) تاکہ میں تمہارے لئے ایسی تحریر لکھ دوں کہ جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ پس حاضرین نے اختلاف کیا۔ (اور کسی پیغمبر کے پاس تنازعہ مناسب نہیں) پس بعض نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کیا ہے؟ کیا جدائی کا وقت قریب آگیا ہے؟ آپ سے دریافت تو کر لو۔ پس وہ معاملہ کتابت کو آپ کو دوبارہ پیش کرنے لگے اس پر آپ نے فرمایا۔ مجھے چھوڑ دو۔ کیونکہ میں جس حالت (مراقبہ حق) میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے۔ جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو تو آپ نے تین باتوں کی وصیت فرمائی۔ ① مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔ ② وفود کو اسی طرح انعام دیا کرو جیسے میں دیا کرتا ہوں۔ تیسری بات سے سعید ابن جبیر چپ رہے۔ یا ابن جبیر نے تو بیان کر دی اور میں اس کو بھول گیا۔ (بخاری و مسلم شریف)

جوابات حضور علیہ السلام لکھوانا چاہتے تھے اس کی حیثیت کیا تھی؟

علامہ سید محمود احمد صاحب رضوی اصل واقعہ کے تفصیل و تشریح کے لئے یہ دو حدیثیں نقل کر کے لکھتے ہیں کہ واقعہ قرطاس کا یہ پہلو بھی قابل غور ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جوابات لکھوانا چاہتے تھے۔ اس کی حیثیت کیا تھی؟ کیا وہ کوئی ایسی بات تھی جو آپ کے فرائض نبوت سے تھی اور جس کے اظہار کے بغیر دین نامکمل رہ جاتا تھا؟ واقعہ قرطاس کی روایات پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے۔ جوابات حضور لکھوانا چاہتے تھے۔ اس کی یہ حیثیت نہ تھی جس کے دلائل یہ ہیں۔

(اقل)۔ یہ ایک اصولی بات ہے۔ کہ انبیاء کرام خدا کی طرف سے جن امور کی تبلیغ کے لئے مبعوث ہوں۔ اور جس بات کی تبلیغ ان کا فرض نبوت ہو۔ وہ اس میں قطعاً حتماً کسی حال کو ناہی نہیں کر سکتے حضور کو حکم تھا۔ ترجمہ: ”اے نبی خدا کی طرف سے جو احکامات آئیں۔ ان کی تبلیغ فرماؤ۔ اگر ایسا نہ کیا۔ تو آپ نے اپنا فرض نبوت ادا نہ فرمایا۔ اور اللہ لوگوں سے آپ کی حفاظت فرماتا ہے۔“ یہ آیت بتاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم احکام الہیہ کی تبلیغ میں کوتاہی نہیں فرما سکتے۔ تو اگر یہ تحریر دین کی نہایت ہی اہم ضروری بات پر مشتمل ہوتی تو حضور

صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اس کو لکھوا دیتے۔ خواہ کوئی کتنی ہی مخالفت کیوں نہ کرتا۔

(دوم) اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سامان کتابت پیش نہیں ہونے دیا۔ تو یہ بات بالکل ظاہر ہے۔ کہ حضور اکرم نے سامان کتابت لانے کا حکم صرف حضرت عمر کو نہیں دیا تھا بلکہ تمام حاضرین کو دیا تھا۔ کیونکہ اثنوینی جمع کا صیغہ ہے۔ جو یہ بتا رہا ہے کہ جیسی اس حکم کی تعمیل کی ذمہ داری حضرت عمر پر آتی تھی اسی قدر ان تمام حاضرین مجلس پر آتی تھی۔ جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اس کی ذمہ داری سب سے زیادہ آتی ہے۔ کیونکہ بزعیم شیعہ یہ تحریر انہیں کی خلافت سے متعلق تھی اور دولت خانہ بنوی میں کتابت وحی کا کام بھی انہیں کے سپرد تھا لہذا ان کا فرض تھا کہ وہ سامان کتابت بحضور نبوی پیش کر دیتے۔ مگر انہوں نے بھی نہ کیا۔ بلکہ حاضرین میں سے کسی نے بھی سامان کتابت پیش نہ کیا۔ البتہ بعض نے حضور سے کئی بار یہ پوچھا کہ ہم سامان کتابت پیش کر دیں؟ جس سے یہ واضح ہوتا ہے۔ کہ اگر عدم تعمیل حکم کا الزام حضرت عمر پر آتا ہے تو حضرت علی پر بھی آئے گا۔ بلکہ تمام وہ طعن اور الزامات جو شیعہ حضرات حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر قائم کرتے ہیں وہ سب کے سب تمام حاضرین مجلس پر بھی قائم ہوں گے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی نہیں بچیں گے۔

سوم یہ کہا جائے کہ حضرت علی معاذ اللہ ایسے کمزور تھے کہ حضرت عمر کی موجودگی میں ایسا نہ کر سکتے تھے۔ تو یہ ظاہر ہے۔ یہ واقعہ جمعرات کے دن کا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال پیر کے دن ہوا تو حضرت علی اس مدت میں جبکہ حضرت عمر نہ ہوتے تحریر لکھوا لیتے۔ یا حضور ہی لکھوا دیتے۔

چہارم۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجتہ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ صحابہ کرام کے جمع کو خطاب فرماتے ہوئے فرمایا تھا کہ اللہ کے احکام کامل و مکمل طریقہ پر تم تک پہنچا دیئے۔ تو سب نے یک زبان ہو کر عرض کی تھی کہ ہاں۔ جس پر آپ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا تھا کہ الہی تو گواہ ہو جا یہ سب لوگ اقرار کر رہے ہیں کہ میں نے اپنے فرض نبوت کو مکمل ادا کر دیا ہے۔ اور دین کے تمام احکام ان کی طرف پہنچا دیئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطبہ بھی اس امر کی وضاحت کرتا ہے کہ واقعہ قرطاس کے موقع پر حضور جو بات لکھوانا چاہتے تھے۔ وہ ایسی نہ تھی جو دین کا کوئی نیا حکم ہو۔ یا اس کے بغیر دین نامکمل رہ جائے۔

(رضوان لاہور، ۱۰ فروری ۱۹۵۸ء فیوض الباری شرح صحیح بخاری)

کیا وہ تحریر ضروری تھی؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے جس امر کے لئے کاغذ قلم و وایت طلب فرمائے تھے۔ وہ کوئی ضروری امر تھا۔ اور وحی حق کے ذریعہ اس کا حکم تھا۔ یا مصلحتاً حضور لکھوانا چاہتے تھے۔ اور پھر وہ صلاح ملتوی ہو گئی۔ شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ اس وقت آپ خلافت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق وصیت لکھوانا چاہتے تھے۔ لیکن یہ بات شیعہ کے سخت برخلاف ہے۔ کیونکہ اس سے شیعہ لوگوں کے باقی تمام دلائل پر پانی پھر جاتا ہے۔ اور اس سے روز روشن کی طرح ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ نہ بروز خم غدیر حضور علیہ السلام نے خلافت علی رضی اللہ عنہ کا اعلان فرمایا۔ نہ اور کوئی حدیث یا آیت اس وقت تک خلافت علی رضی اللہ عنہ پر نص تھی۔ تب ہی تو آپ کو یہ فکر دامگیر ہوئی کہ خلافت علی رضی اللہ عنہ کی وصیت لکھوا دی جائے شیعہ حضرات نے اپنا یہ خیال ظاہر کر کے کہ حضور علیہ السلام خلافت کا فیصلہ کرنا چاہتے تھے۔ باقی اپنے سب باطل دلائل کی خود ہی تردید کر دی۔ اور وصیت تحریر ہی نہیں ہوئی۔ شیعہ حضرات کو ناکامی پر ناکامی کا سامنا ہوا۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم

نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

حُسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ

ہاں یہ قصور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہے۔ کہ انہوں نے عشق و محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے یہ رائے پیش کر دی۔ کہ

جب یہ مسلم امر ہے کہ دین کا کوئی ایسا امر باقی نہیں ہے کہ قرآن میں مذکور نہ ہو اور اللہ تعالیٰ نے بالصرحت فرما دیا ہے۔ اَلْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ (آج تمہارا دین کامل مکمل ہو گیا ہے) تو پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی نازک حالت شدت مرض میں تکلیف میں ڈالنا شدید ایان ذات والا کو مناسب نہیں تھا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے زریں سے نہ صرف اکثر حاضرین نے بلکہ حضور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اتفاق فرمایا۔ کہ تحریر کی صلاح ملتوی فرمادی اور اس واقعہ کے چار یوم بعد آپ نے وصال فرمایا۔ اور مرض سے آفاقہ بھی ہوتا رہا۔ پھر بھی اس کا ارادہ نہیں فرمایا۔

رافضی و شیعہ حضرات حدیث قرطاس سے خلافت علی رضی اللہ عنہ پر دلیل قائم کرنا چاہتے۔ حالانکہ یہ حدیث ان کے تمام باطل دلائل کی تردید کر دیتی ہے۔ شیعہ بچارے قدم قدم پر بھٹو کر رہے کھاتے ہیں۔ لیکن پھر بھی ایسی بے بنیاد باتوں سے باز نہیں آتے۔

ہرگز نہ ہوئے مغزِ سخن سے آگاہ

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

کتاب موعظہ غدیر مصنفہ علامہ الحائری

رافضی اور شیعہ حضرات کے علامہ سید علی الحائری صاحب (جو ابھی

زندہ ہیں) نے ایک کتاب "موعظہ غدیر" لکھی ہے جو ۸۰ صفحات کی ہے۔ یہ کتاب صرف ایک ہی حدیث جو بمقام غدیر خم میں ارشاد فرمائی گئی تھی نقل کی گئی ہے۔ اور اس سے صرف اور صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل ہونے کا ناکام ثبوت پیش کیا گیا ہے۔ اور خلفائے ثلاثہ کے شان میں نہایت بے ادبی کے الفاظ تحریر کئے گئے ہیں۔

حدیث شریف جو خم غدیر میں ارشاد فرمائی گئی تھی اس کا انکار کسی مسلمان کو کسی صورت میں بھی نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس حدیث پاک کا مطلب غلط سمجھا گیا ہے۔ جو میں نے اوپر بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ چونکہ اس وقت علامہ الحائری صاحب زندہ موجود ہیں۔ اس لئے میں ان کی خدمت میں انہی کی کتابوں سے سوالات پیش کروں گا۔ جن کا جواب علامہ حائری صاحب کے ذمہ ہوگا۔

سوال نمبر ۱: آپ نے اس کتاب کے صفحہ نمبر ۲ پر لکھا ہے کہ چنانچہ وفات رسول کے بعد کسی کو یہ کہنے کی جرأت نہ ہو سکی کہ علی رضی اللہ عنہ کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ولی عہد نہیں بنایا۔ البتہ یہ کہہ کر کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اب چونکہ بیعت ہو چکی ہے۔ علی رضی اللہ عنہ خلیفہ نہیں ہو سکتے۔ لوگوں نے نص خدا و رسول کو پس پشت ڈال دیا اور عہد و پیمان کو جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا تھا۔ توڑ ڈالا۔ جس کے وہ جواب وہ قیامت کے روز ضرور ہوں گے۔ کیونکہ جبراً سازش کے ساتھ کسی چیز پر کسی کے قابض ہو جانے سے وہ چیز اس کے لئے

شرعاً مباح نہیں ہو سکتی۔ (موعظہ غدیر ص ۲۱-۲۲)

اب سوال یہ ہے کہ اگر غدیر خم میں حضور علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد خلیفہ بلا فصل فرما دیا تھا۔ تو پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ کیوں کہا کہ چلو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھیں کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا؟ (جس کو میں نے حوالہ نمبر ۱ میں اوپر لکھ دیا ہے۔)

سوال نمبر ۲: اگر خم غدیر میں حضور علیہ السلام نے اپنے بعد کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ولی عہد بنا دیا تھا۔ تو پھر حضور علیہ السلام نے کیوں فرمایا کہ جو شخص حاکم امر مسلماناں ہو لازم ہے کہ انصار نیکوکار کی رعایت کرے اور بدکار سے درگزر کرے؟ (جیسے اوپر حوالہ نمبر ۲ میں لکھا جا چکا ہے) کیوں نہ یہ وصیت اپنے ولی عہد ہی کو فرمادی؟

سوال نمبر ۳: اگر خم غدیر میں حضور علیہ السلام نے اپنے بعد کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر فرما دیا تھا۔ تو پھر حضور علیہ السلام نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اپنے آخری وقت وصال میں یہ کیوں فرمایا کہ اے عم رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) میری وصیت کو قبول کر دو میری میراث لو اور میرا دین ادا کرو اور میرے وعدوں کو عمل میں لاؤ۔ اور تجھے بری کر دو؟ (جیسے اوپر بیان ہو چکا) کیوں نہ یہ وصیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہلے ہی سے نہ فرمادی؟ کہ ہم نے تم کو بمقام خم غدیر خلیفہ اور اپنا وصی بنا دیا ہے۔ تم ایسا کرنا اور ویسا کرنا۔

سوال نمبر ۴ :- اگر خم غدیر میں حضور علیہ السلام نے اپنے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر فرما دیا تھا۔ تو پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ کیوں سوال کیا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر امر خلافت ہم بنی ہاشم میں قرار پائے گا۔ پس ہم کو بشارت دیجئے کہ ہم خوش ہوں؟ جبکہ علی المرتضیٰ خلیفہ مقرر ہو چکے تھے تو سوال کرنے کا کیا فائدہ تھا؟
(جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے)

سوال نمبر ۵ :- اگر خم غدیر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت کا فیصلہ فرما دیا تھا۔ تو جب امر بن طفیل نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا تھا۔ کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنے بعد مجھے خلیفہ بنا دیں۔ تو حضور علیہ السلام نے امر کو یہ جواب کیوں دیا تھا۔ کہ اس کا اختیار خدا کو ہے مجھے اور تجھے اس بات میں دخل نہیں؟ تو آپ کا جواب تو یہ ہونا چاہیئے تھا۔ کہ خلافت کا فیصلہ تو ہم بحق علی رضی اللہ عنہ کر چکے ہوئے ہیں۔ اب اس کا مطالبہ بے سود ہے۔ اس کو بھی اوپر تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے۔ اور یہ سب حوالے شیعہ حضرات کی کتابوں سے بیان کئے جا رہے ہیں۔ اس میں سستی کتب کا کوئی حوالہ نہیں ہے۔

سوال نمبر ۶ :- ① خلافت کا انعقاد جو خلیفہ اول کے لئے ہوا وہ اہل سنت کے اجماع سے ہے۔ نہ کہ خدا کے حکم سے۔ کیونکہ خدا کا حکم تو اس بارہ میں ملا ہی نہیں۔ (شرح المواقف ص ۳۷)

② دوسرا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بارہ میں۔ کائنات میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پوچھ لیتا کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا تمام عمر افسوس کیوں کرتے رہے۔ (تفسیر درمنثور جلد ۲ ص ۳۳۹)

③ تیسرا یہ صحیح بخاری وغیرہ میں ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر میں کسی کو اپنی جگہ خلیفہ نہ کروں تو جو پھر سے بہتر ہے یعنی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) انہوں نے بھی کسی کو خلیفہ نہیں کیا تھا۔

(کتاب آیات حکمات مصنفہ مشہور شیعہ عالم شہید امیر حسن صاحب مطبوعہ نظامی پریس لکھنؤ ص ۳۱) یہ تین حوالے اسی کتاب میں موجود ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر بمقام خم غدیر حضور علیہ السلام حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر فرما چکے تھے۔ تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسے ایسے بیانات کیوں دیئے؟ اور شیعہ عالم نے اپنی معتبر کتاب میں کیوں لکھے؟

سوال نمبر ۷ :- علامہ صاحب نے ”موقف غدیر“ کتاب میں ایک حدیث شریف نقل کی ہے۔ عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے۔ کہ ایک روز صبح کو پیغمبر علیہ السلام و آلہ السلام نے ایک بڑا گہرا سانس بھرا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کیوں گہرے سانس بھرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے ابن مسعود ہم کو ہمارے انتقال کے جانے پر مطلع کیا گیا ہے۔ میں نے عرض کیا آپ اپنے پیچھے کسی کو خلیفہ بنا جائیں آپ نے فرمایا کس کو بناؤں؟ میں نے کہا ابو بکر کو (رضی اللہ عنہ) آپ خاموش ہو گئے۔

پھر آپ نے ایک گہرا سانس بھرا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کیوں گہرے سانس بھرتے ہیں۔ فرمایا آپ نے ابن مسعود ہمارے انتقال کرنے پر ہم کو مطلع کیا گیا۔ میں نے عرض کیا آپ اپنے پیچھے کسی کو خلیفہ مقرر کر دیں۔ آپ نے فرمایا کس کو؟ میں نے کہا عمر (رضی اللہ عنہ) کو آپ پھر خاموش ہو گئے۔ پھر ایک ساعت کے بعد آپ نے ایک گہرا سانس بھرا۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کیوں گہرے سانس بھرتے ہیں۔ فرمایا مجھے اپنے انتقال کی خبر ملی ہے۔ میں نے کہا حضور آپ کسی کو خلیفہ بنا جائیں۔ آپ نے فرمایا کس کو؟ میں نے کہا علی ابن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت ارشاد کیا۔ خدا کی قسم اگر تم نے اس سے بیعت کی تو وہ تم سب کو جنت میں داخل کریں گے۔

ناظر بن کرام غور فرمائیے۔ علامہ صاحب کو اس حدیث سے کیا فائدہ پہنچا؟ اس حدیث شریف سے تو صرف اتنی بات ثابت ہوئی کہ اگر تم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت میرے بعد کر لی تو وہ تم سب کو جنت میں داخل کریں گے۔ یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام نے خم غدیر میں آپ کو خلیفہ مقرر کر دیا تھا؟

اب علامہ حائری صاحب کے قلم سے ثابت ہو گیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی مبارک میں ہرگز کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا۔ اگر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خم غدیر میں اپنے بعد خلیفہ مقرر کر دیا ہوتا تو حضور علیہ السلام کو بار بار گہرے سانس

بھرنے کی کیوں ضرورت پڑتی؟ تو پھر عبد اللہ بن مسعود سے بار بار کیوں پوچھتے کہ کس کو خلیفہ کروں؟ اس حدیث شریف سے تو علامہ حائری صاحب کے تمام دلائل باطل ہو رہے ہیں۔ جو اس کتاب میں جا بجا تحریر کر چکے ہیں۔ سب پر پانی پھیر کر اس حدیث شریف نے سب دلائل کو باطل کر دیا ہے۔ اس لئے کہ اس حدیث میں واضح طور پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار ارشاد فرما رہے ہیں کہ کس کو خلیفہ کروں؟ کس کو خلیفہ کروں؟ کس کو خلیفہ کروں؟

اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خم غدیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد کے لئے خلیفہ مقرر کر دیا تھا۔ تو پھر کسی قسم کے سوال و جواب عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ حضور انور علیہ السلام صاف طور پر فرمادیتے کہ اے ابن مسعود ہم نے خم غدیر کے موقع پر اپنے بعد کے لئے خلیفہ مقرر کر دیا ہے۔ تو پھر بار بار گہرے سانس بھرنے کی کیا ضرورت پیش آ سکتی تھی؟ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو بار بار یہ عرض کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ کہ آپ کسی کو خلیفہ مقرر فرمائیں؟ پس اسی ایک حدیث سے صاف اور واضح طور پر یہ بات ثابت ہو گئی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی مبارک میں ہرگز کسی کو خلیفہ نہیں مقرر فرمایا۔ جب آپ نے کسی شخص کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کیا ہی نہیں۔ تو پھر علامہ حائری کو

یہ ۸۰ صفحات کی کتاب لکھنے سے کیا فائدہ ہوا؟ بلکہ علامہ صاحب کی یہ ساری محنت ہی ضائع ہو گئی۔ یہ حدیث شریف لکھ کر خود ہی اپنے جال میں پھنس گئے۔ اور اپنے باطل دلائل کی خود ہی تردید کر دی ہے۔ اسی حدیث پاک سے جینتی صاحب کے بیانات جو اوپر لکھے جا چکے ہیں۔ سب کے سب باطل ہو گئے۔ اس لئے کہ ان میں کوئی صداقت نہ تھی۔ اور یہ سب کچھ میں رافضی شیعہ حضرات کی کتابوں سے من وعن نقل کر رہا ہوں۔

سوال نمبر ۸۔ امر خلافت خلفائے ثلاثہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مستقل طور پر حکومت کرنے کا موقع ملا۔ اس لئے ان کے فرائض میں ثبات بھی داخل تھی کہ خلفائے ثلاثہ نے اگر کوئی آئین دستور یا قانون اسلام کے خلاف بنا کر نافذ کیا تھا تو اس کو بدل کر اسلام کے مطابق کر دیتے۔ اس اصول کی روشنی میں اگر دیکھا جائے۔ اور انصاف سے غور کیا جائے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں خلفائے ثلاثہ کے کسی قانون کو نہیں بدلا۔ بلکہ اسی طرح خلفائے ثلاثہ کے نظام کو قائم رکھا۔ اور ان کی کسی پالیسی کو نہیں بدلا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ رویہ اس امر پر یقین ثبوت ہے۔ کہ وہ اپنے پیش رو خلفائے ثلاثہ کو برحق سمجھتے تھے اور ان کے فیصلوں کو بھی معنی علی الحق سمجھتے تھے۔ ورنہ ان کے ہر نظام کو بدل دیتے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر خلفائے ثلاثہ کی خلافت ہی ناجائز تھی۔ تو جناب علی المرتضیٰ نے اپنے عہد خلافت میں ان کے ہی نظام و قانون وغیرہ کو کیوں بحال رکھا؟ کیوں نہ بدل دیا؟ جبکہ ان کی خلافت ہی ناجائز تھی؟

سوال نمبر ۹۔ آپ نے موعظہ غدیر ص ۳۳ پر لکھا ہے۔ حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) نے جناب سیدہ رضی اللہ عنہا کا حق فرک پیغمبر علیہ السلام کے فوت ہوتے ہی غصب کر لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت الرسول یعنی فاطمہ الزہراء کے گھر کو پیغمبر اسلام کے فوت ہوتے ہی آگ سے جلا دیا۔ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے حقوق منصوص من اللہ والرسول کو پامال کر دیا اور ان کے منصب خلافت کو غصب کر کے قابض ہو گئے۔ اگرچہ یہ سب الزامات غلط ہیں اور بہتان عظیم ہیں۔ جن کا کوئی ثبوت کہیں بھی نہیں ملتا۔ اگر یہ الزامات علامہ حائری کے نزدیک صحیح ہیں۔ تو پھر سوال یہ ہے۔ کہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کیوں خاموش رہے۔ کیوں نہ تلوار اٹھائی؟ اگر کہو کہ صبر کیا۔ تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے حق کے لئے کیوں جنگ کی؟ اور پھر صبر کا حکم تھا۔ تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کیوں یزید پلید سے جنگ کی؟ اور سارا کنبہ شہید کر دیا اور خود بھی شہید ہو گئے؟ اگر کہو کہ شیر خدا ڈر گئے۔ تو شیر خدا کیسے ہوئے؟ بیٹا تو ۲۲ ہزار یزیدی فوج کے سامنے ڈر نہیں تو باپ شیر خدا کیسے ڈر گئے؟

سوال نمبر: ۱۔ آپ نے اسی صفحہ پر لکھا ہے کہ عثمان (رضی اللہ عنہ) نے قرآنوں کے جلا دینے پر ہاتھ صاف کیا۔ اور شیعہ حضرات کی معتبر کتاب میں لکھا ہے کہ جب امیر رضی اللہ عنہ کو برائے بیعت بلایا گیا جناب امیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے قسم کھائی ہے۔ جب تک قرآن جمع نہ کر لوں۔ گھر سے باہر نہ آؤں۔ اور چادر کندھے پر نہ ڈالوں۔ بعد چند روز قرآن ناطق یعنی جناب امیر رضی اللہ عنہ نے قرآن کو جمع فرمایا۔ اور جزدان میں رکھ کر سر ہمہ کر دیا۔ پھر مسجد میں تشریف لا کر صحیح مہاجرین و انصار میں ندا فرمائی کہ اے گروہ مردمان جب میں دفن پیغمبر آخر الزمان سے فارغ ہوا بحکم آنحضرت علیہ السلام قرآن جمع کرنے میں مشغول ہوا۔ اور صحیح آیات و سورہ ہائے قرآن کو میں نے جمع کیا اور کوئی ایہ آسمان سے نازل نہ ہوا۔ جو حضرت نے مجھے نہ سنا یا ہو۔ اور اس کی تعلیم مجھے نہ کی ہو۔ چونکہ اس قرآن میں چند آیات کفر و نفاق منافقین قوم و آیات نص خلافت جناب امیر صریح تھے۔ اس وجہ سے خلافت نے اس قرآن سے انکار کر دیا۔ جناب امیر رضی اللہ عنہ جہنمناک اپنے حجرے طاہرہ کی طرف تشریف لے گئے۔ اور فرمایا۔ اب اس قرآن کو تم لوگ تا ظہور قائم آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ دیکھو گے۔ (شیعہ کی معتبر کتاب جلاء العیون جلد اول ص ۲۰۲-۲۰۳)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن پاک کی تدوین و ترتیب خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کی ہے۔ تو علامہ حائری

فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان نے قرآن جلا دیئے۔ تو پھر سوال یہ ہے کہ اس کتاب ”موعظہ غریہ“ میں کونسے قرآن کی آیتیں نقل کر رہے ہیں؟ جب سب کے سب شیعہ و رافضی حضرات اس قرآن کو ہی نہیں مانتے۔ اور اصل قرآن علی المرتضیٰ کا جمع کردہ امام غائب حضرت جہدی رضی اللہ عنہ کے پاس ہے اور وہ کہیں غائب ہیں۔ اب شیعہ حضرات کے پاس کونسا قرآن ہے۔ جس سے ان کی مسلمانی کا ثبوت ہو سکے اور علامہ حائری کونسے قرآن کی آیتیں لکھ کر علی المرتضیٰ کی خلافت بلا فصل کی نص پیش کر رہے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کی آیت نص تو اس قرآن میں ہو گی۔ جس کو امام غائب کے کہیں غائب ہیں تو پھر جب شیعہ حضرات کے نزدیک یہ قرآن ہی مشکوک ہے۔ جیسے فقہ جعفریہ میں بھی قرآن کا مشکوک ہونا لکھا ہے۔ تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شیعہ و رافضی حضرات کونسے قرآن کے مطابق اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں؟ جبکہ ان کے پاس کوئی الہامی کتاب ہی نہیں؟ اور علامہ حائری صاحب کو بھی سوچ سمجھ کر جواب دینا چاہیے کہ آپ نے صاف لفظوں میں اقرار کیا۔ کہ حضرت عثمان نے قرآن جلانے پر ہاتھ صاف کیا۔ تو پھر آپ اسی قرآن جو حضرت عثمان غنی نے جمع کیا ہے اُسی قرآن کے حوالے پیش کر کے علی المرتضیٰ کے بلا فصل خلیفہ ہونے کا ثبوت کیوں پیش کر رہے ہیں؟ آپ کو تو اسی قرآن کا انتظار کرنا چاہیے جو امام غائب کے پاس ہے۔ جس میں خلیفہ بلا فصل علی المرتضیٰ

کی خلافت کی نص موجود ہو۔ اس موجودہ قرآن میں تو کوئی نص موجود نہیں جس سے ثابت ہو سکے کہ آپ خلیفہ بلا فصل تھے؟ اور یہی قرآن حق اور سچ ہے۔ جو زمانہ رسالت سے لے کر اب تک اسی طرح موجود ہے۔ جس طرح نازل ہوا تھا۔

اب میں شیعہ حضرات کی معتبر کتاب سے صرف تین حوالے پیش کرتا ہوں۔ کہ اصل سچا قرآن یہی ہے۔ جو ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ یہی قرآن حضرت علی رضی اللہ عنہ پڑھتے تھے۔ یہی قرآن ائمہ اہل بیعت رضی اللہ عنہم پڑھتے تھے اور یہی قرآن شریف ہمیشہ رہے گا امام مہدی رضی اللہ عنہ قشرف لائیں گے۔ تو اسی قرآن شریف کی اشاعت فرمائیں گے۔ باقی سب روایتیں خرافات ہیں جو رافضی قسم کے لوگوں کی ٹکھڑی روایتیں ہیں۔ اب سینے کتب شیعہ سے اسی قرآن کے ثبوت میں۔

حوالہ نمبر ۱: شیخ صدوق کہ جو اجل علماء شیعہ سے ہیں۔ سالہ اعتقادات میں تحریر کرتے ہیں کہ قرآن مجید کے بارہ میں ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ بے شک جو قرآن اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل فرمایا ہے۔ اُسی قدر ہے۔ جو درمیانِ دقتین کے ہے۔ اور وہ یہی ہے جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔ اس سے زیادہ نہیں ہے۔ اس کی سورتیں لوگوں کے نزدیک ایک سو چودہ ہیں اور ہمارے نزدیک وَالْفُتٰی وَالْمُشْرِخِ ایک سورۃ ہے۔ اور لَا مُخْلَافَ وَالْمُتْرَکِیْفِ ایک سورۃ ہے۔ جس نے ہماری طرف یہ نسبت کی کہ قرآن اس سے

زیادہ تھا وہ جھوٹا ہے۔ (شیعہ کی بڑی معتبر کتاب آیات حکمت جلد دوم ص ۱۸۷ مصنف سید امیر حسن مطبوعہ نظامی پریس لکھنؤ)

حوالہ نمبر ۲: سید مرتضیٰ جو اجل علماء اور مجتہد مذہب شیعہ کے ہیں۔ ان کا قول تفسیر مجمع البیان میں یہ ہے۔ ترجمہ: یعنی علم قرآن کی صحت کا ایسا ہے۔ جیسا کہ شہروں اور بڑے بڑے حادثات و واقعات کا علم یا مشہور کتابوں یا عرب کے لکھے ہوئے اشعار کا یقین ہے۔ جب اس کی نقل کی ضرورتیں زیادہ ہوئیں تو نہایت توجہ سے کام لیا گیا۔ اور حد سے زیادہ اُس کی نگرانی کی گئی۔ کیونکہ قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا معجزہ اور جمیع علوم شرعی اور احکام دین کا ماخذ ہے۔ علماء اسلام نے اس کی حفاظت میں وہ کوشش کی کہ جو کچھ اختلاف اس کے اعراب قرأت و حروف و آیات میں تھا۔ اس کو جیز کر دیا۔ پس باوجود اتنی توجہ اور سخت نگرانی کے کیونکہ ممکن ہے کہ قرآن میں تبدل و تغیر یا کمی ہو۔ در مجمع البیان ص ۱۸۷ طبع ایران بحوالہ کتب مذکورہ

حوالہ نمبر ۳: علامہ طبرسی فاضل موصوف کے اس قول کو بھی ناٹیدا اپنی تفسیر مجمع البیان میں درج کرتے ہیں۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ بہ تحقیق یہ قرآن عہد رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مجموعہ مؤلف اسی طرح تھا۔ جیسا اب ہے۔ اور استدلال کیا ہے کہ اس قرآن کا درس ہوتا تھا۔ اور یہ حفظ کیا جاتا تھا اور یہ قرآن منح اقدس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں لایا جاتا تھا۔

اور ایک جماعت صحابہ نے مثل حضرت عبداللہ بن مسعود و ابی کعب (رضی اللہ عنہما)

نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کے کئی ختم کئے۔ پس ان وجوہ سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قرآن مجموعہ مرتب تھا نہ کہ منتشر اور پراگندہ۔ (کتاب مذکور ص ۱۸)

ناظرین کرام! یہ تین حوالے میں نے شیعوہ علماء کی معتبر کتاب سے نقل کئے ہیں۔ اور میں نے یہ دس سوالات علامہ حائمی کی خدمت میں پیش کئے ہیں۔ آپ برائے مہربانی جواب عطا فرما کر مشکور ہونے کا موقع عطا فرمائیں۔ اگر جواب نہ دے سکیں، تو حق کو قبول فرما کر صحابہ کرام کی بدگوئی سے باز آجائیں۔ اور اپنا نامہ سیاہ نہ کریں۔

رافضی علماء کا علی المرتضیٰ پر بہتان عظیم

ناظرین کرام غور فرمائیں۔ کہ رافضی علماء نے جناب علی المرتضیٰ پر کیسے کیسے الزامات لگا کر شان الوہیت تک پہنچا دیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ جناب علی علیہ السلام نے اپنے بعض خطبات میں ارشاد فرمایا ہے۔ کہ میں وہ ہوں کہ جس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔ جنہیں بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔ میں وہ ذوالقرنین ہوں۔ جس کا ذکر صحف اولیٰ میں ہے۔ میں خاتم سلیمان کا مالک ہوں۔ میں یوم حساب کا مالک ہوں۔ میں صراط اور میدان حشر کا مالک ہوں۔ میں قاسم جنت والنار ہوں۔ (معاذ اللہ استغفر اللہ) میں اول آدم ہوں۔ میں اول نوح ہوں۔ میں جبار

کی آیت ہوں۔ میں اسرار حقیقت ہوں۔ میں درختوں کو پتوں کا لباس دینے والا ہوں۔ میں پھلوں کا پکانے والا ہوں۔ میں چشموں کو جاری کرنے والا ہوں۔ میں شہروں کو بہانے والا ہوں۔ میں علم کا خزانہ ہوں۔ میں علم کا پہاڑ ہوں۔ میں امیر المومنین ہوں۔ میں مستنزل کرہنے والا ہوں۔ میں صاعقہ ہوں۔ میں حقانی آواز ہوں۔ میں قیامت ہوں ان کے لئے جو قیامت کی تکذیب کریں۔ میں وہ کتاب ہوں جس میں کوئی ریب نہیں۔ میں وہ اسمائے حسنیٰ ہوں جس کے ذریعہ خدا نے دعا قبول کرنے کا حکم دیا۔ میں وہ نور ہوں جس سے موسیٰ (علیہ السلام) نے ہدایت کا اقتباس کیا۔ میں صور کا مالک ہوں۔ میں قروں سے مردوں کو نکالنے (زندہ) کرنے والا ہوں۔ میں یوم المنصور کا مالک ہوں۔ (توبہ استغفر اللہ) میں نوح (علیہ السلام) کا ساتھی اور اس کو نجات دینے والا ہوں۔ (معاذ اللہ استغفر اللہ) میں ایوب (علیہ السلام) بلا رسیدہ کا صاحب اور اس کو شفا دینے والا ہوں۔ میں نے اپنے رب کے امر سے آسمانوں کو قائم کیا۔ میں صاحب ابراہیم ہوں۔ میں کلیم کا عصبہ ہوں۔ ملکوت کو دیکھنے والا ہوں۔ میں وہ حق ہوں جسے موت نہیں۔ میں تمام مخلوقات پر ولی حق ہوں۔ میں وہ ہوں جس کے سامنے بات نہیں بدل سکتی۔ مخلوق کا حساب میری طرف سے ہے (استغفر اللہ) میں وہ ہوں جسے امر مخلوق تفویض کیا گیا۔ میں خلیفۃ اللہ ہوں (معاذ اللہ استغفر اللہ) ثم استغفر اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

(رافضی عالم کی معتبر کتاب علماء العیون اردو جلد دوم ص ۱۱۱)

ناظرین حضرات:- میں اب رافضی علماء سے پوچھتا ہوں کہ باوجود ایسی قدرت اور طاقت اور اعجاز کے شیر خدا حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ سے خلفائے ثلاثہ نے خلافت کو کیسے غصب کر لیا؟ جب کہ وہ معاذ اللہ منافق تھے؟ حالانکہ یہ تمام صفات خداوندی ہیں۔ جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے شان میں رافضی عالم نے لکھی ہیں۔ ہرگز حضرت مرتضیٰ نے اپنے شان میں کبھی بھی ایسے الفاظ ارشاد نہیں فرمائے۔ یہ شیر خدا حضرت علی المرتضیٰ پر بہتان عظیم ہے۔ یہ رافضی علماء کی تمام باتیں منگھڑت اور بے بنیاد ہیں۔ اور سفید جھوٹ اور افتراء عظیم ہے۔ ہرگز ہرگز مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے اپنی شان میں ایسے الفاظ کبھی بھی استعمال نہیں کئے۔ کیونکہ یہ تمام صفات باری تعالیٰ کی شان ہے۔ بندے کے لئے یہ کیسے جائز ہو سکتے ہیں؟ یہ ظالم رافضی علماء کا سفید جھوٹ ہے۔ اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہے۔ یہی خبر آج سے چودہ سو سال پہلے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمادی تھی کہ میرے بعد ایک رافضی فرقہ ظاہر ہوگا۔ جو علی المرتضیٰ میں وہ چیز بڑھادے گا جو نہیں ہے۔ اور دوسرے صحابہ کو تبرا کرے گا۔ جس کا تفصیل کے ساتھ حصہ اول میں بیان کر دیا گیا ہے۔

قارئین کرام ایک اور عقیدہ عجیب و غریب رافضی لوگوں کا رافضی علماء کے قلم سے نقل کرتا ہوں جس سے روز روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے۔ کہ رافضی لوگوں کا مذہب بے بنیاد الف یلے کی کہانیوں اور امیر حمزہ کی

داستانوں سے کچھ کم نہیں۔ ذرا ہوش و حواس قائم رکھتے ہوئے ملاحظہ فرمائیں۔ کہ ایسا مذہب رافضی لوگوں نے اختیار کر رکھا ہے۔ کہ جس کا ثبوت نہ قرآن و حدیث شریف میں مل سکے۔ نہ فقہائے اقوال سے ہی مل سکے۔ لہذا یہ رافضی مذہب باطل ہونے میں کیا شبہ رہ جاتا ہے جب کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی کتاب ہدایت کے لئے ہے ہی نہیں۔ موجودہ اصل قرآن کو رافضی علماء مشکوک بتاتے ہیں۔ ان کا قرآن امام غائب کے پاس ہے۔ پھر ان لوگوں کی مسلمانی کا کیا ثبوت رہ گیا؟ پہلے اپنے آپ کو مسلمان ثابت تو کریں؟ پھر خلافت کی طرف آئیں۔

قیامت سے پہلے رجعت

امام مہدی علیہ السلام کے عہد ظہور میں قیامت سے پہلے زندہ ہونے کو رجعت کہتے ہیں یہ رجعت ضروریات مذہب امامیہ سے ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ظہور کے بعد بحکم خدا شدید ترین کافر اور منافق اور کامل ترین مؤمنین حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آئمہ طاہرین بعض انبیاء سلف برائے اظہار حق محمدی دنیا میں پلٹ کر آئیں گے۔ اس میں ظالموں کو ظلم کا بدلہ اور مظلوموں کو انتقام کا موقع دیا جائے گا اور اسلام کو اتنا فروغ دے دیا جائے گا کہ دنیا میں صرف اسلام رہ جائے گا امام حسین علیہ السلام کا مکمل بدلہ لیا جائے گا۔

اور دشمنان آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قیامت میں عذابِ اکبر سے پہلے رجعت میں عذابِ اولیٰ کا مزا چکھایا جائے گا۔ شیطان سرورِ کائنات کے ہاتھوں سے نہر فرات پر ایک عظیم جنگ کے بعد قتل ہوگا۔ آئمہ طاہرین ہر عہد حکومت میں اچھے بُرے زندہ کئے جائیں گے۔

(شیعہ کی کتاب جو وہ ستارے ص ۶۱)

نواب محسن الملک سید محمد ہمدی علی خان جو کافی عرصہ شیعہ رہ چکے ہیں پھر اس سے توبہ کر کے اہل سنت میں داخل ہوئے۔ اپنی کتاب آیاتِ بینات میں مسئلہ رجعت کو اس طرح لکھتے ہیں کہ جب امام ہمدی ظاہر ہوں گے تب پیغمبر صاحب زندہ ہوں گے اور سارے اچھے اور پاک نیک لوگ زندہ ہوں گے۔ اور حضرت خاتونِ جنت زندہ ہوں گی۔ حضرت علی زندہ ہوں گے اس وقت خلفائے ثلاثہ قبروں سے نکالے جائیں گے۔ اور ان پر مقدمہ دائر ہوگا ایک طرف حضرت علی اپنا دعویٰ پیش کریں گے کہ میری خلافت غصب کی۔ دوسری جانب سے حضرت فاطمہ مدنی ہوں گی کہ مجھے مجروح کیا۔ محسن کو شہید کیا بارخِ فدک کو چھینا غرضیکہ بعد ثبوتِ کاملِ بیہم ہوگا کہ یہ لوگ درخت سے ٹکائے جائیں اور ان کو پھانسی دی جاوے۔ اس کے بعد نواب صاحب لکھتے ہیں کہ کیا کہا جائے ایسی خرافات و اہیاتِ بائیں ان مردودوں نے لکھی ہیں کہ جن کے دیکھنے سے مسلمان کے بدن پر لرزہ ہوتا ہے۔ غرضیکہ ان کے نزدیک اس وقت خدا کا وعدہ پورا ہوگا۔ اور تب ان کی ذلتِ کامل ہو کر

لوگوں پر ان کے نفاق کا حال کھلے گا۔ اور پھر اس مسئلہ رجعت کی نسبت لکھتے ہیں کہ یہ فرقہ حقہ اثنا عشریہ کے عقائدِ خاص سے ہے اور سب فرقے اس پاک اور نیک عقیدے سے بے نصیب ہیں۔

(آیاتِ بینات حصہ دوم ص ۳۵)

ناظرینِ حضرات توجہ فرمائیں۔ رافضی لوگوں نے کیسے کیسے عجیب و غریب مسائل بیان کئے ہیں جن کا کوئی ثبوت ان کے پاس نہیں رافضی علماء نہ خدا سے ڈرتے ہیں نہ رسولِ پاک سے شرم کرتے نہ اماموں سے حیا کرتے ہیں اگر یہ لوگ قرآن کو نہیں ملتے۔ تو کسی صحیح حدیث ہی سے ثبوت پیش کریں۔ اگر امام ہمدی رضی اللہ عنہ نے رجعت میں اصحاب ثلاثہ کو دوبارہ زندہ کئے ان کو سزا دے کر بدلہ لینا تھا۔ تو جناب علی رضی اللہ عنہ شیر خدا نے خود ان کی زندگی میں کیوں نہ تلوار اٹھائی؟ اور کیوں نہ خلفائے ثلاثہ کو ان کی زندگی ہی میں سزا دے کر ان سے بدلہ لے لیا؟ کیا امام ہمدی رضی اللہ عنہ کو جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے زیادہ طاقت ہوگی؟ اگر کہو کہ شیر خدا ڈر گئے تھے۔ تو شیر خدا کیسے ہوئے؟ آپ کا بیٹا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تو یزیدی فوج جو بائیس ہزار تھی اس سے نہیں ڈرے۔ تو شیر خدا کیسے ڈر سکتے تھے۔ شیر خدا کی طاقت بھی اوپر بیان ہو چکی ہے۔ پھر اس قدر طاقت و قدرت رکھتے ہوئے ڈرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا

شاید شیعہ حضرات میں سے کسی صاحب کو یہ خیال پیدا ہو کہ ہم کو بار بار کتاب کے دونوں حصوں میں رافضی لقب سے کیوں پکارا جا رہا ہے؟ اس لئے کہ حدیث شریف میں اس قسم کے عقائد رکھنے والوں کو رافضی لقب دیا گیا ہے۔ لیکن میں شیعہ حضرات کی معتبر کتاب سے رافضی لقب کو ثابت کرتا ہوں۔ تاکہ شیعہ حضرات میں کسی کو بھی اعتراض کرنے کا موقع نہ مل سکے۔

حضرت امام حسن عسکری کی تعریف میں خلیفہ کے وزیر کا بیان

بیٹے نے باپ سے کہا: ارچو خلیفہ کا وزیر تھا اے پردہ کون جوان تھا جس کی آپ نے اس روز اس قدر تعظیم و تکریم کر کے اپنی جان اور اپنے ماں باپ کی جان ان پر فدا کی۔ یہ سن کر میرے باپ نے کہا: اے فرزند وہ جوان رافضیوں کا امام ہے۔ یہ کہہ کر کچھ سکوت کیا اور کہا اے فرزند اگر خلافت بنی عباس سے نکل جائے۔ اس شخص کے سوا دوسرا شخص مستحق خلافت نہیں ہے۔ اس لئے وہ بسبب زہد و عبادت و فضل و کمال عفت نفس و شرافت نسب علوی حسب و جمیع صفات کمالیہ سزاوار خلافت ہیں۔ اے فرزند اگر تو ان کے باپ کو دیکھنا تو تجھے معلوم ہوتا کہ وہ کیسے شرف و جلالت فضل و کمال میں بے مثال تھے ان باتوں سے

مجھے غصہ آیا حیرت و تفکر مجھے زیادہ ہوا۔ اس کے بعد ہمیشہ لوگوں سے تفحص حالات کرتا تھا۔ مگر ذرا دیر و امیر و سادات و اشراف سے سب میں ان کی تو صیغہ فضل و جلالت و علم و بزرگواری سناتا تھا۔ اور سب ان کو بنی ہاشم پر مقدم رکھتے تھے اور فضیلت دیتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ امام رافضیوں کے ہیں (جلال العیون اردو جلد دوم ص ۲۶۱) اب شیعہ حضرات میں سے کسی کو بھی یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ رافضی لقب سے ناراض ہو کر مجھ پر کسی قسم کا اعتراض کرے۔ بلکہ ان کو رافضی لقب مبارک ہو۔ اور مبارک ہو۔

خلفائے ثلاثہ کو تبرک کرنے والوں رافضیوں۔ ذرا اپنے گریبان میں جھانک کر بھی تو دیکھو تم نے اہل بیت سے کیسے کیسے ظلم کئے ہیں حالانکہ تم اہل بیت کہلاتے ہو۔ غور کرو تمہاری ہی کتابوں سے نقل کرتا ہوں۔

امام حسن رضی اللہ عنہ سے رافضیوں کا سلوک

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے رافضی اس لئے ناراض ہیں کہ آپ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر کے مسلمانوں کو کشت و خون سے بچا لیا۔ جب ان منافقین نے یہ کلام حضرت سے سنا ایک نے دوسرے پر نظر کی اور کہا اس کلام سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو

معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے صلح منظور ہے۔ اور چاہتے ہیں کہ منصب خلافت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو دلائیں۔ پس سب اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا (معاذ اللہ) یہ شخص مثل اپنے پدر کافر ہو گیا ہے۔ یہ کہہ کر بلوا کر دیا۔ اور اسباب امام حسن رضی اللہ عنہ کا ٹوٹ لیا۔ یہاں تک کہ جلے نماز حضرت کی پاؤں کے نیچے سے کھینچ لی اور رواء دوش مبارک تٹا لی۔
(شیعہ کی معتبر کتاب جلاء العیون اردو ص ۷)

اور اسی کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ بخدا سو گند اس جماعت سے میرے لئے معاویہ رضی اللہ عنہ بہتر ہے۔ یہ لوگ دعوے کرتے ہیں کہ ہم شیعہ ہیں۔ اور میرا الزام قتل کیا۔ اور میرا مال لوٹ لیا۔ بخدا معاویہ رضی اللہ عنہ سے میں عہدوں اور خون حفظ کروں اور اپنے اہل و عیال میں ایمن ہو جاؤں۔ اس سے بہتر ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کریں اور میرے اہل و عیال و عزیز و اقارب ضائع ہو جائیں بخدا سو گند اگر میں معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کروں۔ یہی لوگ مجھے پکڑ کر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دے دیں۔

اور اسی کتاب میں لکھا ہے۔ شیخ کشی نے بسند معتبر امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ ایک روز امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے گھر کے دروازہ پر بیٹھے تھے۔ ناگاہ ایک (سوار آیا کہ اے سفیان بن لیث کہتے تھے۔ اس نے کہا۔ السلام علیکم اے ذلیل کنندہ مومنان) ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ شیعان علی رضی اللہ عنہ نے

ان کے خلیفہ اکبر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے کیا سلوک کیا۔ صرف اس جرم پر کہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرتے ہیں۔ ان کو اور ان کے قبلہ جناب امیر رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ کافر کہا۔ اور بلوا کر کے ان پر ٹوٹ پڑے۔ مال لوٹ لیا۔ اور آپ کے پاؤں کے نیچے سے مصلی کھینچ لیا۔ اور دوش مبارک سے چادر اُتار لی۔ یہ کہ تو ت شیعہ لوگوں کی ہے۔

قاتلانِ امام حسین شیعہ ہی تھے۔

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے جو سلوک شیعہ لوگوں نے کیا کتب شیعہ اس پر شاہد ہیں۔ کہ فر سے ہزاروں کی تعداد میں مراسلات بھیج کر امام رضی اللہ عنہ کو منگوا یا۔ پہلے حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ کو معہ خورد سال بچوں کے شہید کیا۔ پھر امام حسین رضی اللہ عنہ کو انہی شیعہ لوگوں نے بے دردی سے شہید کیا۔ چنانچہ جلاء العیون اردو ص ۳۵۸ جلد اول میں تصریح ہے۔

پس بیس ہزار مرد عراقی نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے بیعت کی اور جنہوں نے بیعت کی تھی۔ خود انہوں نے شمشیر امام حسین پر کھینچی اور ہتھوڑ بیعت ہائے امام حسین رضی اللہ عنہ ان کی گردنوں میں تھکی کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا خطبہ بتما کوفہ

امام زین العابدین نے فرمایا: اَیُّهَا النَّاسُ میں تم کو قسم خدا کی دیتا ہوں۔ تم جانتے ہو۔ کہ میرے پدر کو خطوط لکھے اور ان کو فریب دیا۔ اور ان سے عہد و پیمان کیا۔ اور ان سے بیعت کی۔ آخر کار ان سے جنگ کی اور دشمن کو ان پر مسلط کیا۔ پس لعنت ہو تم پر تم نے اپنے پاؤں سے جہنم کی راہ اختیار کی۔ (جلاء العیون جلد دوم ص ۲۱۲)

پندرہ خطوط کے مختصر حوالے

جلاء العیون صفحہ نمبر ۱۸۸ و ۱۸۹ و ۱۹۰ پر موجود ہے۔

- (۱) حبیب ابن مظاہر از جمیع شیعیان و مومنین و مسلمین اہل کوفہ کی جانب سے خدمت امام حسین بن علی بن ابی طالب ہے۔ آپ پر سلام خدا ہو۔
- (۲) یہ عربینہ شیعہوں اور ذریعوں و مخلصوں کی طرف سے خدمت امام حسین بن علی بن ابی طالب ہم مشتاقوں کے پاس تشریف لائے والسلام۔
- (۳) پھر امام صاحب نے بھی ان کی طرف خط میں لکھا۔ یہ خط حسین بن علی کا شیعہوں مومنوں مسلمانوں اہل کوفہ کی طرف ہے۔

اس سے صرف یہ بتانا مقصود ہے۔ کہ خط لکھنے والے شیعہ ہی

تھے اور آپ کو شہید کرنے والے بھی شیعہ ہی تھے۔

جب حضرت مسلم کی شہادت کی خبر ملی۔ تو فرمایا حضرت امام نے کہ ہمارے شیعہوں نے ہماری نصرت سے ہاتھ اٹھا لیا ہے جسے منظور ہو مجھ سے جدا ہو جائے۔ کوئی ہرج نہیں۔ پس ایک گروہ جو بطبع مال غنیمت و راحت و عزت دنیا حضرت کے رفیق ہوئے تھے۔ ان اخبار کے استماع سے متفرق ہو گئے۔ اور اہل بیت و خویشان آنحضرت اور ایک جماعت از روئے ایمان و یقین رفیق حضرت تھے۔ باقی رہ گئے۔ (جلاء العیون اردو جلد دوم ص ۲۱۲)

آپ کے اس ارشاد سے صاف طور پر ثابت ہو گیا۔ کہ آپ کو اور آپ کے کنبہ کو شہید کرنے والے صرف شیعہ ہی تھے۔

ناظرین حضرات میں نے رافضی و شیعہ حضرات کی معتبر کتابوں سے اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے ثابت کر دیا ہے۔ کہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت برحق تھی۔ اور قاتلان امام حسین بھی شیعہ ہی تھے۔ اب میں خلفائے ثلاثہ کے دشمن رافضی لوگوں کا قصور اس حال معتبر کتابوں سے نقل کرتا ہوں۔ جن کو دنیا ہی میں عبرت ناک سزا مل چکی تھی اور آخرت کی سزا اس کے علاوہ ہو گی۔ جو جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ ہو گی۔ اور بعض رافضی نائب بھی ہو گئے تھے۔

خلفائے ثلاثہ کے دشمن رافضی لوگوں کا انجام

حوالہ نمبر ۱: حلب کے رافضیوں کی چالیس آدمیوں کی ایک جماعت مدینہ منورہ آئی بہت سامان ان کے ساتھ تھا کہ خادمِ روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ حاکمِ مدینہ کو پہنچائیں تاکہ وہ شیخین کے (جسم مبارک) روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نکال کر لے جائیں پھر خود حاکمِ مدینہ کے پاس گئے کہ وہ خادم کو حکم دے کہ ہم رات کسی وقت مسجد میں داخل ہونا چاہیں تو وہ مانع نہ ہو۔ حاکم نے مال لے کر اجازت دے دی کہ قبریں کھود کر نکال لے جائیں۔ خادم بڑا فکر مند ہوا رات گئے وہ گنتی بیچنے لے کر مسجد میں داخل ہوئے۔ اور زمین ان سب کو نکل گئی۔ اور حاکمِ مدینہ جذام میں مبتلا ہوا۔ اس کے اعضاء کٹ کٹ کر گرے لگے۔ اور نہایت ذلت کی موت مرا۔ اس مقام پر ایک سیاہ پتھر سارے فرش سے الگ نظر آتا ہے۔ جہاں وہ چالیس رافضی زمین میں غرق ہو گئے تھے۔ (جذب القلوب مصنفہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی بحوالہ تحذیر المسلمین عن کید الکاذبین ص ۲۰۵ و ص ۲۰۶)

حوالہ نمبر ۲: ان چالیس آدمیوں کو اندر بھیج کر ان کے ساتھی جو باہر کھڑے تھے۔ خادم کا شور سن کر خادم کو قابو کرنے کا جیلہ سوچنے لگے۔ آخر اسے ایک دیران مکان میں لے گئے اور اس کی زبان کاٹ دی۔

اور اس کا منہ کیا وہ روضہ اقدس پر حاضر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں اس کے جسم پر ہاتھ پھیرا صبح اٹھا تو تمام اعضاء درست تھے۔ اس کے بعد انہوں نے دو دفعہ یہ جیلہ کیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح شفقت فرمائی اور صحیح سلامت اٹھا۔ (عند التحقيق ص ۲۲۵ مصنفہ علامہ ابراہیم عبیدی مالکی بحوالہ کتاب مذکورہ ص ۲) حوالہ نمبر ۳: ایک عارفِ کامل عمر بن مبارک حج کے لئے آئے۔ روضہ اطہر پر حاضری کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت اور مدح شیخین میں دردناک شعر پڑھے۔ ان اشعار میں شیخین کی اسلامی خدمات کا ذکر تھا۔ جب مسجد سے باہر آئے تو ایک شخص انہیں بلا کر گھر لے گیا اندر گئے تو دروازہ بند کیا اور ان کی زبان کاٹ دی۔ وہ ٹکڑا ان کے ہاتھ میں دے کر گھر سے نکال دیا۔ وہ روضہ اقدس پر حاضر ہوئے۔ رات جب سو گئے تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مع شیخین تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان کاٹا ہوا ٹکڑا اس سے لے لیا اور زبان کے ساتھ لگا دیا۔ بیدار ہوئے تو دیکھا کہ ٹکڑا غائب ہے۔ اور زبان بالکل درست ہے۔ دوسرے سال پھر یہی قصہ دہرایا۔ جب قصیدہ پڑھ چکے تو ایک شخص نے ان کی دعوت کی۔ اور گھر لے لیا۔ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہی گزشتہ سال والا مکان ہے۔ خیر اندر گئے اور کھانا کھایا۔

پھر وہ آدمی انہیں ایک اور کمرے میں لے گیا دیکھا کہ ستون سے ایک بندر بندھا ہے۔ میزبان نے کہا۔ یہ میرا والد ہے۔ یہ شیعہ تھا گزشتہ برس اس نے آپ کی زبان کاٹی تھی۔ رات چنگا بھلا سویا صبح دیکھا تو اس کی شکل بندر کی تھی۔ میں نے یہاں باندھ دیا۔ باہر نکلا تو رسوائی ہو گئی۔ میں نے اس کی حالت دیکھ کر شیعہ مذہب سے توبہ کر لی ہے۔ اب آپ اس کے لئے دعا فرمائیں۔

(جامع کرامت اولیاء اللہ ص ۳۴۳ جلد ۲ بحوالہ تحذیر الملیین ۲۰۴-۲۰۸)

حوالہ نمبر ۳۴۳۔ ایک مرد صالح با ارادہ حج روانہ ہوا۔ اس کا بغداد میں گزر ہوا۔ بغداد کے ایک زاہد کے پاس اس نے اپنا کچھ مال امانت رکھا اس نے اس شخص سے کہا کہ جب مدینہ میں پہنچا تو حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا سلام عرض کر دینا اور کہہ دینا کہ فلاں زاہد نے آپ کو سلام عرض کیا ہے۔ اور کہہ دے کہ اگر آپ کے پہلو میں دونوں سونے والے (البو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما) نہ ہوتے تو میں ہر سال آپ کی زیارت کیا کرتا۔ جب وہ شخص مدینہ پہنچا اس نے حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آپ کے ہمراہ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا اپنا پیغام پہنچا۔ میں نے پیغام کہہ دیا۔ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اس شخص کو حاضر کرو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے حاضر کیا۔ آپ نے فرمایا۔ اس کی

گردن مار دو۔ چنانچہ آپ نے گردن مار دی۔ اس کے خون کے تین نقطے اڑ کر میرے کپڑے پر بھی آ پڑے۔ میں گھبرا کر جاگا۔ تو وہ نقطے میں نے اپنے کپڑوں پر پائے۔ جب میں بغداد واپس آیا۔ تو ایک جوان مجھے اسی شخص کے مشابہ ملا۔ میں نے اس سے اس شخص کا حال دریافت کیا۔ وہ بولا کہ وہ میرا والد تھا۔ اپنے گھر میں سو رہا تھا ہم سب کے بیچ میں سے کوئی اُسے اڑا کر لے گیا۔ پھر اس کا پتہ نہیں لگا۔ میں نے اس کو سارا ماجرا سنایا وہ رویا اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی عداوت سے تائب ہو گیا اور میرا مال اس نے میرے حوالہ کیا۔

(نزہۃ المجالس دوم ص ۳۸۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابلیس سے پوچھا تیرا حبیب کون ہے اس نے کہا بے نمازی پھر پوچھا تجھے سب سے زیادہ عزیز آدمی کون ہے۔ اس نے کہا جو حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو بُرا کہتا ہو۔ (نزہۃ المجالس دوم ص ۳۸۲)

ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابلیس سے پوچھا کہ تو کہاں رہتا ہے۔ اس نے کہا ایسی قوم میں جن پر خدا کا غضب ہے کیونکہ میں نے ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو بُرا کہنا ان کے نزدیک اچھا بنا دیا ہے۔

ایک جنیہ عورت حاضر ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائی پھر کچھ دنوں تک لاپتہ رہی۔ پھر پتہ چلا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے اس کے غائب رہنے کا سبب پوچھا۔ اس نے عرض کیا میں اپنے گھر والوں کو کوہ قاف پر دیکھنے گئی تھی۔ وہاں میں نے ایک عجیب بات دیکھی میں نے دو شخص دیکھے ایک کہتا تھا۔ اے اللہ مجھے ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی محبت پر وفات دے دوسرا کہتا تھا۔ اے اللہ مجھے اس آگ کے عذاب سے بچائیے جس سے آپ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے دشمنوں کو عذاب دیں گے۔ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلا شخص خضر (علیہ السلام) تھے اور دوسرا ابلیس تھا۔ (نزہۃ المجالس دوم ص ۳۸۵)

حوالہ نمبر ۵ :- ایک شخص لکڑیاں چٹتا تھا اور یہ کہتا جاتا تھا اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو شمس و قمر سے بھی زیادہ بیش بہا ہیں ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی نیکیوں کے برابر درود بھیجئے اس سے رافضیوں کی ایک جماعت نے کہا کیا تو لکڑیاں بیچتا ہے اس نے کہا ہاں وہ اسے اپنے گھر لے گئے اور اس کے ہاتھ پر کاٹ کر ایک مقام میں شب کو لے جا کر ڈال دیا۔ جوان سے دور تھا۔ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما اس کے پاس تشریف لائے اور اس کے ہاتھ پر لے کر جہاں تھے وہیں لگا دیئے خدا نے اس کے ہاتھ پر جیسے تھے ویسے ہی بنا دیئے۔ وہ پھر آکر لکڑیاں چٹنے لگا۔ ان رافضیوں نے دیکھا تو بڑے متعجب ہوئے پھر اس سے کہنے لگے کیا تو لکڑیاں بیچتا ہے۔ اس نے کہا ہاں

اسے پھر اپنے مکان میں لے گئے۔ اس سے ماجرا دریافت کیا۔ اس نے بیان کر دیا۔ اس پر وہ لوگ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو برا کہنے سے تائب ہو گئے (نزہۃ المجالس دوم ص ۳۸۵)

حق فذک غضب کرنے کا الزام

نمبر ۳۳ پر لکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جناب سیدہ (رضی اللہ عنہا) کا حق فذک پیغمبر اسلام کے فوت ہوتے ہی غضب کر لیا۔ خیر یہ تو تمام دنیا کے رافضی ہی روزنا رو رہے ہیں۔ ایک علامہ حائری پر یہ کیا مضر ہے۔ لیکن یہ ایک ایسا افتراء ہے۔ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر جس کا تمام روئے زمین کے رافضی و شیعہ لوگوں کے پاس کوئی بھی ثبوت نہیں ہے۔ صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ اور دعویٰ بغیر دلیل کے باطل ہی ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں علماء اہل سنت کی طرف سے بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ جن کا جواب آج تک کوئی بھی رافضی علماء میں سے نہیں دے سکا۔ لیکن میں رافضی و شیعہ علماء سے صرف ایک ہی ایسا سوال کروں گا۔ جس کا جواب قیامت کی صبح تک کوئی رافضی یا شیعہ علماء نہیں دے سکے گا۔ ہوا هذا۔

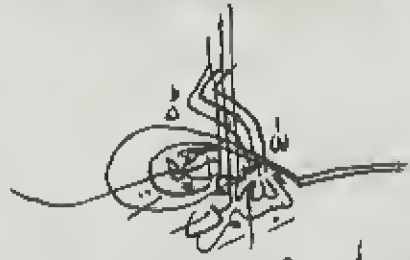
اگر رافضی و شیعہ علماء کا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حق فذک غضب کر لیا تھا۔ تو جب جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تخت خلافت پر

جلوہ افروز تھے۔ تو انہوں نے اپنے عہد خلافت میں کیوں نہ فدک کا طہ رضی اللہ عنہا کی اولاد پر تقسیم کر دیا؟ حضرت علی المرتضیٰ کو کونسی طاقت روکنے والی تھی؟

پس ثابت ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں بارغ فدک کے متعلق خلفائے ثلاثہ کا فیصلہ بحال رکھا۔ کیونکہ فدک کے متعلق جناب امیر رضی اللہ عنہ کو خوب معلوم تھا کہ خلفائے ثلاثہ کا فیصلہ قرآن و حدیث شریف کے عین مطابق ہے۔ اسی وجہ سے اس میں تغیر و تبدل محال تھا۔ تو جناب امیر رضی اللہ عنہ نے اپنے طرز عمل سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کی تصدیق فرمادی۔ تو اب رافضی حضرات کو چودہ سو سال بعد واپلا کرنے سے کیا حاصل ہوگا؟ جو خدا تعالیٰ کو منظور تھا وہ تو صدیوں پہلے ہو چکا تھا۔

{ محمد اسماعیل نقشبندی
{ ماہ محرم الحرام شریف ۱۴۰۹ھ }

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى
آلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ



ما تم کے ناجائز ہونے کا ثبوت

شیعہ کتب سے

بحواب شیعہ مقلد

(ثبوت ماتم)

از قلم

مولانا علامہ محمد اسماعیل نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَحْمِیْکَ وَنُصَلِّیْ عَلَیْ رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

ناظرین کرام۔ توبہ فرمائیے اس سال ماہ محرم سے پہلے شیعہ حضرات کی طرف سے ایک پمفلٹ شائع ہوا جس کے پہلے صفحہ پر لکھا ہوا ہے۔ "شیعہ سنی بھائی بھائی" اور سُرخی (ثبوت ائمہ) پھر صفحہ ۲ پر سُرخی "ائمہ پر کئے گئے اعتراضات اور اُن کا جواب"

اعتراض نمبر ۱ :- رسول خدا نے اپنی وفات حسرت آیت پر حضرت فاطمہؑ کو ائمہ و نوحہ کرنے سے منع فرمایا۔ (فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۲۱۸) اگر ائمہ و نوحہ جائز ہے تو پھر حضورؐ نے منع کیوں فرمایا؟ پمفلٹ صفحہ ۲۔ شیعہ کی طرف سے جواب جواب :- مذکورہ روایت ضعیف ہے۔ لہذا ضعیف روایت سے ائمہ کو ہرگز ناجائز ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ ناظرین کرام غور فرمائیں۔ ائمہ کے ناجائز ہونے پر جس کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے۔ یہ کتاب شیعہ حضرات کی ہے۔ اہلسنت کی نہیں تعجب ہے کہ شیعہ حضرات اپنی مستند کتاب کا حوالہ بھی نہیں مانتے۔ لیجئے میں شیعہ حضرات کی دوسری کتاب جلال الیون اردو سے حوالہ نقل کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے + یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت ہے جو بوقت وصال آپ نے اپنی بگڑ گوشہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمائی۔

۱۔ اے فاطمہؑ! وائے ہو کہ پیغمبر کے مرنے میں گریبان چاک نہ کرنا چاہیے اور بال نہ نوچنے چاہئیں اور داویلا نہ کہنا چاہیے اور وہ کہنا چاہیے جو تیرے باپ نے

ابراہیم کے مرنے پر کہا کہ آنکھیں روتی ہیں اور دل درد مند ہے۔ اور میں وہ نہیں کہتا کہ موجب غضب پروردگار ہو اور اے ابراہیم میں تجھ پر اندوہناک ہوں + (جلال الیون حصہ اول اردو ص ۱۱)

۲۔ اب اسی کتاب سے ایک حوالہ اور نقل کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے۔ ابن بابویہ نے بسند معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت وفات جناب سیدہؑ سے کہا۔ اے فاطمہؑ جب میں انتقال کر جاؤں۔ اس وقت تو اپنے ہاں میری مفاقت میں نہ کوچا اور اپنے گیسو پریشان نہ کرنا اور داویلا نہ کرنا۔ (جلال الیون ص ۱۱ جلد اول)

شیعہ حضرات غور کریں۔ اس سے زیادہ صریح فیصلہ ممانعت ائمہ کے متعلق کیا ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیاری بیٹی جناب سیدہ رضی اللہ عنہا کو وصیت فرماتے ہیں کہ میری وفات کے بعد جزع فزع مت کرنا۔ گریبان چاک نہ کرنا۔ اور نہ داویلا کرنا اور اپنے گیسو پریشان نہ کرنا۔

اعتراض نمبر ۲ کے جواب میں آپ نے لکھا ہے کہ شہید بیشک زندہ ہے اور اسے رزق بھی ملتا ہے مگر باوجود اس زندگی کے شریعت اسلامیہ کے بعض عقائد شیعہ کے متعلق وہی ہیں جو مردہ کے لئے ہوتے ہیں۔ مثلاً تدفین یا در نہ کے متعلق احکامات۔ نیز شہید کی بیوہ کو نکاح ثانی کی اجازت وغیرہ وغیرہ۔

اس آپ کی ساری تحریر کا کل جواب قرآن شریف سے لکھتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے فقط ترجمہ لکھتا ہوں۔ اور خوشخبری دیجئے مگر کہنے والوں کو وہ لوگ کہ پہنچتی ہے ان کو مصیبت کہتے ہیں۔ تحقیق ہم واسطے اللہ کے ہیں اور تحقیق ہم طرف اس

کے پھر جانے والے ہیں۔ یہ لوگ ادیان کے ہے درود پر درکار ان کے سے اور رحمت
یہ لوگ وہی ہیں راہ پاسنے والے۔ قرآن شریف تو مصیبت کے وقت صبر کرنے کا
حکم دے رہا ہے۔ کسی جگہ بھی جزع فزع کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور صاف صاف
اعلان فرما رہا ہے۔ کہ شہید زندہ ہے۔ مردہ مت کہو ان لوگوں کو۔ جو خدا کے
ہاتھ میں قتل ہو جائیں بلکہ ان لوگوں کو دل میں بھی مردہ گمان نہ کرو۔ وہ زندہ ہیں اور
روزی دیئے جاتے ہیں اگر آپ سید الشہداء حضرت امام عالی مقام کو بھی زندہ نہیں مانتے
مردہ ہی تصور کرتے ہیں جیسے آپ نے لکھا ہے کہ بعض احکام شہید کیسے بھی
وہی ہیں جو مردہ کے لئے ہوتے ہیں معاذ اللہ۔ کیا آپ قرآن شریف سے ثابت
کر سکتے ہیں کہ شہید کا ماتم کرنے کا حکم دیا گیا ہو؟ زیادہ نہیں تو ایک آیت ہی قرآن
شریف کی دکھا دیجئے جس سے ثابت ہو سکے کہ اللہ تعالیٰ نے شہید کا ماتم کوٹنے کا
صاف صاف حکم فرما دیا ہے۔ انشاء اللہ قیامت کی صبح تک نہیں دکھا سکیں گے +
ہاں ایک بات ماتم کے ثبوت میں لکھنے پر مجبور ہو گئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام
کی زوجہ سمرقہ کو جب بشارت فرزند کی دی گئی تو انہوں نے منہ پر ہاتھ رسید کیا۔
اس سے پتہ چلتا ہے کہ بشارت لال کیا ہے۔ مگر یہ عجیب مضحکہ خیز دلیل ہے۔ ان عقلمندوں
سے کوئی پوچھے کہ فرزند پیدا ہونے کی بشارت ملنے پر لوگ خوشی کیا کرتے ہیں
یا ماتم؟ لہذا یہ دلیل باطل ہے۔ حضرت بنی سارہ رضی اللہ عنہا نے تو تعجب سے
منہ پر ہاتھ مارا کہ میں تو بوڑھی بانجھ ہو چکی ہوں۔ میرے لڑکا کیسے پیدا ہو گا؟۔
خدا جانے شیعہ حضرات نے اس کو ماتم کی دلیل کیسے بنالیا؟ خدا ان حضرات کو
ہر آیت عطا فرمائے اور صحیح کچھ عطا فرمائے۔

اعتراف نمبر ۳۔ شیعہ لوگ ہی قاتلان سادات تھے اور امام کی بددعا کا نتیجہ
ہے کہ روپیٹ شے ہیں اور اب اپنے بزرگوں کے کئے ہوئے افعال کی توبہ کرتے
ہیں۔ منبر سب سے پہلے ماتم یزید کے گھر میں برپا ہوا تھا۔ شیعہ کی طرف سے جواب
”یہ الزام محض ہے کہ شیعہ لوگ ہی قاتلان سادات تھے حضرت امام حسین
کو اور ان کے ساتھیوں کو جس کسی نے بھی شہید کیا یا جس کسی کا شہید کرنے میں
ہاتھ ہے۔ ہم ان سب پر صبح و شام گھڑی گھڑی کھری کھری تری تری لعنت
بیشمار لعنت کرتے ہیں۔ جب شیطان حیدر کو مارا منگھوم کر بلا کے قاتل نہیں ہیں
بلکہ ان کے پیروکار ہیں۔ تو پھر بددعا والا ڈھکوسلا چہ معنی؟ یہ بھی غلط ہے
کہ ماتم سب سے پہلے یزید کے گھر میں ہوا۔ بلکہ سب سے پہلے حسین رضی اللہ
عنہ کا ماتم آپ کی عیشیہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے کیا۔ فرض کر دے سب سے
پہلے ماتم یزید کے گھر میں ہوا تو اس سے ماتم ناجائز کیونکر ہو گیا؟ جب کہ یزید
کی ڈاڑھی بھی تھی اور غار بھی پڑھتا تھا۔ کیا اب ہم کو ڈاڑھی نہیں رکھنی چاہیے
اور غار بھی ترک کر دینی چاہیے؟ اللہ تعالیٰ صحیح کچھ عطا فرمائے (شیعہ پبلش)
اس کا جواب بھی شیعہ حضرات کی کتابوں سے نقل کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے
اور انصاف کیجئے۔ شیعہ کتب سے چند اقتباسات نقل کرتا ہوں۔

شیعہ کی مستند کتاب اخبار ماتم مطبوعہ رام پور ص ۲۵ میں لکھا ہے +

ترجمہ :- جب امیر معاویہ کی خبر وفات اہل کوفہ کو پہنچی اور امام حسین کی ہجرت
مکہ کا حال معلوم ہوا۔ تو تمام شیعہ نے مجتمع ہو کر بالاتفاق آپ کی طرف خط لکھا۔
اور عبد اللہ بن مسیح اور عبد اللہ بن دال کے ہاتھ وہ خط روانہ کیا۔ یہ دونوں قاصد

دوڑتے ہوئے مکہ معظمہ وصال رمضان کو امام صاحب کی خدمت میں پہنچے۔ یہ سلسلہ یونہی جاری رہا کہ ایک دن میں چھ سو خطوط آپ کی خدمت میں پہنچے اور بالآخر ان کی تعداد بارہ ہزار تک پہنچ گئی۔ اب ایک خط کا مضمون ملاحظہ فرمائیے۔ شیعہ کی مستند کتاب جلال العیون جلد ۱ ص ۱۸۸ میں ایک خط شیعان کوذ کا بریں مضمون مسطور ہے :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ نامہ سلمان بن حر و خراعی مسیب بن نجبه اور رفاعہ بن شداد و حبیب بن مظاہر از جمیع شیعان مومنین و مسلمین اہل کوذ کی جانب سے خدمت امام حسین بن علی بن ابی طالب آپ پر سلام خدا ہو۔ اور ہم اس نعمت ہائے کاملہ خدا پر جو ہم پر ہے حمد کرتے ہیں۔ واضح ہو کہ اس وقت ہمارا کوئی امام پیشوا نہیں۔ پس آپ ہماری طرف توجہ کیجئے اور ہمارے شہر میں قدم رنجہ فرمائیے کہ ہم سب آپ کے مطیع ہیں۔ نہایت حق تعالیٰ حق کو آپ کی برکت سے ہم پر ظاہر کرے ایک خط کا مضمون اور نقل کرتا ہوں ملاحظہ ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم :- یہ عرضہ شیعوں اور ذریعوں و مجلسوں کی طرف سے خدمت امام حسین بن علی بن ابی طالب سے۔ اما بعد بہت جلد آپ اپنے دوستوں اور موافقوں کے پاس تشریف لائیے کہ جمیع مردان ولایت منتظر قدم یمینت لزوم ہیں۔ اور بغیر آپ کے دوسرے شخص کی طرف لوگوں کو رغبت نہیں البتہ بتعمیل تمام ہم مشتاقوں کے پاس تشریف لائیے۔ (جلال العیون جلد ۲ ص ۱۸۹)

امام حسین رضی اللہ عنہ کا جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم :- یہ خط حسین بن علی کا مومنوں مسلمانوں شیعان اہل کوذ کی طرف ہے۔ اما بعد۔ قاصدوں اور پیشوا خطوط آنے کے بعد جو تم نے مجھے

خط ہائی اور سید کے ہاتھ بھیجا مجھے پوچھا۔ تمہارے سب خطوط سے مطلع ہوا۔ تم سب نے خطوط میں مجھے لکھا ہے کہ ہمارا کوئی امام نہیں آپ بہت جلدی تشریف لائیے خدا آپ کی برکت سے ہم کو یحییٰ ہدایت کرے۔ واضح ہو کہ میں بالفعل تمہارے پاس اپنے برادر و سپہ سالار محلی اعتماد مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں۔ اگر مسلم مجھے لکھیں کہ جو تم نے مجھے خطوط میں لکھا ہے بشورہ عقلا و اشراف و بزرگان قوم لکھا ہے اسی وقت میں انشاء اللہ بہت جلدی تمہارے پاس چلا آؤں گا۔ میں اپنی جان کی قسم کھاتا ہوں۔ امام وہی ہے جو درمیان مردم کتاب خدا حکم اور

قیام کرے اور قدم جادہ شریعت مقدمہ سے باہر نہ رکھے اور لوگوں کو دین حق پر مستقیم رکھے۔ (جلال العیون جلد ۲ ص ۱۹۰) و سلام حسین بن علی ابن ابی طالب

ان تمام خط و کتابت سے واضح ہوتا ہے کہ شیعان کوذ کس منت سماجت سے ارادہ مند تھے اور مخلصانہ خطوط لکھ کر امام صاحب کو بلوایا اور ان ہی بلانے والے مخلص شیعوں نے آپ کو تیغ جفا سے شہید کیا۔ اپنی کتاب کا حوالہ ملاحظہ ہو۔

پس بین ہزار مردم عراقی نے امام حسین سے بیعت کی تھی خود انہوں نے شمشیر امام حسین پر کھینچی اور بیعت ہائے حسین ان کی گردنوں میں تھی کہ امام حسین کو شہید کیا۔ کیوں جناب اب بتائیے یہ لوگ آپ کو شہید کرنے والے کون تھے شیعہ تھے یا کوئی اور ؟ (جلال العیون اردو جلد اول ص ۱۹۰)

اور اسی کتاب میں لکھا ہے کہ امام نے شیعان کوذ کو میدان کر بلا میں کہا۔ "اے بے داناں جفا کاران خدا تم پر داسے ہو۔ تم نے ہنگام اضطراب و اضطراب اپنی برد کو مجھے بلایا اور جب میں نے تمہارا کہنا قبول کیا اور تمہاری نصرت و ہدایت

کرنے کو آیا۔ اس وقت تم نے شمشیر کشید مجھ پر کھینچی اور اپنے دشمنوں کی تم نے یاری اور مددگاری کی اور اپنے دوستوں سے دست برداری کر کے دشمنوں سے مل گئے۔
 آگے امام صاحب فرماتے ہیں اور میری جانب سے کوئی برائی تمہاری نسبت صادر نہیں ہوئی اور کوئی برائی مجھ سے تم کو نہیں پہنچی + اور سنئے بروایت دیگر امام حسینؑ نے درمیان لشکر مخالف آواز دی کہ اے شیت بن ربیع اے جاز بن الحرا۔ اے قیس بن اشعث۔ اے زید بن عاصی کیا تم نے مجھ کو خطوط نہیں لکھے کہ میوہ جات تیار ہو گئے اور محراب سرسبز ہو گیا اور لشکر ہائے دوستان بار مہیا ہو گئے۔ بہت جلد آپ تشریف لائیے کہ ہم سب آپ کی نصرت و یاری کریں (جلال العیون جلد ۲ ص ۲۳۴)

بتائیے جناب یہ کون لوگ تھے؟ جن کو امام عالی مقام نام بنام خطاب فرما رہے ہیں یہی وہ لوگ شیعہ تھے جنہوں نے خطوط لکھے تھے اب آپ کو شہید کرنے کیلئے میدان کو بلا میں جمع ہو گئے تھے اور سنئے خطبہ حضرت امام زین العابدین۔ مقام کوفہ امام زین العابدین نے فرمایا۔ ایہا الناس۔ میں تم کو قسم خدا کی دیتا ہوں تم جانتے ہو کہ میرے پیر کو خطوط لکھے اور ان کو فریب دیا۔ اور ان سے عہد و پیمان کیا اور ان سے معیت کی۔ آخر کار ان سے جنگ کی اور دشمن کو ان پر مسلط کیا پس نصرت ہو تم پر تم نے اپنے پاؤں سے جہنم کی راہ اختیار کی۔ (جلال العیون جلد ۲ ص ۱۷۴)

اب جناب خود انصاف فرمائیں کہ آپ کو شہید کرنے والے کون تھے؟ میں نے اپنی کتابوں سے یہ حوالے من و عن نقل کر دیئے ہیں کوئی کمی بیشی نہیں کی۔

اب آپ نے جو لکھا کہ بردعا والا ڈھکوسلا چر منی؟ لیجئے یہ بھی آپ کی کتاب سے

نقل کرتا ہوں ملاحظہ ہو۔ حضرت زینبؑ نے اہل کوفہ کا رونا پٹنا دیکھا۔ تو آپ نے ایک خطبہ پڑھا۔ مائی صاحبہ نے فرمایا۔ تم ہم پر گریہ ڈال کر تے ہو حالانکہ تم ہی نے ہم کو قتل کیا ہے یہ سچ ہے واللہ لازم ہے کہ تم بہت گریہ کرو اور کم خندہ کرو۔ یعنی اللہ کی قسم دیتے پھر وہ تم بہت رو د اور تھوڑا ہنسو۔ (جلال العیون جلد ۲ ص ۲۳۴)

کیوں جناب غلام عباس صاحب یہ حضرت زینبؑ رضی اللہ عنہا کی بردعا نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا یہ ڈھکوسلا ہے؟ خدا آپ کو صحیح کچھ عطا فرمائے۔

اب آپ نے جو لکھا کہ یہ بھی غلط ہے کہ ماتم سب سے پہلے زید کے گھر میں ہوا۔ اگرچہ پھر ان بھی گئے کہ فرض کرو کہ سب سے پہلے ماتم زید کے گھر میں ہوا لیجئے یہ بھی آپ کی کتاب سے نقل کرتا ہوں ملاحظہ ہو + اخبار ماتم کتاب میں لکھا ہے ترجمہ:- جب اہل بیت زید کے گھر لائے گئے بڑی نرمی اور مہربانی سے پیش آیا۔ اور اہل بیت کے لئے حکم کیا کہ میرے گھر داخل نہ جائیں۔ جب مستورات زید کے گھر داخل ہوئیں + نو سفیان کی تمام عورتیں چھینے لگیں اور امام حسینؑ پر زور شروع کر دیا ہندہ زہرا زید پر دھچکا کر برہنہ بدن باہر نکل پڑی اور کہنے لگی۔ اے زید جگر کوڑا فاطمہ (حسین) کا سر مبارک نینے پر تانا ہوا میرے گھر کے دروازے پر رکھا ہوا ہے۔ زید اپنی عورت کے پاس کود کر گیا اور اس کو کپڑوں سے ڈھانکا اور کہا ہاں تم اس پر ماتم کرو۔ کپڑے اور زیور اس پر تار بھینکوا اور تین دن صاف ماتم پچھائے رکھو۔ اس پر اہل کوفہ ماتم کرنے روئے پٹنے لگے۔ تو حضرت زینبؑ ہمیشہ امام حسینؑ نے کہا۔ یہ شور و فغاں کیسا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ تمہارے بھائی کا ماتم ہے۔ بی بی صاحبہ نے کہا۔ چپ کرو گھر بال چپ کرانے گئے اور

شور بند ہوا۔ تو آپ فصیح و بلیغ خطیب پڑھنے لگیں۔ (اخبار اتم ۹۷) جس میں یہ بردعا کی گئی جو ادر درج ہو چکی۔ یہ تو جناب سب کچھ آپ کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے جو نقل کیا جا رہا ہے۔ اہل سنت کا کیا قصور ہے؟

شیعہ حضرات کو سوچنا چاہیے کہ وہ ماتم کرنے میں کس کی اتباع کرتے ہیں اور پیلا ماتمی شخص کون ہے۔ اور کس کے گھر سے پہلے یہ رسم شروع ہوئی اور جب شیعہ کی معتبر کتاب میں تصریح موجود ہے کہ ماتم کرنے والوں کا پیلا امام یزید ہے تو ان کو شرم آنی چاہیے کہ کس کی تقلید کر رہے ہیں؟ لہذا اس کی تعریف کرتے ہیں کہ یزید کی داڑھی بھی نفی اور غار بھی پڑھتا تھا لاجوں دلاؤ لاہ اللہ باقی رہا داڑھی کا معاملہ اس پر مجھے کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں خود ہی اپنی شکلوں کو آئینہ کے سامنے کھڑے ہو کر ملاحظہ فرمائیں کہ آپ میں سے کتنے حضرات کا اس پر شیعہ پمفلٹ ص ۲ کی سرخی اثبات ماتم

اس میں غلام عباس صاحب نے ماتم کے ثبوت میں اہل سنت کی کتابوں کے حوالے نقل کرنے کی تکلیف کی ہے لیکن اس سے شیعہ حضرات کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا کیونکہ اہل سنت ماتم کے قائل ہی نہیں ہیں اس لئے کہ قرآن شریف اور حدیث شریف ماتم کے سخت خلاف ہیں کیونکہ قرآن و حدیث مصیبت کے وقت صبر کا حکم دیتے ہیں۔ جب ہم ماتم کے قائل ہی نہیں ہیں تو ہماری کتابوں کے حوالے لکھنے چہ معنی دارد۔ ہم اپنی کتابوں کو جیسا سمجھ سکتے ہیں ویسا دوسرا کب سمجھ سکتا ہے؟ پھر توڑ مروڑ کر اہل سنت کی کتابوں کے حوالے پیش کرنے کا کیا فائدہ؟

یہ جو آپ نے سرخی لگائی ہے کہ (قرآن پاک سے ماتم کا ثبوت) اسکا جواب

ادھر گزر چکا ہے۔ اور ماتم کے ثبوت میں یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس حال میں کہ وہ اپنی زبان کو پیٹ رہے تھے یہ بالکل نامکمل حوالہ دے دیا اور یہ نہ بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں سے لڑے؟ اور کیا صدر آپ کو پہنچا؟ کس قسم کی تکلیف آپ کو پہنچی؟ جس کی وجہ سے آپ زبان پیٹ رہے تھے۔ اسی طرح آپ نے دوسرے حوالے اہل سنت کی کتابوں سے توڑ مروڑ کر لکھنے کی بے فائدہ زحمت گوارا کی ہے ان سب کا جواب میں آپ کی کتابوں سے نقل کرتا ہوں۔ ملاحظہ کیجئے قرآن حدیث سے ماتم کی ممانعت اور صبر کی ہدایت۔ یہ سب ادھر لکھا جا چکا ہے، جو شیعہ حضرات کی کتابوں سے نقل کیا گیا ہے۔

ماتم کرنے والوں کیلئے امام جعفر صادق فتویٰ کفر (فروع کافی جلد ۱ ص ۱۳) ترجمہ :- امام جعفر صادق نے فرمایا۔ صبر اور مصیبت مومن کے پیش آتے ہیں اے مصیبت آتی ہے وہ صبر کرتا ہے۔ اور گھبراہٹ اور مصیبت کافر کے پیش آتی ہے اور اے مصیبت آجاتی ہے اور وہ جزع جزع کرنے لگ جاتا ہے) اس حدیث میں حضرت امام جعفر صادق نے مومن اور کافر کی شناخت یہ بتائی ہے کہ مومن کو مصیبت آجائے تو اس پر وہ صابر ہوتا ہے۔ لیکن جب کافر کو مصیبت پیش آجائے تو وہ جزع جزع کرنے لگتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں حدیث کا مطلب صاف یہ ہے۔ کہ جو مصیبت پر صبر کرے وہ مومن ہے اور جو جزع جزع کرے وہ امام جعفر صادق صاحب کے نزدیک کافر ہے غلام عباس صاحب یہ آپ کی معتبر کتاب ہے اور امام جعفر صادق کا حکم ہے۔ اب چاہے مانو یا انکار کر دو۔ یہ آپ کی مرضی ہے۔ اب نیچے جزع جزع کی تعریف امام کی نہ بتائی اسی صفحہ پر ملاحظہ کیجئے، جا کر کہتا ہے میں

حضرت صادق سے پوچھا۔ جبرع کیا ہے؟ فرمایا انتہائی جبرع دین و عویل کی پکار کرنا اور منہ پر طاسچے لگانا۔ سید زنی کرنا۔ بال نوچنا اور جس سے نوحہ (ماتم) کیا۔ اس نے صبر چھوڑ دیا اور غیر شرع کام کیا۔ کیا شیعہ حضرات ان صریح احادیث ائمہ اہلبیت کا انکار کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اب شیخ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا ارشاد اور آخری وصیت کر بلا کے میدان میں۔ شیعہ حضرات کی مقبر کتاب سے نقل کرتا ہوں۔

جناب مہدی الشہداء امام حسینؑ نے کر بلا کے معاملے میں اپنی ہمیشہ حضرت زینبؑ کو فرمایا۔ اے جبین جو میرا حق تم پر ہے اس کی قسم دیکھ کر کہتا ہوں کہ میری مصیبت مفارقت پر صبر کر۔ پس جب میں مارا بادل تو ہرگز منہ نہ پھینکا اور بال اپنے نہ نوچا اور گریبان چاک نہ کرنا۔ کہ تم فاطمہ زہراؑ کی بیٹی ہو۔ جیسا انہوں نے پیغمبر خدا کی مصیبت میں صبر فرمایا تھا۔ اس طرح تم بھی میری مصیبت میں صبر کرنا۔ الخ (امارۃ بعبارۃ ص ۲۹)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی آخری وصیت سے آپ کا یہ حوالہ بھی غلط ثابت ہو گیا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ماتم کیا کیونکہ آپ نے اپنے بھائی حضرت امام حسین کی وصیت پر عمل کیا تھا پھر کیونکر ماتم کرئیں؟ اور اتنی جلدی اپنے بھائی کی وصیت کو کیسے بھول جائیں؟ (خواجہ ادلس قمری کا ماتم) یہ آپ کی جہالت کی زبردست دلیل ہے کہ آپ نے اپنے دانت توڑ لئے تھے حضرت خواجہ صاحب نے تو عشق اور محبت کا ثبوت دیا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت میں غلبہ عشق میں سارے دانت توڑ لئے تھے اس سے ماتم کا ثبوت پیش کرنا جہالت نہیں تو ادر کیا ہے؟ آپ شیعہ حضرات بھی حضرت امام عالی مقام کی موافقت میں عشق و محبت کا ثبوت دیں اور کسی ظالم کے ساتھ جہاد کر کے شہادت کا مرتبہ حاصل کریں۔ جیسے

حضرت خواجہ صاحب نے عشق و محبت میں مستغرق ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت میں اپنے سارے دانت توڑ دیئے تھے کیا آپ اس بات کی کوئی شہادت پیش کر سکتے ہیں؟ کہ خواجہ صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ماتم کیا تھا؟ جیسے آپ ہر سال ماتم کرتے ہیں؟ اسلام میں پہلا سانحہ عظیم و نجات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اگر اہل بیت یا صحابہ رضی اللہ عنہم نے کبھی نوحہ۔ بکا۔ مرثیہ بخوانا اور سلینہ کو بی کی رسم ہونے نہ دی۔ جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نہایت بے دردی سے مسجد میں شہید کئے گئے۔ جنہیں نے ان کے غم میں کبھی ماتم نہ کیا۔ پھر امام حسن رضی اللہ عنہ بھی زہر خوردانی سے شہید کئے گئے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بڑے بھائی کے غم میں کبھی ماتم نہیں کیا نہ بیٹھے کی رسم ادا کی۔ حضرت زین العابدینؑ نے عشر خیر واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا انہوں نے بھی ماتم نہیں کیا نہ بیٹھے کی رسم ادا کی ایسا ہی دیگر ائمہ عظام نے بھی کبھی ماتم کی رسم ادا نہیں کی۔ پھر ان سے بڑھ کر کس شخص کو شہداء کے کر بلا کا غم ہوگا؟ پھر کیونکر کہا جاوے کہ یہ برعات باعث ثواب اور موجب نجات ہو سکتی ہیں؟ ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ صغیر و حوالے آپ نے اس پفلٹ میں لکھے ہیں۔ اگر آپ کے نزدیک یہ صحیح بھی ہوں تو پھر یہ بھی بتائیے کہ کیا یہ حضرات بھی ہر سال اسی طرح ماتم کی رسم ادا کرتے چلے آ رہے تھے؟ جس طرح آپ ہر سال ماتم کی رسم ادا کرتے ہیں؟ اس کا جواب تو شاید آپ قیامت کی صبح تک بھی نہ دے سکیں گے۔ خدا آپ کو صحیح سمجھ عطا فرمائے۔

اب آپ نے آخری مضمون۔ ایک گزارش میں جو یہ لکھا ہے کہ آپ سیناؤں میں دکھائی جانے والی بے راہ ردی۔ بیٹی و بیرون کے اخلاق سوز پر دو گرام۔ شادی سہ

کے شاد بانے کبیں قماشوں - ثور دس - بنید باجے وراگ رنگ اور طبلے کی تھاپ پر
 وصال اور بھنگڑہ وغیرہ وغیرہ اس کا جواب صرف یہ ہے کہ جس طرح ہم آپ کے مریض
 ماتم کے خلاف ہیں اس طرح ہم مذکورہ بالا خلافات کے بھی سخت خلاف ہیں۔ کیونکہ یہ سب
 کام شریعت محمدی کے خلاف ہیں۔ ہمارا کام تو صرف مذہب حق کی تبلیغ ہے۔ ہم آپ
 کو زبردستی ماتم سے روکنے کا حق نہیں رکھتے۔ کیونکہ دین میں سختی نہیں۔ اگر آپ مقلد
 شائع نہ کرتے تو ہم بھی اس کا جواب نہ لکھتے۔

عید میلاد النبی کے جلوس پر اعتراض

یہ اعتراض بھی آپ کا بے جا ہے کیونکہ آپ بھی اس کے قائل ہیں بعض شیعہ
 حضرات بھی اس جلوس میں شامل ہو جاتے ہیں۔ میں نے خود دیکھا کہ گوجرانوالہ میں اسی
 جلوس میں شیعہ ذاکر برکت علی صاحب جعفری کئی سال تک شامل ہوتے تھے اور ہر جگہ
 میں شان رسالت میں تقریریں بھی کرتے تھے اور بعض شیعہ حضرات بھی ان کے ساتھ
 جلوس میں شامل ہوتے تھے۔ اور اگر آپ کے نزدیک ماتم کا جلوس نکالنا جائز ہے
 تو پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش مبارک کی خوشی میں جلوس نکالنا کیسے
 ناجائز ہو گیا۔؟ خدا آپ کو عقل عطا فرمائے۔

تراویح پر اعتراض

یہ اعتراض بھی آپ کا بے معنی ہے کیونکہ یہ تراویح جناب رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کی سنت ہے۔ حدیث پاک میں تصریح موجود ہے کہ آپ نے تین روز

تراویح باجماعت ادا فرمائی ہے اس کے بعد خلفائے راشدین اور تمام صحابہ رضی اللہ
 عنہم کا بیس تراویح پر اجماع ہو گیا جو چودہ تو سال سے عرب و عجم میں اس پر عمل ہو رہا ہے
 دیکھئے مفاہر حق شرع مشکوٰۃ وغیرہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: علیکم بسنتی و سنتہ الخلفائے راشدین
 یعنی میری سنت پر عمل کرو اور میرے خلفائے راشدین کی سنت پر بھی عمل کرو۔ اور مشکوٰۃ
 شریف میں یہ حدیث موجود ہے کہ آپ نے فرمایا میرے بعد ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی
 پیروی کرو اور یہ بھی حدیث میں موجود ہے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں
 سب صحابہ رضی اللہ عنہم کو ایک قاری کے پیچھے غائے تراویح پڑھنے کا حکم دیا اور مسجد کو
 روشن کیا اور جب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دیکھا فرمایا اللہ تعالیٰ عمر کی قبر کو
 روشن کرے جس طرح انہوں نے ہماری مسجد کو روشن کیا ہے اب آپ کی مرضی ہے تراویح
 کی سنت پر عمل کریں یا نہ کریں۔ باقی رہا گیارہویں شریف پر اعتراض۔

یہ تو صرف جناب غوث پاک پیران پیر محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ
 عنہ کی روح مبارک کو ایصالِ ثواب پہنچانا ہے۔ ہمارے نزدیک گیارہویں شریف
 فرض یا واجب نہیں بلکہ یہ ایک کارِ ثواب ہے۔ اگر آپ گیارہویں کے قائل نہیں تو آپ
 کی مرضی۔ لیکن ہم لوگوں پر آپ کو طعن کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ اور ہم آپ کو مذکورہ بالا
 اعمال پر عمل کرنے کے لئے مجبور کرتے ہیں۔

آخر میں جو آپ نے لکھا ہے۔ عصر حاضر میں شیعہ سنی اتحاد ناگزیر ہے بالکل
 درست ہے واقعی پاکستان ہمیں اپنی جانوں سے بھی زیادہ عزیز ہے اور اس ملک کی حفاظت
 کرنا ہمارا اولین فرض ہے۔ جو کچھ آپ نے آخری منٹوں میں لکھا ہے سب کچھ درست ہے۔

لیکن آپ کو بھی اصحاب ثلاثہ حضرت جناب ابو بکر صدیق - عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کی شان میں بے ادب کلمات اور گستاخی کے الفاظ استعمال کرنے سے باز رہنا چاہیے۔ جیسے آپ کی کتابوں میں مذکور ہیں + کیونکہ شیعہ سنی مخالفت کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ ہمارے بزرگوں کے شان میں بے ادب کلمات اور گستاخی کے الفاظ تحریری اور تقریری شیعہ حضرات کی طرف سے استعمال کئے جاتے ہیں۔ جو ہمارے لئے کسی حالت میں بھی قابل برداشت نہیں + اگر آپ شیعہ حضرات انہی صداقت و خلافت کو نہیں مانتے تو نہ مانیں یہ آپ کا عمل آپ کے ساتھ ہے جس کا فیصلہ قیامت کے میدان میں اللہ تعالیٰ خود فرمادے گا۔ لیکن آپ حضرات کو ان پاک حضرات کے شان میں گستاخ الفاظ اور بے ادب کلمات استعمال کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا اور ہم کو بھی زبردستی ماتم وغیرہ سے آپ کو روکنے کا حق نہیں پہنچتا۔ کیونکہ دین میں سختی نہیں + اگر آپ یقیناً شائع نہ کرتے تو ہم بھی اس کا جواب لکھنے پر مجبور نہ ہوتے۔

مولانا محمد اسماعیل نقشبندی

قہر کبریائی بر منکرین حکم الہی

زانیوں اور چوروں کی حمایت میں

خلاف قرآن و اکرام اہل احادیث

ڈاکٹر اسرار کے گمراہ کن اخباری بیان کا

قرآن و حدیث شریف کی روشنی میں
از قلم

مولانا محمد اسماعیل نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

قہر کیریائی بر متکبرین حکم الہی

ناظرین کو آج ڈاکٹر اسرار احمد کا ایک بیان ۲۵/۱۱/۷۵ جنگ اخبار میں شائع ہوا ہے۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں۔ جنسی جرائم کے جو محرکات ہیں۔ ان کو ختم کرنا اور ان کا سد باب کرنا انتہائی ضروری ہے۔ اگر یہ نہ کیا جائے اور معاشرے میں جنسی ہیجان پیدا کرنے والی تمام چیزیں موجود رہیں اور زنا کی سزا نافذ کر دی جائے۔ تو یہ میرے نزدیک اسلام پر بھی ظلم ہو گا اور معاشرے پر بھی ظلم ہو گا۔ معاذ اللہ۔

ناظرین حضرات یہ دیکھا آپ نے یہ ہیں جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب جو قرآن شریف سامنے رکھ کر درس دیتے ہیں اور قرآن شریف کے خلاف ہی اخباروں میں بیان بھی شائع کر دیا ہے یہی جو لاکھوں کی تعداد میں چھپ رہی ہیں۔ یہیں اس کا جواب اخبار کے ذریعہ اس لئے نہیں دینا چاہتا۔ کہ تمام کے تمام اخبارات ردی میں جاتے ہیں اور سخت بے ادبی کا باعث ہوتے ہیں۔ لہذا میں ڈاکٹر صاحب کے اس بیان کا جواب اس پمفلٹ کے ذریعے دینے پر مجبور ہوا ہوں۔ دراصل ایسے ہی لوگوں نے پاکستان کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا تھا۔ اور پاکستان کو پلیدستان اور خاکستان کہا۔ اور کہا کہ پاکستان ایک بازاری غورشیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ

الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ

وَعَلَىٰ أَكْثَرِ أَصْحَابِكَ يَا حَبِيبَ اللَّهِ

اور کہا کہ مسلم لیگ خود غرض جماعت ہے۔ لہذا ووٹ مسلم لیگ کی بجائے کانگریس کو دینے چاہئیں۔ اور قائد اعظم کو کافر اعظم کا خطاب دیا (دیکھو دیوبندی مذہب ص ۲۰۲-۲۰۳) اور ہندوؤں کے ساتھ مل کر پاکستان کی مخالفت کی تھی۔ لہذا ڈاکٹر اسرار احمد صاحب جیسے مولوی کب برداشت کر سکتے ہیں کہ پاکستان میں اسلامی قانون نافذ کیا جائے ڈاکٹر صاحب کا یہ بیان قرآن وحدیث شریف کے سراسر خلاف ہے اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی ایک زبردست سازش ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ تو فرما دیا کہ جنسی جرائم کے محرکات کو ختم کرنا اور ان کا سد باب کرنا انتہائی ضروری ہے۔ لیکن ان کا طریقہ نہ بتلایا۔ بلکہ الٹا قرآن شریف پر اعتراض کر دیا۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو دین کا لبادہ پہن کر دنیا والوں کو دھوکا دیں گے یہی حال ڈاکٹر صاحب کا ہے کہ قرآن شریف سامنے رکھ کر قرآن شریف کی مخالفت کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو گمراہی میں ڈال رہے ہیں۔ یہ دھوکا نہیں تو اور کیسے؟

قرآن شریف نے تو بے حیائی اور برائی کے سد باب کے لئے ہی سزا مقرر فرمائی ہے۔ ڈاکٹر صاحب یہ ظلم نہیں بلکہ عین انصاف ہے۔ کیونکہ حد شرعی جاری کرنے کے بغیر معاشرے کی اصلاح ہو ہی نہیں سکتی اور نہ ہی بے حیائی اور برائی کا سد باب ہو سکتا ہے۔ سورت نور آیت نمبر ۲۱ کا ترجمہ اور تفسیر مرزا حیرت مولوی دیوبندی دہلی کے قلم سے نقل کرتا ہوں۔ تاکہ آپ کو

انکار کرنے کی جرأت نہ ہو سکے۔ کیونکہ مرزا صاحب آپ کے ہم عقیدہ ہیں۔ ترجمہ ”زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد (جوبے بیابے ہوں) تو ان میں سے ہر ایک کو سو سو درے مارو۔ اور اگر تم اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔ تو چاہیے کہ اللہ کے اس حکم (جاری کرنے میں) تمہیں ان دونوں پر شفقت نہ دامن گیر ہو۔ اور چاہیے کہ دونوں کے عذاب کو مسلمانوں کا ایک گروہ دیکھے“

تفسیر:- اس سورت میں سب سے پہلا حکم حق تعالیٰ نے زنا کی حرمت کا نازل فرمایا ہے۔

الزانیہ:- سب سے پہلے زنا کی مرزا بیان فرمائی اور اس سزا میں پہلے عورت کا ذکر کیا۔ کیونکہ یہ فعل بغیر اس کی رضا مندی کے وقوع پذیر نہیں ہوتا۔ یہ سزا جو یہاں ذکر فرمائی یعنی سو درے مارنا یہ سزا اس شخص کی ہے جس کا نکاح نہ ہوا ہو۔ اور جس کا نکاح ہو چکا ہو تو اس کی یہ سزا ہے کہ اسے سنگسار کر دیا جائے۔ یعنی اُسے یہاں تک پیچتر مارے جائیں کہ وہ مرجائے۔ یہ حکم احادیث سے ثابت ہے اور احادیث نہایت اعلیٰ درجہ صحت میں ہیں اور اس قدر اسانید سے مروی ہیں کہ ان کا قدر مشترک تو اثر معنوی کو پہنچ گیا ہے۔ اور اسی پر اخذت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اور خلفائے راشدین کا عمل رہا ہے۔ اور تمام امت کا اس پر اجماع ہے۔ ولاناخذ کم۔ یعنی زانیوں کے حال پر رحم کر کے اس سزا کے جاری کرنے میں سستی اور کاہلی نہ کرنا اور انہیں عام مسلمانوں کے مجمع میں سزا دو تاکہ ان کو عبرت اور انہیں ذلت حاصل ہو۔ (قرآن شریف مترجم ترجمہ و تفسیر مرزا حیرت مولوی دیوبندی ص ۱۳۱)

اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدوں میں سے کسی حد کو جاری ہونے سے روکنے والے کی سزا (قرآن شریف سے)
اب قرآن شریف کی ایک آیت کا ترجمہ نقل کرتا ہوں غور سے مطالعہ کیجئے کہ قرآن کیا فرماتا ہے۔

ترجمہ: جو کوئی نافرمانی کرے اللہ کی اور رسول اس کے کی اور گزر جاوے حدوں اس کی سے داخل کرے گا اس کو آگ میں ہمیشہ رہنے والے بیچ اس کے اور واسطے اس کے عذاب ہے ذلیل کرنے والا۔
(سورۃ النساء پارہ ہریم آیت ۱۴ ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی)

یہ آخرت کی سزا قرآن شریف نے اس شخص کی بیان فرمائی ہے جو اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدوں میں سے کسی حد کو جاری کرنے سے روکے۔ ظاہر ہے کہ جناب ڈاکٹر صاحب نے صاف لفظوں میں بیان دیا ہے۔ اس دور میں زنا کی سزا نافذ کر دی جائے۔ تو یہ میرے نزدیک اسلام پر بھی ظلم ہو گا۔ اور معاشرے پر بھی ظلم ہو گا۔ گو یا کہ ڈاکٹر صاحب اللہ کی مقرر کی ہوئی حدوں میں سے زنا کی سزا کی حد کو جاری کرنے سے روک رہے ہیں اور شرعی حد کو ظلم سے تعبیر کر رہے ہیں۔ مآذ اللہ استغفر اللہ۔

اللہ کی مقرر کی ہوئی حد سے روکنے والے کا حکم (حدیث شریف سے)
اب حدیث شریف کا حکم سنئے اور انصاف کیجئے۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ ”جو شخص اپنی سفارش کے ذریعہ اللہ کی

حدوں میں سے کسی حد میں حائل ہو (حد جاری ہونے سے روکے) تو حقیقت یہ ہے کہ اس نے اللہ کے حکم کی مخالفت کی اور اگر کوئی شخص جانتے ہوئے کسی باطل امر میں کسی سے جھگڑا کرے تو وہ ہمیشہ اللہ کے غضب میں مبتلا ہے۔ جب تک تو یہ نہ کرے یہاں تک کہ اپنی اس حرکت سے باز آئے (شکوہ)۔
اب یہ بات روز بروز دشمن کی طرح ثابت ہو گئی کہ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا بیان قرآن و حدیث شریف کے سخت خلاف ہے اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی ایک زبردست سازش ہے۔ جس سے برائی اور بے حیائی پھیلنے کا سخت خطرہ ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی مبارک میں تمام مقدمات کے فیصلے قرآن شریف کے مطابق کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ اور زید بن خالد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے یعنی ان دونوں نے بیان کیا کہ ایک شخص اعراب میں سے آکر کہنے لگا یا رسول اللہ میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپ میرے لئے کتاب اللہ سے فیصلہ کر دیجئے اس کے فریق ثانی نے کہا۔ جو اس سے زیادہ سمجھ دار تھا۔ کہ ہاں آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کر دیجئے اور مجھے اجازت دیجئے کہ میں اپنا حال بیان کروں۔ پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا (اپنا حال) کہہ ڈالو۔ اس نے کہا میرا بیٹا اس شخص کے ہاں مزدور تھا۔ اس نے اس کی بی بی سے زنا کیا اور مجھ سے لوگوں نے بیان کیا کہ میرے بیٹے پر رجم واجب ہے پس میں نے اس کی طرف سے سو بکریاں اور ایک اونٹنی (اس شخص کو) دے دی۔ پھر میں نے اہل علم سے

بوجھا۔ تو انہوں نے بیان کیا۔ کہ میرے بیٹے پر سود گرے اور ایک سال کی جلا وطنی واجب ہے۔ اور اس کی بی بی پر رجم واجب ہے۔ اس پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں تم دونوں کے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کئے دیتا ہوں۔ کہ لونڈی اور سو بکریاں تو تجھے واپس مل جائیں گی۔ مگر تیرے بیٹے پر سود گرے اور جلا وطنی کا حکم دیا جائے گا۔ اور اسے انیس اتم اس شخص کی عورت کے پاس جاؤ۔ اگر وہ اقرار کرے تو اسے سنگسار کر دینا۔ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ وہ اس کے پاس گئے۔ تو اس نے اقرار کر لیا۔ چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے حکم دیا وہ سنگسار کر دی گئی۔ (ترمذی بخاری) کیوں جناب ڈاکٹر صاحب دیکھ لیا آپ نے کس طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کتاب اللہ کے مطابق فیصلے فرماتے تھے۔ آپ تو کتاب اللہ کو سامنے رکھ کر بھی کتاب اللہ کے خلاف اخباروں میں اپنی رائے سے بیان دے رہے ہیں۔ کیا یہ مداخلت فی الدین نہیں؟ تو اور کیا ہے؟

اس حدیث شریف سے دوا سر ثابت ہو گئے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے شادی شدہ عورت کو بھی سنگسار کر دیا گیا اور غیر شادی شدہ لڑکے کو بھی دتے لگائے گئے اور جلا وطنی کا حکم بھی صادر فرما دیا گیا۔ اب چوری کرنے والوں کے لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سنئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چوری کرنے والوں کے ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمایا تھا۔

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چور لایا گیا۔ آپ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم کیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ ہمارا گمان یہ نہ تھا کہ آپ اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیں گے۔ (بلکہ اس پر رجم کر دیں گے) آپ نے فرمایا اگر فاطمہ (رضی اللہ عنہا) بھی ہوتی تو اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔ (مشکوۃ شریف)

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مخزومی عورت کے مقدمہ نے قریشی صحابہ رضی اللہ عنہم کو فکر و تردد میں ڈال دیا۔ جس نے چوری کی تھی۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا۔ کہ اس کے بارے میں کون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کرے۔ بعض نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کی جرأت سوائے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے اور کسی کو نہیں ہو سکتی اس لئے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے ہیں۔ سو اسامہ رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ تم اللہ کی حدوں میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کرتے ہو۔ پھر کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا۔ تم سے پہلے لوگ اسی لئے ہلاک ہوئے کہ ان میں کوئی شریف اور قوی آدمی چوری کرتا تو وہ اس کو چھوڑ دیتے۔ اور اگر کوئی ضعیف آدمی چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے اللہ کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی چوری کرے۔ تو میں ضرور اس کا ہاتھ بھی کاٹ دوں۔ اس پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔ سبحان اللہ! کیا کمال عدل ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

کیوں جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب شکوۃ شریف کی ان حدیثوں کے پڑھ لینے کے بعد آپ کو یہ حق پہنچتا ہے۔ کہ آپ قرآن و حدیث شریف کے مقابلے میں اپنی رائے کو دخل دے کر اپنا نامہ اعمال سیاہ کریں اور جرائم پیشہ لوگوں کی حمایت میں لاکھوں اخباروں میں بیان دے کر اللہ کی مخلوق کو گمراہ کریں اور اپنی عاقبت کو بھی خراب کر لیں۔

جناب ڈاکٹر صاحب اب میں آخر میں ایک حوالہ آپ کے ہم عقیدہ رسالہ خدام الدین سے نقل کرتا ہوں ملاحظہ ہو۔

جرائم کا انسداد

ہمارا دعوٰی ہے کہ جب تک اسلامی قوانین نافذ نہیں کئے جاتے مجرموں کے لئے شرعی سزائیں اور ان کے نفاذ کے شرعی طریق مقرر نہیں کئے جاتے جرائم کا کبھی سد باب نہیں ہو سکتا اور جرائم روز بروز بڑھتے ہی چلے جائیں گے۔

ہمیں اس حقیقت کے اظہار میں کوئی باک نہیں اور ماضی و حال کی تاریخ شاہد ہے کہ معاشرے کی اصلاح میں جس حد تک مذہب مؤثر ہو سکتا ہے۔ دنیا کی طاقت یا تحریک اس کا جواب نہیں ہو سکتی اس لئے گزرتے دور میں آپ سعودی عرب ہی کی مثال سامنے رکھیے۔ وہاں کسی حد تک اسلامی قوانین نافذ ہیں جن کی وجہ سے جرائم دنیا کے مہذب سے مہذب ملک کے مقابلے میں بھی اُٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں۔

کیا وہاں آبادی میں اضافہ نہیں ہو رہا؟ کیا صنعتی ترقی اور دیہی آبادی میں شہروں کی طرف منتقل ہونے کا رجحان ترقی پذیر نہیں ہے۔ اگر ہے تو پھر یہ اسباب وہاں کیوں جرائم میں اضافے کا باعث نہیں بنے صاف ظاہر ہے کہ وہاں قوانین شرعی ہیں۔ اور ان کا نفاذ صحیح طریق پر ہو رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں جرائم سر نہیں اٹھا سکتے۔ تجربات شاہد ہیں کہ جرائم کو روکنے کے لئے خوفِ خدا سب سے مؤثر ہتھیار ہے۔ اسے صرف مذہب ہی انسان کے قلب و دماغ میں راسخ کر سکتا ہے۔ جس کی موجودگی میں کوئی شخص برائیوں کی طرف راغب نہیں ہو سکتا۔ پس اگر ارباب اقتدار فی الواقعہ جرائم کا انسداد چاہتے ہیں تو انہیں خود اپنے اور لوگوں کے دلوں میں خوفِ خدا کی تخم ریزی کرنی چاہیئے۔ مذہبی تعلیم کو عام کرنا چاہیئے اور کتاب و سنت کی روشنی میں عوام و حکام کی تربیت کا اہتمام کرنا چاہیئے۔ صرف یہی صورت ہے جس سے جرائم کا انسداد ہو سکتا ہے۔ (رسالہ خدام الدین ۱۳۱۶ھ ص ۱۷)

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب چند سوال

سوال نمبر ۱۔ ظاہر ہے کہ قرآن شریف نے زنا وغیرہ کی جو سزا مقرر کی ہے۔ اس میں کسی ماحول کا استثناء نہیں کیا۔ اس لحاظ سے وہ ڈاکٹر صاحب کے ذکر کردہ ماحول میں بھی بلاشبہ جاری ہوگی۔ اب ڈاکٹر صاحب یہ بتائیں کہ تعزیرات سے متعلق آیتوں کو منسوخ یا

مقبہ کئے بغیر قرآن شریف کو اس سنگین الزام سے کیونکر بچایا جائے؟
سوال ۱۷ :- قرآن شریف میں کئی جگہ موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کی باتوں کو بدلنے والا کوئی نہیں۔ اب ڈاکٹر صاحب بتائیں کہ آپ کون ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدوں میں سے کسی حد کو اپنی رائے سے بدل کر اللہ تعالیٰ کے حکم کو بدل دیں؟

سوال ۱۸ :- جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زانیہ اور زانی اور چوری کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق حدیں جاری فرمادیں۔ اور آپ کے بعد خلفائے راشدین نے بھی اسی پر عمل کیا اور اب تک یہ قانون شریعت جاری ہے۔ اور قیامت تک اسی طرح جاری رہے گا۔ کیونکہ قرآن شریف مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اب ڈاکٹر صاحب بتائیں کہ قرآن شریف نے زانیہ اور زانی کے لئے جو سزا مقرر کی ہے۔ وہ آپ کے نزدیک ظلم ہے۔ تو پھر جرائم کا سد باب کیسے ہوگا؟

جسٹس بدیع الزمان کی کاؤس کا فرمان

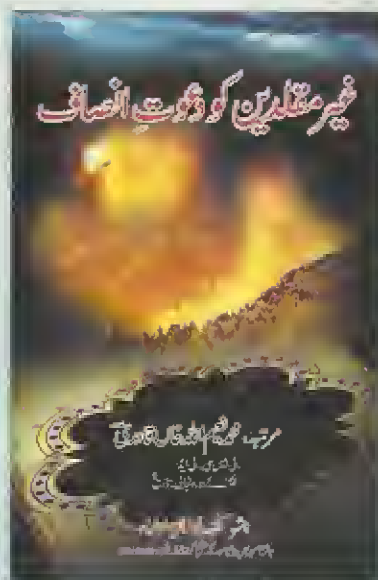
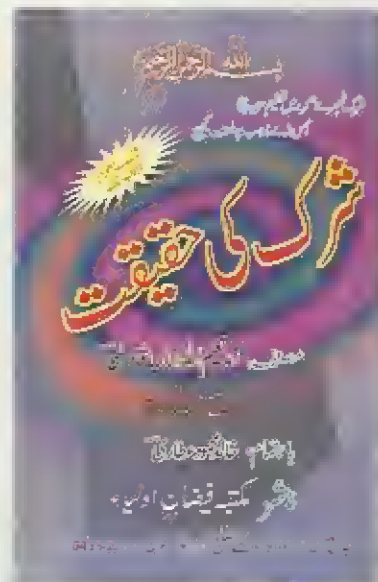
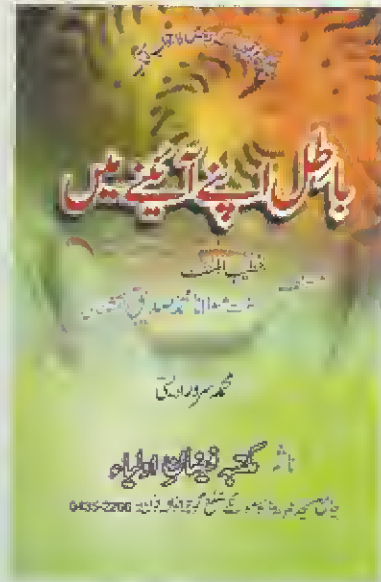
آپ نے ایک انٹرویوز میں فرمایا کہ آج مغرب کے لوگ اسلامی سزائوں کو ظالمانہ کہہ کر اس پر اعتراض کرتے ہیں مگر ان سے پوچھتا ہوں کہ وہ ہیرو شیمیا اور دیت نام کے بے گناہ انسانوں کو وحشیانہ طریقوں سے ہلاک کر کے اگر ظالم کہلوانا پسند نہیں کرتے تو فی الواقع گناہ گاروں کو شرعی سزا دینے پر وہ ہمیں ظالم کیوں کہہ سکتے ہیں؟ ہمارے ہاں

کے بعض مغربی نقال بھی دیکھا دیکھی اسلام پر اعتراض کرنے لگے ہیں۔ آپ کو اس کا تدارک کرنا چاہیئے۔ قرآن ہر بارہ ڈائجسٹ میں سوال ۱۷ :- اب ڈاکٹر صاحب بتلائیں کہ جج صاحب کے اس بیان کا کیا جواب ہے؟

سوال ۱۹ :- سعودی عرب کی حکومت زانیوں اور چوروں کو اس ماحول میں بھی قرآن شریف کے مطابق جو شرعی سزائیں دے رہی ہے۔ کیا ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سعودی حکومت کو ظالم کہنا پسند کریں گے؟ اگر ڈاکٹر صاحب ان سوالوں کا جواب نہ دے سکیں۔ اور ہرگز نہ دے سکیں گے۔ تو ان کو اپنے گمراہ کن اخباری بیان سے رجوع کر لینا چاہیئے اور اخبار میں تو بہ نامہ شائع کر دینا چاہیئے۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

(مولانا) محمد اسماعیل نقشبندی

فیضانِ مدینہ کی کیشن کی لاجواب نگہ



آج ہی طلب فرمائیں